

# طریق النجاة

تالیف

عارف بابہ حضرت علامہ محمد حسن صاحب فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۶۵ھ

اُردو ترجمہ

حضرت مولانا محمد ہاشم جان صاحب مجددیؒ ابن حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ

ٹنڈہ سائیں داد، حیدرآباد، سندھ

۱۳۲۳ھ — ۱۳۹۵ھ

ناشر

مکتبہ عثمانیہ

اقبال روڈ ○ سیالکوٹ

# طریق النجاة

تألیف

عارف باللہ حضرت علامہ محمد حسن صاحب فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

اُردو ترجمہ

حضرت مولانا محمد اسلم جان صاحب مجددی ابن حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ

طنڈہ سائیں داد، حیدرآباد، سندھ

تصحیح و ترتیب

حافظ محمد اشرف مجددی

ناشر

مکتبہ عثمانیہ

اقبال روڈ ○ سیالکوٹ

## جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : \_\_\_\_\_ "طریق النجات"

مصنف : خواجہ پیر محمد حسن جان مجددی سرہندی (رحمۃ اللہ علیہ)

مترجم : مولانا حافظ پیر محمد ہاشم جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح و ترتیب : حافظ محمد اشرف مجددی سیالکوٹ

اشاعت اول : ۱۹۳۱ء / ۱۳۵۰ھ

اشاعت دوم : ۱۹۶۹ء / ۱۴۰۰ھ

تعداد : ۱۱۰۰

ناشر : مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ، سیالکوٹ

کتابت : \_\_\_\_\_

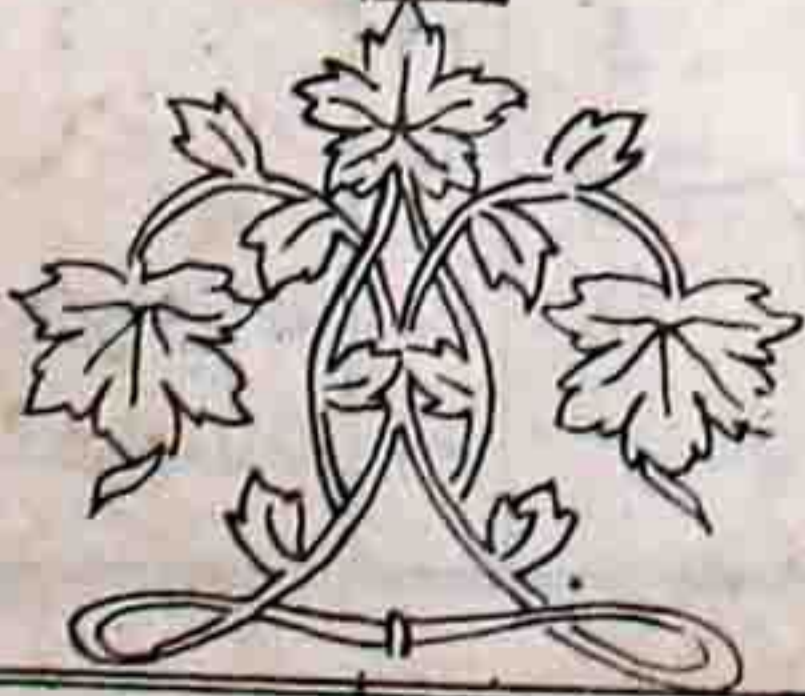
قیمت : ۱۲/۰ روپے



# فہرست "طریق النجات"

۳۷	فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	۱	عرض ناشر
۴۴	فضائل اہل بیت آل اطہار رضی اللہ عنہم	۱	تعارف مصنف کتاب
۴۵	تنبیہ حسن	۱	تعارف مترجم
۴۶	معدرة	۱	عرض مترجم
۴۹	فصل - ان چیزوں کا بیان جو عذاب الہی سے نجات کا سبب ہیں	۵	تہدید
۴۹	یچہریہ	۶	نجاتِ آخرت کا دار و مدار
۵۰	اہل قرآن	۶	ایمان کامل کے معنی
۵۱	رافضیہ، خارجیہ اور معتزلہ وغیرہ	۱۰	اطمینان قلب کے بارگاہ ایزدی میں مشاہدہ کے لیے انبیاء کا سوال کرنا۔
۵۲	فائدہ ہممہ (ضرورت تقلید)	۱۲	حضور اقدس کے اطمینان کی شان
۶۷	فائدہ ہممہ (غیر تقلید کا اعتراض اور اس کا جواب)	۱۴	فصل (عقل معاش اور عقل معاد)
۶۷	تعریف و تقسیم بدعت	۱۹	فصل (ایک عقل اعتراض اور اس کا جواب)
۷۰	فصل - اعمال بدنیہ	۲۴	فصل (عقل ناقص کی پیروی ہٹا کا سبب ہے)
۷۱	اخلاص نیت	۲۵	اسلام کی بنا تسلیم و یقین پر ہے۔
۷۲	پانچ نمازوں کی ادائیگی کا طریقہ اور نماز مترجم مکمل مع ضروری وظائف	۲۵	اللہ پر ایمان
۸۰	نماز کے اسرار	۲۶	فرشتوں پر ایمان
۸۲	روزہ	۲۷	خدا کی کتاب اور رسولوں پر ایمان
۸۵	حج	۲۹	یومِ آخرت پر ایمان
۸۸	زیارت مدینہ	۳۰	تقدیر پر ایمان
۹۰	زکوٰۃ	۳۵	مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان
۹۲	نقلی صدقہ	۳۶	فصل (عذابِ آخرت سے نجات دینے والے امور)

۱۲۳	شکر	۹۴	فصل (اعمالِ روحانیہ)
۱۲۴	خوف اور امید	۹۸	غضب
۱۳۰	تقویٰ	۱۰۰	کینہ اور حسد
۱۳۲	زہد اور فقر	۱۰۱	بخل اور مال کی محبت
۱۳۷	توکل	۱۰۲	حرص اور طمع کی برائی اور قناعت کی مدح
۱۴۰	محبتِ الہی	۱۰۳	بخل کی مذمت
۱۴۲	رضا	۱۰۴	ریا کی مذمت
۱۴۴	رضا اور دعا	۱۰۶	کبر کی مذمت
۱۴۸	کفار سے بغض	۱۰۸	فصل - آفاتِ زبانی
۱۵۰	اخلاص	۱۰۹	فحش، گالی بکنا، بکواس اور بدگوئی
۱۵۲	سچائی	۱۱۰	شعر - اور خوش طبعی اور ٹھٹھا تمسخر
۱۵۶	فصل (تصوف کا لب لباب)	۱۱۱	جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسم کھانا
۱۵۷	انتخابِ ارشاداتِ عارف باللہ	۱۱۲	غیبت
۱۸۰	شیخ احمد اسکندرانہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۴	چغلی کھانا
۱۸۱	مقالاتِ حکمت	۱۱۶	شکم پری
۱۸۹	رسالہ تنویر در بیان مسئلہ تقدیر	۱۱۷	بھوک کی فضیلت
۲۱۲	تقریباتِ علماء کرام	۱۱۸	فصل (نجات و منہ امور کے بیان میں) توبہ
		۱۲۱	صبر



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

## عرضِ ناشر

"طریق النجاة" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آج تک بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ جن کا عدد شمار ہماری طاقت سے باہر ہے۔ لیکن وہ کتابیں جن سے انسانیت کا سبق ملے، ہدایت کا راستہ معلوم ہو اور ان پر عمل کر کے نجات و سعادت حاصل ہو، ایسی کتابوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ زیر نظر کتاب دیکھنے میں چھوٹی سی کتاب ہے، حقیقت میں بڑی عظیم اور مفید کتاب ہے کیونکہ مغز تھوڑا ہی ہوا کرتا ہے۔ غور فرمائیے آدمی اشرف المخلوقات ہے لیکن اس کا دماغ اور مغز شاید تمام جسم کا ہزارواں حصہ ہوتا ہو۔ ایسے ہی اگر آپ دل کو دیکھیں جو سارے جسم کا بادشاہ ہے جس کی حرکت بند ہونے سے سارا جسم مٹی کا ڈھیر ہو جاتا ہے۔ تاجر یہ شاید ہے کہ ہر چیز کا مغز اور نچوڑ مقدار میں تھوڑا ہی ہوتا ہے لیکن قدر و قیمت میں سب سے بڑھ کر بلا مبالغہ یہی حال اس کتاب کا ہے اس کے چھاپنے کی غرض صرف اور صرف یہ ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی اس مصروفیت کے دور میں بڑی بڑی اور زیادہ کتابوں کا مطالعہ کرنے کے لیے زیادہ وقت نہیں نکال سکتے اس لیے ایک ایسی مختصر دستاویز کی ضرورت تھی جو ہدایت کی کنجی ہو ان کے ہاتھوں میں پہنچا دی جائے تاکہ اس پر عمل کر کے اصلی کامیابی اور عذابِ آخرت سے نجات پائیں۔

"طریق النجاة" کے متعلق بڑے بڑے علماء اور فضلاء نے بہترین اور قیمتی راہنہ ارشاد فرمائی ہیں بطور نمونہ چند تحریریں پیش کی جاتی ہیں تاکہ قارئین کو اس کتاب سے فائدہ اٹھانے کی رغبت ہو اور راہ نجات نصیب ہو۔

علامہ نور بخش تونکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ کتاب عقائد، فقہ اور تصوف کے بنیادی مسائل پر مشتمل ہے جن کا ذکر حدیث جبریل میں اسلام، ایمان اور احسان کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔ مصنف علامہ

نے ایسے نئے اسلوب پر تالیف فرمایا ہے جس سے ذہن وقت نہیں محسوس کرتے اور صحیح عقائد، عقلی اور نقلی دلائل سے پیش فرمائے ہیں۔“

فاضل اجل حضرت مولانا عبدالقیوم سندھی (مرحوم) تحریر فرماتے ہیں:

”یہ کتاب جنت کی طرف (جانے والا) ضراطِ مستقیم سے، اسانوں اور جنوں کے لیے نجات کی راہ ہے، جس نے بھی اس کتاب کو لے کر پڑھا اور اس پر عمل کیا وہ ہدایت اور نجات پا گیا۔ جس نے اس سے منہ موڑا اور انکار کیا وہ گمراہ اور سرکش ہوا۔ کیونکہ یہ کتاب خلاصہ سے اس (کلام) کا جو رحمن نے نازل فرمایا اور عمدہ انتخاب ہے سیدالانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا الخ“

حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم یاسینی (مرحوم) ناظم جمعیت احناف سندھ رقمطراز ہیں:

”یہ (طریق النجات) دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کا وسیلہ ہے اور یہ ذخیرہ ہے زندگی میں مرنے کے بعد کے لیے بھی۔ الخ“

علامہ العصر حضرت مولانا محمد حسن مرحوم سجادہ نشین درگاہ کتیا شریف و مفتی بلوچستان فرماتے ہیں:

”یہ (کتاب) ایک پر رونق باغیچہ ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اس کی ترتیب و تہذیب بہت عمدہ ہے، معانی کی اعتبار سے بڑی جامع اور الفاظ مختصر ہیں۔ الخ“

زبدۃ الفضلاء حضرت مولانا عبدالحی مرحوم سجادہ نشین درگاہ پٹ میاں صاحب راقم ہیں:

”طریق النجات“ حاصل کرنے کے لیے جلدی کرو کیونکہ یہ کتاب جنت کے

پھلوں تک پہنچانے والی ہے۔“

بہت سے علماء و مشائخ نے اس کتاب کی تعریف اور خوبیاں ذکر فرمائی ہیں۔

سب کے بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں اور نہ ہی ضرورت ہے کیونکہ عقل مند کے لیے

اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔

اس اشاعت کی خصوصیات | کتاب نذا کی اس اشاعت میں قارئین کی سہولت کے لیے چند چیزوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اُمید ہے

اہل علم حضرت پسند فرمائیں گے۔

- (۱) ترجمہ کے ساتھ قرآنی آیات و احادیث کا اصل متن بھی درج کر دیا ہے۔
- (۲) آیات شریفہ کا حوالہ پارہ اور رکوع نمبر کی صورت میں لکھ دیا ہے۔
- (۳) اکثر احادیث کے ماخذ کا نام بھی حدیث کے ساتھ رقم کر دیا ہے۔
- (۴) بعض عاؤں کے تراجم پہلی اشاعت میں رہ گئے تھے ہم نے ان کا ترجمہ بھی شامل کر دیا ہے۔

تفصیح میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ پھر بھی اغلاط رہ جاتی ہیں۔ صاحب علم حضرات جو غلطی دیکھیں مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درستی ہو سکے۔

○ مناسب معلوم ہوتا ہے جس کتاب کی اہمیت سطور بالا میں پڑ چکے ہیں اس کے عظیم مصنف اور مترجم کا بھی مختصر تعارف آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ تاکہ مصنف علیہ الرحمۃ کی جامع شخصیت کو دیکھ کر کتاب کی جامعیت کا اندازہ ہو سکے۔ اے رب العالمین اس کتاب کے مصنف، مترجم اور ناشر و معاونین سب کی سعی کو مشکور فرما۔ (آمین)

محمد اشرف مجددی



## حضرت خواجہ پیر محمد حسن جان مجددی سرمندی رحمۃ اللہ علیہ

(مصنف کتاب ہذا)

**ولادت** | آپ کی ولادت ۶ شوال المکرم ۱۲۷۸ھ میں قندھار (افغانستان) میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک حضرت خواجہ عبدالرحمن بن خواجہ عبدالقیوم بن شاہ فضل اللہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت خواجہ محمد مصوم بن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز تک پہنچتا ہے۔ ۱۲۹۷ھ میں حضرت خواجہ عبدالرحمن افغانستان سے ہجرت فرما کر صوبہ سندھ میں آباد ہو گئے۔

**تحصیل علم** | آپ نے علوم عقلیہ و نقلیہ والد ماجد سے حاصل کیے، مشاہیر علماء عصر سے بھی استفادہ کیا۔ جب آپ کے والد ماجد حج کے لیے گئے تو آپ بھی ساتھ گئے۔ وہاں جا کر حاجی محمد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کے ”مدرسہ صولتیہ“ میں داخل ہوئے۔ اسی دوران آپ نے شیخ احمد دحلان اور شیخ الحدیث محمد الوہاب دمشقی سے اسناد حدیث حاصل کیں۔ اور اپنے والد ماجد کے دست اقدس پر بیعت کی، پھر اپنے وطن واپس آ کر مذہب ملت کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔

**علم و عرفان** | جوہر کی قدر جوہری جانتا ہے بے علم آدمی کسی عالم کے علمی مقام کا کیا اندازہ کر سکتا ہے اور معرفت سے عاری انسان خدا رسید بزرگ کے عرفان کو کیا جان سکتا ہے اسی لیے مشہور مقولہ ہے کہ ”ولی را ولی می شناسد“۔ مصنف علیہ الرحمۃ کا مقام علماء اور اہل معرفت لوگوں میں کیا تھا، اس کا کچھ اندازہ کرنے کے لیے ہم اس وقت کے جدید علماء اور مشائخ کے چند اقوال نقل کرتے ہیں جو انہوں نے ”طریق النجاة“ کی تقریبات میں بطور القابات درج فرماتے ہیں۔

۱۔ رئیس العلماء مولانا عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ ہالیوں قاضی سندھ و بلوچستان فرماتے ہیں:

”مَنْ فَاقَ فِي الْفَصَاحَةِ وَالْبَلَاغَةِ، وَاقْرَأَهُ الْعُلَمَاءُ بِالْبِرَاعَةِ وَ

الذِّكَاوَةُ أَجْمَعُ الْفُصْحَاءِ عَلَى كَمَالِهِ، وَالْفَقُّ الْفُضَّلَاءُ عَلَى حُسْنِ  
خِصَالِهِ، وَهُوَ الْحَبْرُ الْخَرِيرُ، وَالغَيْثُ الْمَطِيرُ، وَالْبَحْرُ الْغَزِيرُ  
وَالسَّمِيدُ الْكَبِيرُ الْمَاهِرُ فِي الْعُلُومِ الشَّرْعِيَّةِ، وَالْوَاقِفُ  
فِي الْفُنُونِ الْأَدَبِيَّةِ، الْعَارِفُ بِاللَّهِ الْعَلِيمِ، وَالْعَالِمُ بِقَوَاعِدِ  
الدِّينِ الْقَوِيمِ سَيِّدُ نَاوَسَنْدُ نَا حَضْرَةُ الْخَوَاجَةِ مُحَمَّدِ بْنِ  
الْمَجْدِيِّ مَدَنِيٌّ مَدَنِيٌّ الْعَالِي.

۲۔ راس الفضلاء علامہ العصر حضرت مولانا محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین رگاہ کشارپور  
منفی بلوچستان فرماتے ہیں:

شَيْخُ الْأِسْلَامِ وَ إِمَامُ الْأَنَامِ حَضْرَةُ الْخَوَاجَةِ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَارِدِ  
السَّرْهَنْدِيِّ مَا بَرِحَتْ أَقْمَارُ فَضْلِهِ سَاطِعَةً.

۳۔ سراج العلماء الفقیہ المشہور حضرت مولانا محمد قاسم مرحوم (گرہی حسین  
ضلع سکھرنندہ) فرماتے ہیں:

الْعَالِمُ الرَّبَّانِيُّ وَالْعَارِفُ الْحَقَائِقِ الْجَبْرُ الزَّخَاوَرِيُّ وَالغَيْمُ الْمِدَارُ  
شَيْخُ السُّنَنِ وَمُمِيتُ الْبِدْعَةِ..... أَجْمَعُ الْفُصْحَاءِ عَلَى  
فَصَاحَتِهِ إِجْمَاعًا وَ اتَّبَعَ الْفُضَّلَاءُ بِسُنَّتِهِ إِيَابًا سَيِّدِنَا  
وَسَنْدُنَا حَضْرَةُ الْخَوَاجَةِ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَارِدِ وَ فِي الْمَجْدِ  
لَا زَالَتِ شُمُوسُ فَيُومِنِهِ بِأَنْزَعَةٍ.

۴۔ حضرت مولانا علامہ محمد ابراہیم ایاسینی ناظم جمعیت اخلاف صوبہ سندھ لکھتے ہیں:

« إِمَامُ الْهَامِ وَالْبَحْرُ الْقَمَامُ وَاقِفُ الْأَسْرَارِ الْحَكِيمِيَّةِ جَاهِ  
الْأَنْوَارِ الْقُدْسِيَّةِ حَافِظُ مَلِكِ الْكَلَامِ حَاجِ بَيْتِ اللَّهِ الْحَرَامِ  
حَكِيمُ أُمَّةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ شَيْخُ الْأِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ سَيِّدِي  
وَسَنْدِي مَلَاذِي وَ مُعْتَمَدِي حَضْرَةُ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَارِدِ وَ فِي الْمَجْدِ  
صَاحِبُ سَجَادَةِ مُجَدِّ الْفَنَانِ لِأَنَّ الشَّمْسُ فِيهِ بِأَنْزَعَةٍ. »

۵۔ ناضل کمال حضرت مولانا عبدالغنی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اہم و خطیب جامع مسجد

جکیب آباد تحریر فرماتے ہیں :

”هُوَ وَارِثُ الْأَنْبِيَاءِ بِمُصَدِّاقِ صِحْحٍ وَأَصْفَى الْعُلَمَاءِ بِفَضْلِ صِرِّحٍ

سِرَاجِ أُمَّةٍ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ شَيْخِ الْأِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ حَضْرَةَ

الْخَوَاجَةِ مُحَمَّدِ حَسَنِ جَانِ الْفَارُوقِيِّ الْمَجْدِيِّ مَدَدَ اللَّهُ مِظْلَمَهُ الْعَالَمِينَ

۶۔ زبدۃ الفضلاء حضرت مولانا عبدالحی مرحوم سجادہ نشین درگاہ پٹ میا صاحب

رقم فرماتے ہیں :

”أَكْمَلُ الْكُلُوبِ أَفْضَلُ الْفُضَلَاءِ الْبَارِعِ الَّذِي أَلِ إِلَيْهِ كُلُّ

شَيْخٍ وَشَابٍ وَانْكَامِلِ الذِّمْحَابِ إِلَيْهِ جَمِيعٌ أُولَى الْأَلْبَابِ حَادِي

النَّاسِ إِلَى رَحْمَتِ الْأَنْبِيَاءِ مَوْلَانَا وَمُقْتَدَانَا حَضْرَةَ الْخَوَاجَةِ

مُحَمَّدِ حَسَنِ جَانِ الْفَارُوقِيِّ السَّرْهَنْدِيِّ الْمَجْدِيِّ زَيْنِ سَجَادَةِ

الْإِمَامِ الرَّيَّانِيِّ بِفَخْرٍ أَخْلَافِ مُحَمَّدٍ الْأَلْفِ الثَّانِي -“

۷۔ وحید العصر فصیح اللسان حضرت مولانا صاحب داد مرحوم سلطان کوٹی فرماتے ہیں :

”الْعَلَّامُ هَادِي الْأَنْبِيَاءِ إِلَى سَبِيلِ السَّلَامِ قُدْوَةٌ الْأَوْلِيَاءِ الْعَارِفِينَ

إِمَامَ الْعُلَمَاءِ الْمُتَّقِينَ حَامِلَ الرَّأْيَةِ فِي مِيدَانِ التَّحْقِيقِ حَامِلَ رُفْعَاتِ

السُّبْقِ فِي التَّدْقِيقِ شَيْخِ الْأِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ وَارِثَ مَقَامَاتِ

الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ حَضْرَتَنَا الْخَوَاجَةَ مُحَمَّدِ حَسَنِ الْفَارُوقِيِّ

۸۔ جامع معقول و منقول و اعظما الاسلام مولانا محمد سلیمان مرحوم لکھتے ہیں :

”الْإِمَامُ شَيْخُ الْأِسْلَامِ خَوْثُ الْأَقَامِ قُدْوَةٌ عُلَمَاءِ الْأَعْلَامِ مَجْمَعُ

الْفَضْلِ وَالْكَمَالِ، مَرْجِعُ أَهْلِ الْمَعَارِفِ وَالْأَحْوَالِ، ذُو الْكِرَامَاتِ

الظَّاهِرَةِ وَالْمَقَامَاتِ الْفَاخِرَةِ، مَنبِعُ الْأَنْوَارِ الْبَاهِرَةِ وَالسَّرَائِرِ

النَّاهِرَةِ عَالِمِ الْأُمَّةِ مُحَمَّدِي السُّنَّةِ مَوْلَانَا وَمُقْتَدَانَا حَضْرَةَ

الْخَوَاجَةَ الْمَجْدِيَّ -“

۹۔ فاضل اجل مولانا عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ مدرس العربیہ سندھ سائیں داد فرماتے ہیں:

«هُوَ الْجَامِعُ بَيْنَ الشَّرِيعَةِ وَالْحَقِيقَةِ قِيَوْمُ الزَّمَانِ مَرْجِعُ الْإِنْسَانِ  
وَالْحَيَاتِ بَحْرُ الْعُلُومِ الْعَقْلِيَّةِ مَعْدِنُ الْفِيوضِ الرَّبَّانِيَّةِ بُرْهَانُ  
الْمِلَّةِ وَالذِّينِ قَاهِطُ أَعْنَاقِ الْمُجِدِّينِ سَيِّدُنَا وَمُرْشِدُنَا  
أَدَامَ اللَّهُ تَعَالَى فَيَوْضَهُمْ وَبَرَكَاتِهِمْ»

۱۰۔ عارف کامل علامہ لعل محمد مرحوم انسانی مدرس العربیہ کوئٹہ تحریر فرماتے ہیں:

«مَوْلَانَا وَبِالْفَضْلِ أَوْلُنَا جَامِعُ أَشْتَاتِ الشَّرِيعَةِ وَالْحَقِيقَةِ  
مَا نِعْ يَدْعَاتِ الْقَدِيمَةَ وَالْمُجْدِيَّةَ، الشَّمْسُ الْفَالِقُ فِي الْمَدْوَحَةِ  
الْعَلِيَّةِ الْمُنْقَشِبِنْدِيَّةِ وَالْعَمَلُ الْمَبَسُوقُ فِي حِدْقَةِ الْفَارُوقِيَّةِ الْمَجْدِيَّةِ  
مَوْلَانَا الْحَاجِ حَضْرَةَ مُحَمَّدِ حَسَنِ حَفِظَ اللَّهُ ...»

۱۱۔ مولانا الفاضل جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا علامہ محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ  
حنفی نقشبندی توکلی (صاحب تصانیف کثیرہ) فرماتے ہیں:

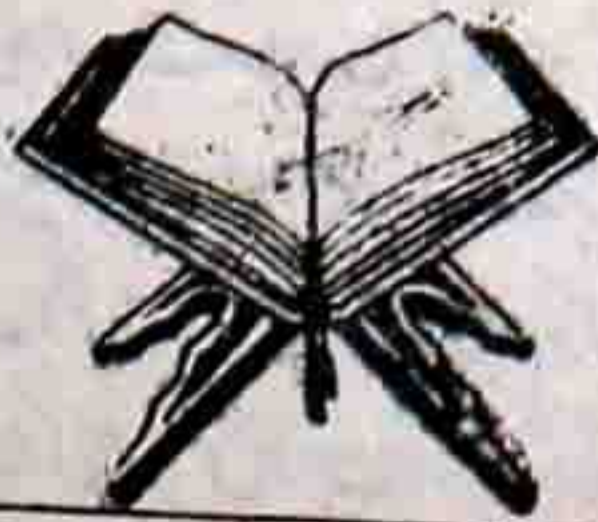
«الْعَالِمُ الرَّبَّانِيُّ الْخَوَاجَةُ مُحَمَّدُ حَسَنِ الْفَارُوقِيُّ الْمَجْدِيُّ زَيْنُ سَجَادَةِ  
الْإِمَامِ الرَّبَّانِيِّ مُحَمَّدِ دِ الْآلِفِ الثَّانِي رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ ... الْمُهَيِّفُ  
الْعَلَامُ»

ہر ذی شعور آدمی جان سکتا ہے کہ جس شخصیت کے بارے میں ہم عصر علماء و مشائخ  
ایسے الفاظ استعمال فرمائیں اور عمدہ القابات سے یاد کریں وہ کیسا جامع کمالات  
اور مرد کامل ہوگا۔ آپ کے تفصیلی حالات و مقامات اور دینی و ملی خدمات کے بیان  
کی ان صفحات میں گنجائش نہیں۔ صرف صاحب "اکابر بحریک پاکستان" کے مختصر  
اقتباس پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ تحریک آزادی میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۴۶ء  
میں جب افغانستان کے عوام نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا تو آپ کے والد ماجد نے  
انگریزوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ آپ کی عمر اس وقت صرف اٹھارہ برس تھی۔ اس

لے مفصل حالات کے لیے "مونس المخلصین" از خواجہ عبداللہ جان المعروف شاہ آغا ملاحظہ فرمائیے۔

کم سستی کے باوجود آپ نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ جنگ طرابلس میں مجاہدین کی بھرپور مالی مدد کی۔ تحریکِ خلافت میں سرگرمی سے حصہ لیا، مگر ہندوؤں سے اتحاد کی سختی سے مخالفت کی۔ تحریکِ ہجرت کے مسئلہ پر آپ نے عوام کو اس کے نقصانات سے آگاہ کیا۔ تحریکِ پاکستان شروع ہوئی تو صوبہ سندھ میں آپ نے مسلم لیگ کی ڈٹ کر حمایت کی اور اپنے متوتسلین کو بھی مسلم لیگ کی حمایت کا حکم دیا۔ لے آپ کی تبحرِ علمی کا اندازہ ان تصانیف سے ہوتا ہے جو آپ نے تصانیف

- یادگار چھوڑی ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہے:
- ۱۔ شفاء الامراض (۱۳۱۴ھ)۔ ۲۔ انیس المریدین (۱۳۱۶ھ)۔ ۳۔ پنج گنج (۱۳۲۰ھ)
  - ۴۔ سفرنامہ عربستان (۱۳۲۳ھ)۔ ۵۔ تذکرۃ الصلحاء فی بیان الاقیاد (۱۳۳۶ھ)۔ ۶۔ انساب الانجاب (۱۳۴۰ھ)۔ ۷۔ شرح حکم شیخ عطاء اللہ سکندری (۱۳۴۲ھ)۔ ۸۔ الاصول الاربعہ فی تردید الوداہیہ (۱۳۴۶ھ)۔ ۹۔ طریق النجات مع رسالہ التلویر فی اثبات التقدير (۱۳۴۹ھ)۔ ۱۰۔ رسالہ در قواعد تجوید (۱۳۴۹ھ)۔ ۱۱۔ العقائد الصحیحہ فی بیان مذہب اہل السنۃ والجماعۃ (۱۳۶۰ھ)۔ ۱۲۔ الاشارة الی البشارہ۔ ۱۳۔ رسالہ فی باب صحت المجمعۃ فی القرئ۔ ۱۴۔ لغات القرآن وغیرہ وغیرہ۔
- آپ کی وفات حسرت آیات ۱۳۶۵ھ <sup>ٹنڈہ سائیں داد (سندھ)</sup> وصال میں ہوئی۔ مزار مقدس مرجع خواص و عوام ہے۔



۱۔ اکابر تحریک پاکستان ص ۲۲۴ و ص ۲۲۵ - ۲۔ تذکرہ منظر مسعود ص ۲۲۱۔

## حضرت مولانا حافظ پیر محمد ہاشم جان سرمندی

متوجہ "طریق النجات"

**ولادت** | آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۲۳ھ میں ٹنڈہ سائیں واد تحصیل ٹنڈہ محمد خاں ضلع حیدرآباد (سندھ) میں ہوئی۔ آپ مصنف "طریق النجات" حضرت خواجہ محمد حسن جان سرمندی مجددی فاروقی قدس سرہ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ سلسلہ نسب تیرھویں پشت میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی سے ملتا ہے۔

**تعلیم** | آپ نے گیارہ برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ بعد ازاں ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں داخلہ لیا۔ مشہور فلسفی اور عالم حضرت مولانا علامہ معین الدین اجمیری اور دیگر اساتذہ سے پڑھا اور سند تکمیل حاصل کی، اجمیر شریف میں حکیم نظام الدین (برادر مولانا معین الدین اجمیری) سے فن طب حاصل کیا۔ اور سندھ واپس آ کر تدریس ارشاد اور طبابت میں مصروف ہو گئے۔

**خلافت** | آپ نے اپنے والد گرامی حضرت خواجہ محمد حسن سرمندی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی اور انہیں سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اجازت و خلافت حاصل کی۔ حضرت مولانا پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ ان حضرات میں سے ہیں جنہوں نے بارہا مولانا موصوف کی زیارت کی اور ان کی تقاریر سنی ہیں۔ تذکرہ منظر مسعود میں تحریر فرماتے ہیں :

” مولانا خوبصورت و خوب سیرت ہیں۔ آپ کو دیکھ کر بے ساختہ قرآن پاک کی آیت یاد آتی ہے خَبَّارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ کی تفسیر مشاہدہ کرنی ہو تو آپ کی زیارت کی جائے۔“

۱۔ تذکرہ منظر مسعود (ص ۲۴۲) اکابر بھارت پاکستان (ص ۳۱۶)

اس میں شک نہیں کہ مولانا نے مدد و مددِ متبحر عالم، باکمال اور ماہر طبیب  
ہیں، ان کی تقاریر سے تبصرہ علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ سندھ کا باشندہ ہوتے  
ہوئے اردو آسنی صاف روال بولتے ہیں کہ اہل زبان کا گمان ہوتا ہے،  
موسم گرمیوں کو نہ تشریف لاتے ہیں اور تین چار ماہ قیام فرماتے ہیں آپ  
کے دولت کردے پر کتب خانہ میں بکثرت قلمی لوازمات ہیں جو قابل دید ہیں!

آپ نے ہمیشہ تبلیغ و وعظ اور اشاعتِ دین کا فریضہ کسی دنیوی  
**تبلیغ دین** | طمع و لالچ کے بغیر سرانجام دیا۔ اس سلسلہ میں کسی زیادتی طمع و خواہش  
کو آپ انتہائی برا سمجھتے تھے۔ آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے آپ کا  
عشق کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ دوران و غط جب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا  
نام مبارک آپ کی زبان سے ادا ہوتا تو آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا اور ایک عجیب  
کیفیت طاری ہو جاتی۔ آپ کی تقریر و تبلیغ کا موضوع سیرت و محبت مصطفیٰ صلی  
علیہ وسلم ہوتا۔ بعض اوقات لوگ آپ کو کسی دوسرے موضوع پر بولنے کا عرض کرتے تو آپ فرماتے

ما قصہ سکندر و دارانہ خواندہ ایم ازما بجز حکایت مہر و وفا میرس  
میں تو محبوب کریم فدائے دینی کی شہادت و صفت ہی بیان کروں گا۔ ہاں اس  
کے بعد سیاسی و ملی مسائل پر بھی ضمناً گفتگو ہو جائے گی لے

آپ نے اپنے حلقہ مریدین و معتقدین کی تعداد بھی ہزاروں تک پہنچی  
ہوئی تھی چنانچہ پاکستانی افواج میں آپ کے مریدوں کی بہت بڑی تعداد ہے کیونکہ آپ فوج میں تبلیغ  
دین بہت ضروری سمجھتے تھے۔ ہزاروں افراد آپ کی ہدایت و تلقین سے تشریح مسلمان بن گئے۔

آپ نے تحریکِ خلافت میں اپنے استاد حضرت مولانا  
**سیاسی و ملی خدمات** | معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھرپور حصہ  
لیا۔ برصغیر کے طول و عرض میں جلسوں سے خطاب کیا۔ میٹنگوں میں شرکت کی صورت

سندھ میں تحریکِ خلافت کو پروان چڑھایا۔

تحریکِ پاکستان کا غلغلہ بلند ہوا تو آپ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور اپنی تمام ترقیوں کو مسلم لیگ کے لیے وقف کر دیا۔ پاکستان بننے کے بعد اسلامی دستور کی جدوجہد میں سرگرم رہے، اور ۱۹۵۲ء میں علماء کرام کے اجلاس میں نمایاں حصہ لیا، جس نے حکومت کے چیلنج پر اسلامی دستور کے ۲۲ نکات منظور کیے۔

آپ جمعیتِ الاطباء کے کئی سال تک صدر رہے۔ جمعیتِ علماء حیدرآباد کی صدر کو شرفِ بخشا۔ پاکستان میں سوشلزم کا فتنہ نمودار ہوا تو آپ نے ہر طرح سے اس کی سرکوبی کی۔ سندھ میں جب چند ملک دشمن عناصر نے اپنے سیاسی مقاصد کی خاطر نئے اور پرانے سندھیوں میں کچھ غلط فہمیاں پیدا کر کے نوبتِ فساد تک پہنچا دی تو آپ نے رات دن ایک کر کے پورے سندھ کے دورے کیے، ذنود روانہ کیے، بھخطوط لکھے، بیانات دیئے، کتابچے شائع کیے۔ اور اتحادِ بین المسلمین کے لیے انتھک جدوجہد کی جو نہایت کامیاب رہی۔ حقیقت یہ ہے کہ نئے اور پرانے سندھیوں کو قریب لانے کے سلسلہ میں آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

آپ عمر کے آخری چھ سات سال جمعیتِ مجددیہ سندھ کے صدر رہے اور حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو اپنے آبائی طریقہ پر مستقیم رہنے کی تلقین فرماتے رہے۔ عمر کے آخری دو تین سال آپ سندھ ویش کی مذموم تحریک کے خلاف سینہ سپر رہے اور صوبہ سندھ کے اسلام پسند اور دیندار حلقے کی تنظیم اور بیداری کے لیے بھی آپ نے تمام تر توانیاں وقف کر دی تھیں، اس سلسلہ میں اپنے ذاتی روپے سے متعدد کتابیں اور رسالے لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر شائع کیے۔

لی اور ملی خدمات میں دن رات مصروف رہنے کی وجہ سے آپ

**تحریری کام** | تصنیف و تالیف کی طرف توجہ نہ دے سکے حالانکہ آپ بہترین مضمون نگار تھے۔ عمدۃ المقامات (مطبوعہ لاہور) کا مقدمہ جو آپ نے فارسی زبان میں تحریر فرمایا، وہ فنِ تحریر میں آپ کے کمال کا زندہ نمونہ ہے۔ آپ نے اپنے والد ماجد کی دو عربی کتابوں "العقائد الصحيحة" اور "طریق النجاة" کا اردو ترجمہ



کیا۔ خواجہ محمد معصوم سرمندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اذکار معصومیہ" کا نسخہ میں  
ترجمہ کیا۔ زیادہ تر پفلٹوں اور مکتوبات کی صورت میں اپنے خیالات کا اظہار فرماتے  
ہے جن کو اگر جمع کیا جائے تو ایک بہت بڑا علمی ذخیرہ بن سکتا ہے۔

آپ بے حد حسین و جمیل تھے۔ چہرہ پر نور اور  
**صفات حمیدہ کا پیکر** | متبسم، حافظہ بے مثال، قدمناسب، ڈاڑھی سفید،

سوزنٹ گلاب کی پتیوں کی طرح گلابی اور نازک، دانت موتی کی لڑیاں، ہونٹوں پر  
واٹھی مسکراہٹ، پان کھائے ہوئے غنچہ سون سے جب گفتگو فرماتے تو فضا خوشبو  
سے مہک جاتی، باریک بلبل کے نفیس جامد سے جسم کا گلابی رنگ جھلملاتا، کسی کا دل  
نہ دکھاتے، سب کی باتیں شربت کے گھونٹ سمجھ کر پیئے جاتے تھے، وضعداری،  
صاف گوئی، غرض بہت سی ذاتی اور خاندانی خداداد صفات سے بہرہ ور تھے،  
منقولات و مقولات سے یکساں مناسبت، پاک باطن، روشن جبین، کردار میں تقویٰ  
اور طہارت، کلام میں خلوص کی شیرینی لکھنوا اور دہلی کے محاورات اس کثرت اور روانی  
سے استعمال فرماتے کہ مخاطب آپ کی وطنیت سندھ کی نسبت کے بلے میں شک  
میں پڑ جاتے، فارسی، عربی اور اردو کے ہزاروں اشعار آپ کی نوک زبان تھے۔

آپ کے عقیدتمندوں کا حلقہ بہت وسیع ہے، آپ کی روزانہ اور نصفہ دار  
مجالس و عنظ میں بے شمار لوگ شریک ہو کر فیوض و برکات حاصل کرتے تھے۔ آپ  
کا متبسم اور نورانی چہرہ دیکھ کر خدا یاد آ جاتا تھا۔ آخری چند سالوں میں سنڈہ سائینس ناد

سے مار تھ ناظم آباد کراچی منتقل ہو گئے تھے اور سہرا توار کو مجلس ذکر منعقد کراتے۔ کراچی  
کے اہل ذوق حضرات کے لیے آپ کا دولت خانہ ایک روحانی مرکز کی حیثیت کا حامل تھا  
آپ کی وفات حسرت آیات ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ مطابق

**وفات** | ستمبر ۱۹۷۵ء بمقام شاہو کلی نزد کونستہ میں ہوئی اور حیدرآباد

سنڈہ سائینس ناد لاکر سپرد خاک کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

# نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيُ وَنُصَلِّمُ عَنْ مُحَمَّدٍ

ناظرین محترم! مسلمانوں پر ادبار اور پستی کا جو ہلاکت آفرین دور آجکل گزر رہا ہے اس کی تباہی و بربادی کا حوصلہ شکن احساس کچھ اہل نظر حضرات ہی بہتر کر سکتے ہیں۔ بلحاظ تعداد افراد چاہے مسلمانوں کی کچھ ترقی ہو رہی ہو۔ لیکن اس واضح حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ بحیثیت قوم و ملت مسلمان تہذیب کے تاریک گڑھے میں گرے جا رہے ہیں۔ معاش اور معاد کے جتنے صیغے اور سلسلے ہیں سب میں وہ آج کمال سے حقیقتاً زوال کی طرف اپنی ہی بدکرداری اور بددماغی کی وجہ سے حرکت کرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ ایک صاحب بصیرت تہذیب کی اس زہریلی ہوا کو پھیلے ہوئے دیکھ کر پیشگوئی کر سکتا ہے کہ اگر حفاظت الہی کا تریاق نہ ہوتا تو یقیناً مسلمان آج سے بہت پہلے عرصہ حیات کو طے کیے ہوئے دیکھے جاتے۔

ادبار و فحاشی کے اس مرضِ مزمن کی اذیتوں سے اگرچہ اب وہ خوگر ہو گئے ہیں اور ایک عرصہ سے شدائد و مصائب کے پے در پے درودنے ان کے اعضاء کو بے حس سا بنا دیا ہے۔ لیکن خنجرِ قدرت نے اس دور میں ان کے دیرینہ زخموں پر کچھ ایسے پیہم چر کے لگائے ہیں کہ ان میں دوبارہ تازہ خون بھیر آیا ہے اور رگوں میں احساس کی ایک لہر دوڑ گئی ہے۔ خدا خدا کر کے اب انہیں اتنا معلوم ہو گیا ہے کہ ہم بھی کوئی وجود رکھتے ہیں اور ہمیں بھی دنیا میں رہنا ہے۔

مقامِ مسترت ہے کہ پھر ایک مرتبہ ملاو و معالجبہ کا خیال ان کے دماغ پر مستولی

ہو گیا ہے اور طویل علالت کی کمزوریوں نے انہیں اپنی زائل شدہ طاقت حاصل کرنے کے لیے ادھر ادھر ہاتھ پیر مارنے پر مجبور کر دیا ہے۔ چنانچہ سہرورد مصلحین نے اپنے اپنے نظریہ کے ماتحت مختلف تشخصیں کیں اور مختلف نسخے تجویز فرمائے۔ علمی ہستی کو دیکھ کر بعض علم دوست حضرات نے کالج کھلوائے۔ اقتصادی تنزل کو مد نظر رکھتے ہوئے بعض اہل دولت جواز سود کے فتوے دینے لگے۔ اسی طرح جس شعبے سے جس کو زیادہ دلچسپی تھی اس نے وہی کوتاہی محسوس کر کے اسی کی ترقی میں کوشش کی۔

لیکن افسوس کہ مریض جان بلب کی حالت دن بدن ابتر و نازک ہوتی گئی اور ”مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی“ کا مصرعہ واقعہ ثابت ہوتا گیا۔

وجہ کیا ہے کہ طریق علاج میں غلطی کی گئی۔ اور اصل مرض کی اہمیت کو نظر انداز کر کے ازالہ عوارض ہی کو کافی سمجھا گیا اور اس برگزیدہ حکیم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف اور فطری تعلیمات کو بھول کر اپنی ہی ناقص عقل کے گورکھ دھندوں میں مرض کو الجھا کر مرض کی کیفیت و نوعیت کو اور بھی پیچیدہ بنا دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے دنیا کو روتے تھے اب اس کے ساتھ دین بھی کھو بیٹھے۔

اسی بنا پر تجربہ کار ناباضوں نے جن کی معاملہ فہم نظر مرض کی تہہ تک پہنچ گئی ہے۔ معاملہ کی نزاکت کو ملحوظ رکھتے ہوئے تہیہ کر لیا اور فیصلہ فرما دیا کہ اس حالت میں کیوں پھر اس اکیسری نسخے کو نہ آزمایا جائے۔ جس نے صاحب فراش مرضی عرب کو ایک آن میں اس قدر طاقتور جو امر دنا دیا تھا کہ سانسے عالم کے رستموں کو اس نے گرد کر دیا۔ وہ نسخہ کوئی کھدری اور پوشیدہ نسخہ نہیں۔ وہ نسخہ وہی ہے جس کو طبیب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صفحہ دہر پر دنیا کے سب سے زیادہ مقبول نسخے (قرآن) کی صورت میں چھوڑا ہے۔ اس نسخے کے اسرار سمجھنے والے بھی دنیا میں اپنے اپنے مذاق اور استعداد کے موافق مختلف پیدا ہوئے۔ یعنی بعض نے اس کو فلسفیانہ رنگ میں پیش کیا۔ اور بعض نے اس کو مادیات کی ایک کتاب جانا۔ اور بعض نے اس کو محض روحانیت ہی کا معلم سمجھا۔ لیکن افسوس کہ یہ تیر بہدف نسخہ ان سب صورتوں میں

نہ کچھ ایسا زیادہ موثر اور نہ ایسا کایا کلیپ ثابت ہوا۔ جیسا کہ پہلے پہل اس کے بنانے والے کالی کلیا والے حکیم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ پر اکسیر بنا تھا۔ بات کیا تھی کہ وہ اپنے اصلی اوزان اور ترکیب کے ساتھ نہیں بنایا جاتا تھا۔ بلکہ پھر اپنی ماتجربہ کاری سے اور اپنی کوتاہ عقل کے بل بوتے پر یا تو بعض اجزاء کو بالکل بدل دیا جاتا تھا۔ یا ان میں تغیر و تبدل کر کے نسخہ کی اصلیت کو بگاڑ دیا جاتا تھا۔

اب جبکہ مرضی قوم کی حالت قریب الموت تھی تو حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے عہد کو پورا کرنے کے لیے اسی نسخہ حیات بخش و جانفزائی کی ترکیب و ترتیب کے لیے اپنے بندوں میں سے (حضرت) مصنف کتاب "طریق النجات" کا شرح صد فرمایا۔ جنہوں نے اس کے اسرار و رموز کو نہایت سہل طریقہ پر اسی زبان میں کھول دیا اور مسلمانوں کے سامنے وہ نسخہ اصل صورت میں لا کر ایسا روشن لائٹھ عمل پیش کیا ہے جس کو دستور العمل بنانے کے بعد معاشش اور معاد کے سب شعبے ایسے ہی مکمل اور اعلیٰ ہو سکتے ہیں۔ جیسے کہ اس کو پہلی بار آزمانے کے زمانے (خیر القرون) میں شاندار اور بلند پایہ ہوئے تھے۔

مجھ جیسے بے مایہ کو انہیں کا ارشاد ہوا کہ اس کا ترجمہ سلیس اردو میں ہو جائے۔ چنانچہ میں نے ارشاد کی تکمیل کو سعادت دارین سمجھ کر اپنی بساط کے موافق اس کام کو ختم کیا ہے اور جو کچھ مجھ سے بن پڑا ہے ناظرین کے سامنے ہے۔ اس سہل و ممتنع کام کی الجھنوں اور دشواریوں کا کچھ وہی حضرات بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں جن کو کبھی عربی سے اردو ترجمہ کرنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ عربی کی طرزِ تحریر۔ جملوں کی ترکیب، محاورہ کی نوعیت۔ غرضیکہ ہر ایک چیز اردو سے بالکل مختلف اور جداگانہ واقع ہوئی ہے۔ اب اگر تحت اللفظ ترجمہ کیا جائے تو شاید گلابی اردو کی طرح ایک عجیب مضحکہ خیز صورت اختیار کرے۔ اور اگر متن سے قطع نظر کی جائے تو ترجمے کی شان باقی نہیں رہتی، اور بہت ممکن ہے کہ اصل و ترجمے کے مابین مغائرت کی ایک عمیق خلیج حاصل ہو جائے۔ چنانچہ انہی مجبور یوں سے میں نے جہانتک ہو سکا ہے، اپنی کوشش اس میں صرف کی ہے کہ

ترجمہ متن کے قریب قریب ہونے کے باوجود با محاورہ بھی ہو اور اصل مطلب بھی فوت نہ ہونے پائے۔ اسی لیے بعض جگہ کچھ جملے بڑھا دیئے گئے ہیں اور کہیں بن القوسین (برکیٹ) سے کام لیا گیا ہے۔ لیکن قرآن مجید کی آیتوں اور حدیثوں کے ترجمے دستور عام کے مطابق اکثر تحت اللفظ ہی لکھ دیئے گئے ہیں۔

کمال احتیاط و محنت کے باوصف پھر بھی ممکن ہے کہ کہیں غلطیاں یا خامیاں رہ گئی ہوں۔ خطا کار بندہ سے خطائیں ہی سرزد ہوتی ہیں۔ امید ہے کہ معزز ناظرین صفتِ خطا پوشی سے متصف ہو کر مجھے دُعا سے خیر سے یاد فرمائیں گے۔ کیا عجب کہ ذرہ نواز سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اس ناچیز خدمت کے سلسلہ میں اس اکیر کے ایک ذرے سے میرے مسِ قلب کو کنڈن بنا لے۔

نظرتِ کیمیا است گر نگری

کہ مسِ قلبِ من جو زر گرود

وَجِئْنَا بِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا إِنَّ  
اللَّهَ يَجِبُ الْمُتَصَدِّقِينَ۔

فقط والسلام  
حافظ محمد اسلم محمدی

ٹنڈہ سائیں داد ضلع حیدرآباد سندھ

۲۵۔ جون ۱۹۳۱ء

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رب انی لما انزلت الی من خیر فقیرا سئلک العصمة والسداد  
 و اعوزک من الزیغ و الاحاد سبحانک کاعلمنا الا ما علمتنا  
 انک انت العلیم الحکیم۔

صلی وسلم وبارک وعلی سیدنا محمد المصطفیٰ صاحب  
 قاب قوسین او ادنیٰ کما یلیق بعظیم شانہ ویکون احری و  
 علیٰ الداء اصحابہ البررة التقیٰ وعلیٰ من تبعهم باحسان  
 والرضیٰ۔

” اے پروردگار! تیری اس خیر کا جو تم نے مجھ پر نازل فرمائی ہے میں محتاج  
 ہوں۔ تیری بارگاہ سے عصمت و راہِ راست طلب کرتا ہوں۔ اور گمراہی و گمراہی  
 سے پناہ مانگتا ہوں۔ تیری ہی مقدس ذات کو پاکیزگی سزاوار ہے۔ ہم کچھ نہیں  
 جانتے۔ مگر وہ جو تو نے ہمیں سکھلا دیا ہے۔ بیشک تو دانا اور صاحبِ حکمت ہے۔  
 ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صاحبِ قابِ قوسینِ ادا دنیٰ پر وہ رحمتیں،  
 سلام اور برکتیں بھیج جو آپ کی شانِ عظیم کے لائق و مناسب ہوں۔ نیز آپ  
 کے نیک و پرہیزگار آل و اصحاب کو اور خوبی و رضامندی سے ان کے تابع ہونے  
 والوں کو بھی ایسا ہی موردِ الطاف فرما۔“

اما بعد جاننا چاہیے، توفیق دے تمہیں خداوند تعالیٰ ان کاموں کی جن کو وہ دوست  
 اور پسند رکھتا ہے اور بچائے رکھے تمہیں ان چیزوں سے جو گمراہی اور سرکشی کی باعث

ہوں کہ نجاتِ اخروی کا مدار ایسے سچے اعتقاد پر ہے جو کہ امورِ آخرت کے متعلق اپنی سمجھ کی نارسائی اور عقل کی مخالفت و انکار کے باوجود بھی اللہ و رسول کے وعدہ پربابت پختہ رہے جیسے فنا کے بعد مردوں کا زندہ کرنا۔

(۲) کافر و فاجر کے لیے عذابِ قبر کا ہونا۔ باوصف اس کے کہ میت کا جسم سالم رہتا ہے اور بظاہر عذاب کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔

(۳) حشر و نشر کا ہونا۔

(۴) نیک و بد اعمال کا تولد۔ حالانکہ اعمالِ اعراض ہیں جو تلمیذ کے قابل نہیں۔

(۵) صراط کو تسلیم کرنا (اس سے مراد وہ پل ہے جو قیامت کے دن دوزخ پر رکھا جائے گا اور اس سے برے اور بھلے سب گزریں گے) حالانکہ وہ پل بال سے باریک اور تلوار کی دھار سے تیز ہوگا بعض لوگ اس سے اس قدر جلد گزر جائیں گے جیسے بجلی کو نڈ جاتی ہے اور بعض تیز سوار کی طرح گزر جائیں گے۔ بعض کی رفتار سوار کے برابر ہوگی بعض ایسا چلیں گے جیسے پاپادہ آدمی چلتا ہے۔ اور بعض پیٹ کے بل کھسکتے ہوئے (جیسا کہ بچہ چلتا ہے) جائیں گے۔ اس کے بعد یا تو جنت کی نعمتیں اور راحتیں سامنے ہوں گی یا دوزخ کے عذابِ خواری سے پالا پڑے گا۔

ان سب امورِ اخرویہ کا وہ لوگ جن کے دل میں اپنی عقل ناقص کی پیروی کا مرض

موجود ہے انکار کر بیٹھتے ہیں۔

اور ایمان کامل کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ کلامِ مجید میں آچکا ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو امورِ احادیث صحیحہ میں ثابت ہو چکے ان پر پختہ یقین ہو۔ اگرچہ ہماری سمجھ میں وہ باتیں نہ سما سکتی ہوں اور فی الحقیقت ہماری عقل امورِ غیب اور ان امور کو جو عادتِ مستمرہ کے خلاف واقع ہوتے ہوں یا بھی نہیں سکتی۔ ہم لوگوں کے نقصانِ عقل اور کوتاہی پر یہی دلیل کافی ہے کہ آئے دن یورپ کے فلاسفروں کی نت نئی عجیب و غریب ایجادیں دیکھ کر ہماری عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ جیسے بھاری بوجھل چیزوں کو ہوا میں اڑانا (اشارہ ہے ہوائی جہاز کی طرف) دنوں میں مہینوں کی مسافت طے کر جانا۔

آواز کو فونوگراف میں بند کر دینا اور اس کا بغیر کسی کمی بیشی کے اس آواز کو ادا کرنا۔  
 نہایت دور دراز ممالک سے بذریعہ ان مکسوں کے جن کو آج کل ایجاد کیا گیا ہے (اشارہ  
 ہے ریڈیو (Radio) کی طرف) آواز سنا۔

اور جیسے ہوائی ٹیلیگراف وغیرہ وہ چیزیں ہیں جن کو دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی  
 ہے اور جن کی کنہ و حقیقت تک اس شخص کے علاوہ جو ان ایجادات میں مہارت رکھتا  
 ہو کسی کی پرواز عقل نہیں پہنچتی۔

تو کیا ان عجائبات کے ایجاد سے پہلے اگلے اور پچھلے دانشمندان کے وجود کو تسلیم  
 کرتے؟ بالکل اسی طرح سے وہ امور آخرت جو کلام مجید میں مذکور ہیں ضرور واقع ہونے  
 والے ہیں۔ اگرچہ ہماری عقل اس کی مخالفت پر تکی رہے۔“

ایک ایسے شخص سے جس پر مجھے اعتماد ہے میں نے سنا ہے کہ سندھ کے رئیسوں  
 میں سے ایک صاحب تقریباً شریس پہلے یورپ گئے تھے وہیں انہوں نے پہلے  
 پہل ریل گاڑی دیکھی۔ جب لوٹ کر سندھ آئے تو اس حیرت افزا چیز کا تذکرہ  
 کرنے لگے، اس بات پر سب لوگوں نے ان کو جھٹلایا۔ اور اس کو دیوانہ کہنے لگے۔  
 بیچا سے نے سوائے اس کے چھٹکارہ نہ دیکھا کہ خاموشی اختیار کرے۔ پھر جبکہ سندھ  
 میں بھی ریل چلنے لگی اور سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ تب اس کے جھٹلانے پر  
 پشیمان ہوئے اور جان گئے کہ واقعی اس کا کہنا ٹھیک تھا۔

یہ ساری خرابی ہماری کوتاہ بینی اور فصول عقل ہی کی وجہ سے ہوتی ہے کہ ہمارا  
 فہم محسوسات سے آگے نہیں بڑھتا اور ہماری تصدیق معلومات اور مالوفات کے دائرہ  
 کے اندر ہی بند رہتی ہے۔ پس نجات اسی میں ہے کہ جو کلام مجید میں آچکا ہے یا جو  
 کچھ امین صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے۔ اس پر ایمان لا کر تسلیم کریں۔ یہاں  
 تک کہ اپنے سچے یقین پر اطمینان قلب کا درجہ حاصل ہو جائے اور اس میں کسی قسم کے  
 تردد یا حیلہ جونی کی آمیزش نہ ہو اور پس و پیش یا تاویل کی گنجائش نہ رہے۔

حق تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے :-



الَّذِينَ هَدَىٰ لَنَا لِيُبَيِّنَ لَنَا مَا كُنَّا كَارِهِينَ

لِيُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (پ ۱: ۱)

”یہ ایسی کتاب ہے جس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔ ان پر ہیزگاروں کے

لیے (اپنے اندر) ہدایت رکھتی ہے۔ جو (امور) غیب پر ایمان لاتے ہیں۔“

اور اکثر قرآن مجید کے قصے اسی قسم کے ہیں کہ عقل معاشی (دنیاوی سمجھ) ان کا انکار کرتی ہے۔ چنانچہ (مثال کے طور پر مختصراً کچھ قصے لکھے جاتے ہیں تفصیل کلام مجید اور تفاسیر میں دیکھنا چاہیے)

(۱) ”بنی اسرائیل کے ایک مقتول کا جبکہ گائے کے بعض اجزا اس پر مارے گئے

زندہ ہو جانا اور اپنے قاتل کا پتہ بتلانا۔“ (پ ۱: ۹)

(۲) ”حضرت عزیر علیہ السلام کا انتقال کر جانا۔ اور آپ کے گدھے کا مر جانا اور

سو سال کے بعد زندہ ہونا۔“ (پ ۱: ۳)

(۳) ”حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار پرندوں کو ذبح کر کے ان کے گوشت کو قیسم بنا

کر آپس میں خلط ملط کرنا اور تھوڑا تھوڑا حصہ متفرق پہاڑوں پر رکھ کر ان کو بلانا۔ اس

پر سب کے اعضاء کا اصلی حالت پر آپس میں مل جانا اور پرندوں کا آپ کے پکارنے

سے دوبارہ زندہ ہو جانا۔“ (پ ۱: ۳)

(۴) ”اصحاب کہف کا تین سو نو برس تک غار میں سونا اور پھر اتنی مدت کے

بعد بحالت ہوش و حواس و سلامتی بدن بیدار ہونا۔“ (سورہ کہف، پارہ: ۱۵)

(۵) ”حضرت موسیٰ کی حضرت خضر سے رفاقت اور اس قصے کے محیر العقول

واقعات۔“ (سورہ کہف)

(۶) ”حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی امت پر من (سرنجبین) اور

سلوئی (بٹیریں) کا آسمان سے نازل ہونا۔“ (سورہ بقرہ، سورہ مائدہ)

(۷) ”حضرت موسیٰ کا اپنی قوم کے ساتھ دریا سے بسلا مت گزر جانا اور فرعون

اور اس کی قوم کا غرق اور ہلاک ہو جانا۔“ (سورہ بقرہ، پارہ اول، رکوع: ۶)

(۸) ” لوط علیہ السلام کی قوم پر زمین کا الٹ پڑنا اور اس طرح سے ان کا ہلاک ہونا۔“ (پطع: ۵)

(۹) قوم ہود علیہ السلام کو تیز سوا کے عذاب سے ہلاک کرنا۔“ (پطع: ۸)

(۱۰) قوم صالح علیہ السلام کا جبریل علیہ السلام کی پیچ کی ہیبت سے ہلاک ہونا۔“  
(پطع: ۶)

(۱۱) ”حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کا نگل جانا اور تین یا زیادہ دنوں کے بعد اگل دینا۔“  
(پطع: ۶)

(۱۲) ”حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جنوں کا باد صفا اجسام لطیفہ (ناری مادہ سے مخلوق) ہونے کے محرابیں اور تصویریں بنانا اور حوض کے برابر لگن اور نہ بننے والی دیگیں تیار کرنا۔“ (پطع: ۸)

(۱۳) ”مکہ بلقیس کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں عالم کتاب (یعنی آصف بن برخیا وزیر حضرت سلیمان) کی دعائے سے پلک جھپکنے سے پہلے پہنچ جانا۔“ (پطع: ۱۸)

(۱۴) ”حضرت صالح علیہ السلام کی دعائے سے پتھر کے ٹیلے سے اونٹنی کا نکلنا اور اس کی کونچیں کاٹنے کے بعد اس کے بچہ کا پھر اس ٹیلے کے اندر چلا جانا۔“ (پطع: )

(۱۵) ”ابرمہ (شاہ مین) کے لشکر کا ابابیل پرندوں کے نچتہ کنکریاں برسنانے سے ہلاک ہونا۔“ (پطع: سورہ ابابیل)

(۱۶) ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اسی جسد عنصری کیساتھ آسمان پر اٹھایا جانا اور نہروں برس تک ان کا زندہ رکھنا۔“ (پطع: ۱۳: ۲: ۲)

(۱۷) ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی جسم الطہر عنصری کے ساتھ معراج کے قصبے میں بلند آسمانوں تک جانا۔ پھر وہاں سے سدرة المنتہی پر تشریف لے جانا اور پھر وہاں سے آگے مقام قلاب قوسین تک آپ کا پہنچنا اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات کرنا اور ایسے لمبے سفر سے اتنی دیر میں لوٹ آنا کہ آپ کی خوابگاہ ابھی ٹھنڈی نہ ہونے پائی تھی اور دروازے کا کد اہل رہا تھا۔“ (سورہ بنی اسرائیل سورہ النجم اور احادیث)

یہ اور ان جیسے اور عجیب و غریب قصے جن کی خبر حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام پاک میں دی ہے ایسے ہیں کہ عقل ناقص ان کو صحیح تسلیم کرنے سے قاصر ہے۔

برخلاف اس کے وہ عقل کامل کہ جو معادی (اخروی) ہے ان کے قبول کرنے پر ہدایت یاب ہے اور انوار نبوت سے فیضیاب ہو کر ان پر نچتہ لقیں بکھتی ہے۔ اس لیے منادی حق زبان حال سے پکار کر کہتا ہے کہ اے ”فریب خوردہ! اس عقل کو چھوڑو اور آگے بڑھو!“

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پروردگار عالم سے یہ استدعا کی کہ:

رَبِّ اَرِنِي كَيْفَ تَحْيِي الْمُسُوْقِي وَاَقَالَ اَدَلْمَ تَسُوْمِنُ قَالَ بَلٰى وَاَلٰكِنْ لَّيُظْمَنَنَّ قَلْبِي ط (پ ۳۷)

”اے رب! مجھے دکھا دیجئے کہ تو کس طرح مردے زندہ کرتا ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم! کیا (اس پر) تم ایمان نہیں لاتے۔ (ابراہیم علیہ السلام) نے عرض کیا کہ بیشک (اس پر میرا ایمان ہے) لیکن (یہ سوال اس لیے ہے) تاکہ میرا قلب مطمئن ہو جائے۔“

حضرت خلیل کو اگرچہ اس پر نچتہ ایمان تھا لیکن چونکہ مردوں کا بوسیدہ ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا خلاف عقل تھا اس لیے وہ چاہتے تھے کہ مردوں کے زندہ کرنے کی کیفیت میں خداوند تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کریں اور جس طرح سے کہ قلب اپنی نظر کی بنا پر ایمان کامل رکھتا ہے۔ آنکھیں بھی عجائبات قدرت کے کرشموں سے بہرہ اندوز ہوں اور چونکہ یہ سوال رموز خلقت و محبت کے قبیل سے تھا۔ اسی رضی بنا پر باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے خلیل! کیا تو مردوں کے زندہ کرنے پر ایمان نہیں رکھتا۔ اگرچہ حق سبحانہ و تعالیٰ کو حضرت ابراہیمؑ کے ایمان کا علم تھا لیکن پھر انہیں کی زبان سے کہلوانے کے لیے یہ ارشاد ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت خلیل نے صاف کہہ دیا کہ

بلی یعنی بیشک اس قدرت پر مجھے قلبی پختہ یقین ہے لیکن بظاہر چونکہ یہ صورت عقل کے مخالف ہے اور عقل اس حالت میں سرا سیمہ رہ جاتی ہے۔ اس لیے محض بلحاظ اطمینان قلب تاکہ تحیر عقل سے جو اضطراب قلب کو لاحق ہوا ہے۔ رائی العین یعنی مشاہدہ کی مدد سے اس کو زائل کر لیں اور ایمان بدیہی حاصل ہو جائے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اچھا چار پرندوں کو پکڑو۔ آخر قصے تک.....

حضرت غزیر علیہ السلام نے (ایک اجڑی ہوئی بستی کو دیکھ کر) کہا تھا کہ :

أَتَىٰ نَجْحِي هَذِهِ اللَّهُ لَبَعْدَ مَوْتِهَا (پ ۳ ع ۳)

” ایسے ویرانے کو خداوند تعالیٰ کیونکر بسائے گا۔“

لفظ ”کیونکر“ صاف بتلا رہا ہے کہ مردوں کے زندہ کرنے پر ایمان رکھنے کے ساتھ کیفیت زندگانی کا سوال ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے اس کی کیفیت انہیں دکھلا دی کہ :

أَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ (پ ۳ ع ۳)

” سو سال تک ان کو مردہ رکھا اس کے بعد انہیں زندگی بخشی۔“

اور بطریق استخباران سے دریافت فرمایا کہ ”تم (یہاں پر) کتنا زمانہ ٹھہرے ہو۔“ غزیر علیہ السلام نے جواب دیا کہ ”ایک دن کامل یا دن کا اکثر حصہ ٹھہرا ہوں۔“ چونکہ حضرت غزیر کی موت صبح کے وقت واقع ہوئی تھی اور عصر کے وقت دوبارہ زندگی پائی تھی تو آپ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ آج ہی کا واقعہ ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

بَلْ لَبِثْتَ مِائَةً عَامٍ فَأَنْظُرُ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ

وَأَنْظُرُ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ وَأَنْظُرُ إِلَىٰ الْعِظَامِ كَيْفَ

نُنشِرُهَا لَمْ نَكْسُوهَا لِحَمَاتِكَ (پ ۳ ع ۴)

” نہیں بلکہ تم سو برس تک ٹھہرے ہو۔ پس دیکھ اپنے کھانے اور پینے کی طرف کہ (ابھی) سڑا تک نہیں اور اپنے گدھے کی ہڈیوں کو دیکھ کہ کیونکر ہم ان کا ڈھانچ بنا تے ہیں پھر ان کو گوشت پہنا دیتے ہیں۔“

جب اس سارے قصے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تو کہنے لگے کہ :

قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. (پ ۴: ۳)

”بشک! مجھے اب یقین کامل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔“

حضرت موسیٰ کا یہ سوال کہ

رَبِّ ارِنِي أَنْظُرَ إِلَيْكَ ط (پ ۴: ۷)

”اے رب! مجھے اپنے مشاہدہ سے ممتاز فرمائیے۔“

اسی طرح اطمینان قلب کی خاطر تھا اس لیے کہ آخرت میں جو دیدار الہی بلا کیف ہونے والا ہے اس پر آپ ایمان رکھتے تھے۔ لیکن چونکہ دیدار بلا کیف سے عقل منکر ہے۔ آپ یہ چاہتے تھے کہ یہ پردہ بھی اٹھ جائے اور ایک دفعہ اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو خطاب فرمایا کہ ”اے کلیم! اس دنیائے فانی میں بھلا اس دیدار کی تاب کہاں لاسکتے ہو، جو آخرت کی پائدار نعمتوں میں اعلیٰ درجہ رکھتا ہے۔“ اگر اس بات کی سمجھ میں دقت ہو رہی ہے تو پھر اچھا ہے! ایک جھلک پہاڑ پر ڈالی جاتی ہے اگر وہ اپنی بڑائی، سختی، صلابت، اور بیجان ہونے کے باوجود اس جھلک کو سنبھل سکا اور اپنے مکان پر ٹھہرا رہا تو

فَسَوْفَ تَرَانِي فَلَمَّا تَحَبَّلْتُ رَبُّهُ بِأَجْبَلٍ جَعَلْنَا دَكَّا (پ ۴: ۷)

پھر تم بھی دیکھ سکو گے لیکن جب حضرت الوہیت نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا، اور ہیبت خداوندی سے اس کے پر اگندہ ٹکڑے تتر بتر ہو گئے اور حضرت کلیم اس مقام کی دہشت سے مہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب آپ کو آفاقہ ہوا تو اس بے جا سوال پر استغفا پڑھنے لگے اور کہنے لگے کہ تقدس و پاکی تمہیں ہی سزاوار ہے۔ اس دنیا میں دیدار کے طلب کرنے سے میں توبہ کرتا ہوں اور آخرت کے دیدار پر سب سے پہلے میں ایمان لاتا ہوں۔“

اگر غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت خلیل یا حضرت کلیم اور حضرت غزیر علیہم السلام سب کا سوال ایک ہی ڈھب کا ہے یعنی وہ باتیں جو مخالف عقل ہیں۔ ان کے لیے اطمینان قلب کے اسباب طلب کرنا۔

لیکن ہمارے آقا و مولا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء ہی سے اس قدر اطمینان رکھتے

ہیں کہ کبھی بھی اطمینان کے طالب نہ ہوئے اور نہ خداوند تعالیٰ نے انہیں اس کا محتاج بنایا بلکہ فرمایا کہ

وَعَلِمْتَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝

(پ ۴ ع ۱۳)

”جو کچھ تم نہیں جانتے تھے وہ سب تمہیں سکھا دیا ہے اور فی الواقع خداوند تعالیٰ کا تم پر بڑا احسان ہے۔“

منجملہ ان امور کے مردوں کا زندہ کرنا۔

اور بلا کیف دیدار الہی سے (شب معراج شریف میں) مشرف ہونا ہے۔

اور اکثر وہ باتیں جو ہو گئی ہیں یا ہونے والی ہیں ————— ان کا بھی آپ کو کامل علم عطا کیا گیا۔ یہاں تک کہ اولیائے امت کے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ اگر یہ پردہ آنکھوں کے سامنے سے اٹھ جائے تب بھی میرے علم و یقین میں اضافہ نہ ہو۔“

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگرچہ اطمینان کلی عطا فرما دیا گیا ہے مگر جبکہ بارگاہ الہی سے ملت ابراہیمی کے اتباع (پیردی) کا حکم ہے اس لیے حضور کی امت کو جو خیر الائمہ کے خطاب سے ممتاز ہے یہ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تم قلبی اطمینان کے طلبگار ہو۔

فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ (پ ۴ ع ۲)

”تو مجھے یاد کرو میں بھی تم کو یاد کروں گا۔“

۱۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

موسیٰ زہدش رفت بیک جلوہ صفات

تو عین ذات می نگری در تبستی

۲۔ ولا يلزم من هذا افضلية غير النبي صلى الله عليه وسلم لان الفضيلة الجزئية كالصداق لفضل الكل ۱۴۰۰ (ترجمہ) اس سے غیر نبی کی نبی پر افضلیت لازم نہیں آتی جیسے گمان ہوتا ہے بلکہ جزوی فضیلت کلی فضیلت کا مقابلہ نہیں کر سکتی (ناشر)

اور فرمایا کہ

أَلَا بَدِّكَرِ اللّٰهَ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝ (پا ع ۱۰)

” بیشک ذکر الہی سے ہی قلب کو اطمینان اور تسکین ہوتی ہے۔“

اسی لیے منادی حق (فرشتہ غیب) زبان حال سے پکار پکار کر کہتا ہے۔ کہ اے عاجز! اس عقل کو چھوڑو اور آگے بڑھو!

## فصل

اے میرے عزیز بھائی! ”حق تعالیٰ تمہارے قلب کو نور ایمان سے منور فرمائے“  
جاننا چاہیے کہ اس رسالے میں ہمارا روئے سخن ان لوگوں کی طرف ہے جو مدعی اسلام ہیں  
اور قرآن مجید اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کو حق تعالیٰ نے تمامی مخلوق کے لیے  
بشیر و نذیر (خوشخبری دینے والا۔ ڈرانے والا) کر کے بھیجا ہے ایمان لایا ہے لیکن وہ  
لوگ جو دائرہ اسلامی سے خارج ہیں اور اپنی عقل ناقص کے دھوکے میں پھنس چکے ہیں۔  
یہ ہماری گفتگو ان کے ساتھ نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ چوپایوں کی طرح بلکہ ان سے بھی  
زیادہ گمراہ ہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہیے کہ عقل دو قسموں پر ہے:

(۱) عقل معاش

(۲) عقل معاد

جبکہ حق تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت پر بنایا تو اس کی فطرت میں دونوں  
عقلوں کا مادہ تفویض فرمایا۔ پھر جس شخص نے دونوں کو اپنی کوشش سے روشن  
کیا تو جو نتائج اور ثمرات دونوں پر مرتب ہو سکتے ہیں۔ ان سب سے وہ بہرہ اندوز  
ہوا اور جس نے ایک ہی عقل کو اختیار کیا تو نتائج بھی اسی ایک پر محصور ہے۔  
شاید تمہیں یہ خدشہ ہو جائے کہ عقل کے روشن کرنے کی کوشش بھی تو عقل  
کے ذریعہ سے ہوگی۔ گویا ہدایت کی جا رہی ہے عقل کی جانب عقل ہی کے واسطے سے

اس صورت میں اتحاد سبب اور سبب لازم آتا ہے حالانکہ وہ باطل ہے ؟  
اس کا جواب یہ ہے کہ عقل کی طرف ہدایت عقل کے وسیلہ سے نہیں بلکہ بواسطہ  
تقدیر الہی ہوتی ہے۔ کلام مجید میں ہے :

فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذِ الْوَجْهَ رَبًّا سَبِيلًا (پ ۲۹ ع ۱۳)

” جس شخص نے چاہا اپنے پروردگار کا راستہ پکڑا۔“

یہ فرما کر ارشاد ہوا کہ :

مَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ (پ ۲ ع ۶)

” تم مشیت الہی کے بغیر کچھ بھی نہیں چاہ سکتے۔“ (اسی سے یہ گتھی کھل جاتی ہے)

ہم نے جو کہا ہے کہ انسانی فطرت دونوں عقلوں کے قبول کرنے کی لیاقت رکھتی

ہے، اس کی یہ وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَالْبَوَاهُ يَهُودًا نَحْنُ أَوْ نَصْرَانًا

أَوْ يَمَجَّسَانِهِ (الحی الخرا الحدیث) (جبا مع صغیر)

” ہر بچہ فطرت ہی پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس کے والدین اسے یا یہودی

کرتے ہیں یا مجوسی کرتے ہیں یا نصرانی بنا لیتے ہیں۔

(۱) پھر عقل معاش، مصالح جسمانی کی ہدایت کرتی ہے جیسے اسباب رزق فراہم کرنا

راحت بذیہ مکان، لباس اور نکاح کا حاصل کرنا اور اس کے ماسوا سبب انسانی حوائج و

لوازم اس کے تحت میں آجاتے ہیں۔

(۲) اور عقل معاد ملامت روحانی کی طرف رہبری کرتی ہے جیسے اسباب راحت ابدی

کو پالینا، جنت کی نعمتوں سے ہمیشہ کے لیے ہمنار رہنا اور دردناک عذاب سے اپنے کو چھڑا

لینا، یہ سارے امور اسی عقل کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

ہم نے اسباب رزق کہا ہے نہ خود رزق۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ انسان کی منتہائی

کوشش یہ ہے کہ اسباب فراہم کر لے لیکن خود رزق کا حاصل کرنا یہ انسان کی طاقت

سے خارج ہے اس لیے کہ یہ امور حق سبحانہ و تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ انسان کی



کوشش کو ان میں کچھ دخل نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بسا اوقات سبب ررق... پایا جاتا ہے لیکن تقدیر کی زد سے بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا ہے۔

اور سبب سے بھی یہاں پر مراد علامت ہے نہ سبب حقیقی۔ اس لیے کہ وہ سبب سے مختلف (خلاف) نہیں ہوتا ہے اور یہی حال راحت ابدی (یعنی نجات اخروی) کا ہے کہ انسان محض اعمال میں کوشش کر سکتا ہے۔ ان پر نجات عطا فرمانا حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور عقل معاشی میں انسان کیسا تھ سب حیوانات شریک ہیں اس لیے کہ کل حیوانات جن کو حق سبحانہ و تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور ان کے انواع کا شمار اٹھارہ ہزار تک کیا گیا ہے۔ (اور انسان بھی ان میں سے ایک نوع ہے) یہ سب جو رزق ان کے لیے مناسب ہے۔ اس کی تحصیل میں نہایت اچھی طرح ہدایت یاب ہیں۔

ان میں سے بعض ایسے ہیں جو دانہ چگتے ہیں جیسے بعض پرندے یہ دانوں کے حاصل کرنے کے لیے ہدایت یاب ہیں۔

اور بعض ان حیوانات میں سے ایسے ہیں جو گوشت کھاتے ہیں جیسے بعض پرندے اور درندے وہ گوشت کے حصول پر ہدایت یاب ہیں۔

اور ان میں سے بعض مچھلیاں اور دریائی کیڑے مکوڑے کھاتے ہیں۔ وہ بھی ان چیزوں کے حاصل کرنے کے لیے ہدایت پائے ہوئے ہیں۔

اور ایک جنس حیوانات میں سے ایسی ہے جن کے لیے نباتات (سبزی) مناسب ہے۔ وہ اپنے نباتی رزق حاصل کرنے پر ہدایت یافتہ ہیں۔

اور بعض ایسے ہیں جن کی غذا ہوا ہے ان کی ہدایت ہوا ہی کی طرف ہے۔ اور بعض پھر ایسے ہیں جن کو ہوا ضرر کرتی ہے جیسے دریائی جانور وہ ایسے مادہ کی طرف ہدایت یاب ہیں جو ان سے ہوا کو روکتا ہے۔

پس یہ سارے صبح کرتے ہیں اس حال میں کہ سبھو کے ہوتے ہیں اور جب شام ہوتی ہے تو سیر ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ جو ان کا خالق ہے وہ رازق بھی ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-

وَمَا سِنَّ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ  
مُسْتَوْدَعَهَا كُلِّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ (پک ۱۰۶)

کوئی جاندار ایسا زمین پر نہیں کہ جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو اور سب کی  
قرارگاہ اور جائے بازگشت سے وہ خبردار ہے۔ یہ ساری باتیں ایسی کتاب  
میں ہیں جو واضح اور روشن ہے۔

اور سب حیوانات کو پانی سے زندگانی بخشی ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے :  
وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (پک ۳۰۶)

اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے بنایا ہے۔

پس تقدس پاکی اسی ذات کو سراوار ہے جو پہاڑوں کے بوجھ (وزن) دریاؤں  
کے اندازے (پیمانے) بارش کی بوندوں کے عدد، درختوں کے پتوں کے شمار، اور  
رات دن کے یکے بعد دیگرے آنے کے حساب پر اس کا علم محیط ہے۔

وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمْدُهَا مِنْ بَعْدِهَا  
سَبْعَةً أَوْجَحِرَ مَا لَفِدْتَ كَلِمَاتُ اللَّهِ (پک ۱۱۰)

جس قدر زمین پر درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر اسے مد  
رے (روشنائی بنے) اس کے بعد سات دریا اسے مد دیتے رہیں۔ تب بھی  
خداوند تعالیٰ کے کلمات تمام نہ ہوں۔ (کلمات سے مراد معلومات الہی ہیں)

پس یہ عقل ناقص جس میں تمہارے ساتھ سارے حیوانات شریک ہیں۔ تمہیں  
تصدیق امور آخرت کی طرف یا ان گزشتہ امتوں کے قصوں کی طرف جو قرآن مجید میں مذکور  
ہیں یا معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف کس طرح ہدایت کر سکتی ہے۔ اس  
لیے کہ انبیاء کرام کے معجزات حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام سے لے کر سہیل سے نبی  
خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک اس قدر ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے۔ بلکہ خداوند تعالیٰ  
کے سوا کسی کے علم میں نہیں سما سکتے۔ اور درحقیقت معجزات کے ادراک سے عقل معاش  
عاجز ہی ہے اور معجزات انہیں کہا ہی اس لیے جاتا ہے کہ لوگوں کی عقل اس کی ماہیت

اور کیفیت کی سمجھ سے عاجز ہے۔

پس خود ہی سمجھ لو کہ عقل معاش جو دائرہ برہان عقلی میں محصور ہے۔ کیا امور

ذیل کی تصدیق کر سکتی ہے۔ معجزہ شوق القہر جو آپ کے اشارہ سے ہوا۔

تمہ خرمنا استن حنانه) کا آپ کی مفارقت کی وجہ سے رونا اور فریاد کرنا۔

آپ کی مبارک انگلیوں کے پوروں سے پانی کے چشمہ کا پھوٹ پڑنا۔

ہزاروں آدمیوں کا ایک صاع (چار سیر کا پیمانہ) جو سے سیر ہونا۔

اور کیا یہ عقل باور کر سکتی ہے کہ عصائے موسیٰ اژدہا بن جائے، اور سمندر کا پانی

دیوار بنے اور حضرت کلیم کا ہاتھ سورج کی طرح چمکتا ہوا سفید ہو جائے اور بنی اسرائیل پر

پہاڑ آسمان کی طرح سرور کے اوپر آجائے۔

اور کیا ایسی عقل مان سکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ماورزا و اندھا

اور کوڑھی سندرست ہو جائیں اور مردوں کو قوم باذن اللہ کہہ کر زندہ کر دیں۔ اور مٹی سے

ایک پرندے کی صورت بنا کر اس کو ہوا میں اڑائیں۔

اور کیا یہ عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ خلیل کے لیے نمرود کی بھڑکتی ہوئی آگ ٹھنڈی

اور باعث سلامتی بن جائے۔ و علیٰ ہذا القیاس

نیز یہ عقل ناقص تمہیں کرامات اولیائے کرام کی تصدیق کی بھی ہدایت نہیں کر سکتی جو

زیادتی شہرت کی وجہ سے حد تو اتر کر پہنچ چکی ہیں۔ اس طرح پر کہ منکر کو بھی ان میں انکار کرنے

کی گنجائش باقی نہیں۔ چہ جائیکہ سمجھدار آدمی کو۔

پس جبکہ یہ عقل قصص کلام مجید، معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، کرامات اولیائے

کرام کی طرف بھی جو عموم تو اتر کی بناء پر بدیہیات میں شمار کیے جانے لگے ہیں۔ کچھ رہبری نہیں

کرتی تو تمہیں کیسے ہدایت کرے گی۔ ان امور کی تصدیق کی طرف جو بعد میں واقع ہونے والے

ہیں۔ مثلاً :-

عذاب قبر اور اس کی کشادگی

سوال جواب کے لیے فرشتوں کا داخل ہونا اور نکلنا

قبر کا میت کو بھینچ لینا۔

ستر گز تک اس کا فراخ ہو جانا۔

اور جسم کا فنا اور بوسیدہ ہونے بلکہ ہوا میں پراگندہ ہو جانے کے بعد اٹھانا۔  
 آیا اس عقل کے ذریعہ کوئی سبیل ہے کہ وہ حالات اور ہولناک واقعات جو قیامت  
 کے دن پیش آنے والے ہیں معلوم کیے جاسکیں جیسے حساب، میزان، صراط، حبت اور  
 اس کی نعمتوں کا ہمیشہ کے لیے پامدار رہنا، دوزخ اور اس کی عقوبتوں کا غیر منقطع ہونا۔  
 پس کیا خداوند ذوالجلال کے عذاب سے ایسی سقیم اور سبک عقل کے ذریعہ نجات  
 کی امید کی جاسکتی ہے؟ جب نہیں! تو پھر اسے سمجھ والو! تمہیں اس عقل کی پیروی کرنی  
 چاہیے جو آخر دی ہونے کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کے منور سینوں سے لی گئی ہے۔

## فصل

شائد تم یہ کہہ دو کہ عقل معاشی اگرچہ امور اخرویہ و حکایات مرویہ کی تصدیق میں قاصر  
 ہے لیکن جبکہ محسوسات کی سمجھ میں کمال رکھتی ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ اس کے درک میں  
 ایسے سنجیدہ امور آجائیں جو عاقبت میں نجات و منہدہ ثابت ہو سکیں۔  
 اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات غیر ممکن ہے۔ کیا تم نے حکمائے یونان افلاطون او  
 ان جیسے اوروں کے قصے نہیں سنے؟ اگرچہ وہ عقل معاشی میں ایسا اعلیٰ درجہ رکھتے تھے کہ  
 لوگ انہیں حکمائے الہی کہتے تھے۔ انہوں نے اپنے اخلاق و اقوال کو نہایت مہذب  
 شائستہ بنالیا تھا۔ یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ افلاطون کی بیٹھیک اکثر قبرستان میں ہوتی  
 تھی۔ اور اس قدر روتے تھے کہ ان کے رونے کی آواز تقریباً ایک میل کی مسافت سے سنی  
 جاتی تھی اور ہمیشہ ان کی گفتگو حکمت و موعظت سے لبریز ہوتی تھی۔

لیکن ان سارے کمالات کے باوجود توحید اور قدرت الہی کے علم سے آخر تک  
 قاصر رہے۔ ان کا قوا تھا کہ ممکن نہیں کہ واحد (باری تعالیٰ) ایک آن (ساعت) میں  
 ایک چیز کے علاوہ کچھ اور بھی پیدا کر سکے۔

اور کہتا تھا کہ پہلے پہل خداوند تعالیٰ نے عقل اول کو پیدا کیا پھر اس کی مدد سے فلک اطلس یعنی عرش کو پیدا کیا ہے۔ پھر دونوں کی مدد سے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔ اور اس نے حشر اجساد اور قیامت کے دن جنت اور دوزخ کے ہونے کا صاف انکار کر دیا ہے۔

اسی طرح سب حکمائے یونان عالم کو قدیم مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس پر فطاری نہیں ہو سکتی۔ ان میں سے بعض کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت ایمان بھی جب پہنچی تو کہنے لگے کہ ”ہم تو پہلے ہی مہذب اور روشن خیال ہیں ہمیں ایسے شخص کی کوئی ضرورت نہیں جو ہمیں تہذیب سکھائے، اس طرح سے وہ اس سعادتِ آخری سے محروم رہے جو نبی کے قلب پر بیخود یقین اور تصدیق کرنے کے ساتھ وابستہ ہے۔

اسی طرح تمہارا یہ کہنا کہ عقل معاشی محسوسات کے ادراک میں کامل ہے۔ یہ بھی مندرجہ ذیل اس لیے کہ ہم مثالوں سے واضح کر دیں گے کہ اس میں بھی عقل معاشی گم ہو جاتی ہے۔ مثلاً ستاروں کی تاثیرات محسوسات میں سے ہے لیکن عقل بہرگز اس بات کو نہیں جانتا سکتی کہ ان کے اثر کی وجہ کیا ہے اور ہر ایک کے ساتھ جو اثر مخصوص ہے یہ کیوں کر ہے۔ اسی طرح سے معدنی دہانیں اور نباتی جڑی بوٹیاں ہیں کہ عقل اگرچہ افلاطونی ہو۔ بچھناک کی زہرتیا اور جدوار کی تریاقیت کی وجہ معلوم کرنے سے عاجز ہے۔ کیا تم اپنے عقل سے بنسلوچن اور چندن کی سردی اور سیاہ مرچ اور لونگ کی گرمی دریافت کر سکتے ہو؟

پھر نظر عقل کو ذرا اور آگے وسعت دو اور اس پتھر کو دیکھو کہ جب اس پر فولاد رگڑا جائے..... تو اس سے آگ کی چنگاریاں نکلنے لگتی ہیں جس کو چلمک کہتے ہیں اور سوچو کہ یہ آگ پتھر کی ہے یا فولاد کی یا دونوں کی۔ حالانکہ یہ سب صورتیں مندرجہ ذیل ہیں اور پوچھ، جن کو تجربہ کھلم کھلا باطل کر دیتا ہے۔ اور کیا عقل قطب شمالی کے ساتھ مقناطیس کو جو عشق ہے اس کا بھید کھول سکتی کہ یہ عشق اور چاہ، اس مقناطیس پتھر کے طرف سے ہے یا قطب شمالی سے یا

دونوں اس میں گرفتار ہیں۔“

اور کیا وجہ سے کہ مقناطیس کے ساتھ سوئی پھرتی رہتی ہے؟ اگر اس بات کا تجربہ چاہو تو ایک سوئی کو تانے کی طشت میں رکھو اور مقناطیس کو طشت کے نیچے گھماتے رہو تو پھر یہ تماشہ دیکھ لو گے کہ سوئی کیسے ناچتی ہے اور کیسے مقناطیس کے گھمانے سے سوئی گھومتی رہتی ہے۔

اور کیا عقل جان سکتی ہے کہ تنکے اور خشک گھانس کو جو کہہ باکھینچتی ہے اس کا سبب کیا ہے۔ اگر اس کو بھی آزمانا چاہو تو ایک تنکے کو کہہ باکے سلسلے رکھ دو تو یہ بھی دیکھ لو گے کہ کیسے تنکا اڑ کر کہہ با سے حمیٹ جاتا ہے۔

اور کیا تمہاری عقل مان سکتی ہے کہ نر کھجور کے پیڑ کی طرف مادہ کھجور کے جھک جانے کا کیا سبب ہے؟ حالانکہ یہ سارے امور دیکھے ہوئے اور مشاہدات میں سے ہیں۔ اور کیا تم جان سکتے ہو کہ نظر بدنگ جانے اور سحر کے تاثیر کرنے کا کیا سبب ہے، حالانکہ یہ دونوں ثابت اور حق ہیں جن کا نصوص میں بھی ذکر ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ فن سہیت کے علماء نے اپنے دلائل و براہین سے زمین کی کر دیتہ (گول ہونا) ثابت کیا ہے۔ جغرافیہ کی کتابیں اور سیاح بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور سب سے قوی دلیل اس پر یہ ہے کہ جس وقت ہندوستان میں سورج کا طلوع ہوتا ہے اس وقت امریکہ میں غروب ہوتا ہے اور وہاں کے طلوع کے وقت یہاں آفتاب غروب ہوتا ہے۔ (یہ سب ہی ہو سکتا ہے کہ جب زمین گول ہو)

اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ زمین ہوا میں معلق ہے اور آسمان اس کے چہار طرف سے پانسو برس کی مسافت پر دور واقع ہے۔ جیسا کہ نصوص سے ثابت ہے۔ اب کیا عقل کے ذریعہ ایسی بھاری اور بوجھل اجسام ارضیہ کا بغیر کسی ستون کے ہوا میں لٹکا ہوا رہنا سمجھ میں آ سکتا ہے؟ لیکن وہ دلیل جو فن سہیت میں مذکور ہے کہ زمین کے درمیان ایک ایسا جاذب رکھینے والا ہے جو سارے اجزائے زمین کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے تو وہ دلیل بیکار ہے۔ ہمارے مدعا سے سروکار نہیں رکھتی۔

ہم کہتے ہیں مان لیا کہ اس جاذب نے جمیع اجزائے ارضیہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔  
لیکن کل زمین اپنے جاذب اور مجذوب یعنی اتنے بڑے سمندروں اور بھاری پہاڑوں  
کے ساتھ بغیر ستون کے ہوا میں کیسے قائم رہ گئی ہے۔

اس کے جواب میں یہ کہنا کہ پوری زمین کو کواکب (تارے) سماویہ اپنی طرف  
کھینچ رہے ہیں۔ تو یہ دلیل ظنی ہے۔ مفید لائق نہیں۔ اس لیے کہ احتمال ہے کہ ان  
کواکب میں قوت دفاغیہ (دفع کرنے کی طاقت) ہو جو جہات ستہ (ہر طرف) سے  
روک رہے ہوں جس کی وجہ سے ہوا میں لٹک رہی ہو۔

اگر تم کہو کہ ایسا نہیں ہے۔ ہم کہیں گے اگر اندفاع صحیح نہیں ہے تو پھر انجذاب  
کی صحت کیونکر تسلیم کریں اور اگر اندفاع کو مان لو تو ہم کہیں گے کہ اس صورت میں احتمال  
آگیا اور اعتماد زائل ہوا۔

اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ زمین ہوا میں جذب کواکب یا ان کے دفع  
سے قائم ہے لیکن ذرا نظر آگے بڑھاؤ اور دیکھو کہ پوری زمین خود کواکب جاذبہ یا  
دافعہ کے ساتھ اور پھر ایک آسمان ان چیزوں کے ساتھ جو دوسرے آسمان تک اس  
میں ہیں۔ یونہی ساتوں آسمان کرسی تک، یہ سب کیسے قائم ہیں اور یہاں پر کون سا  
اندفاع ہے اور اس میں کیا انجذاب ہے۔

اس مقام پر پہنچ کر (بعد از خرابی بسیار) اگر ہوش سنبھال لیے اور کہہ دیا کہ  
اس پورے مجموعہ کا قائم رہنا حق سبحانہ و تعالیٰ کے امر سے ہے۔  
ہم کہیں گے صحیح ہے۔ لیکن ابتدائے کار سے اس کو کیوں نہیں مان لیا۔ تاکہ  
اس ساری دردسری سے چھٹکارا ہوتا۔

اور حقیقت میں یہی طریقہ اسلم اور استوار ہے۔ اس لیے وہ قادر جو ساتوں آسمانوں  
کو ہوا میں سنبھال سکے کیا وہ اتنی قدرت نہیں رکھتا کہ صرف زمین کو ہوا میں لٹکار کھے۔  
باوصف اس کے کہ زمین کی تین چوتھائیوں کو دریائے شور گھیرے ہوئے ہے! اور سمندر  
بھی زمین کی کروٹیہ کی بنا پر گروی (گول) ہے اور پانی بالطبع سیال (بہنے والا) ہے

جو کر دی شکل پر قائم نہیں رہ سکتا۔ تو اب بتائیے کہ پانی ہوا میں اس کر دی شکل کے ساتھ کیسے ٹھہرا ہوا ہے؟

جس شخص میں تفکر کا مادہ ہو اور وہ آسمان اور زمین پر ایک دفعہ نگاہ عبرت و ڈرائے تو وہ اس قسم کے بہت سے امثال پاسکتا ہے۔

سُبْحَانَكَ مَا خَلَقْتَ هَذَا بَابِلًا ۝

”پاک ہے تیرے لیے تو نے ان چیزوں کو عبث (بیکار) پیدا نہیں کیا۔“

پس اس سے جو ہم نے ذکر کیا ثابت ہوتا ہے کہ عقل معاش جب محسوسات ذہنیہ کی سمجھ سے عاجز ہے تو معقولاتِ اخرویہ ایسی عقل کے ذریعہ کیسے دریافت کیے جا سکتے ہیں۔

اگر تم کہو کہ ستاروں کی تاثیرات، جڑی بوٹیوں اور دھاتوں کی خاصیتیں، پتھر سے آگ کا نکلنا۔ مقناطیس کا قطب شمالی اور لوہے سے عشق، کہربا کا تنکے کو کھینچنا، مادہ کھجور کا رکھجور کی طرف جھک جانا، زمین کا ایسے بوجھل ہونے کے ساتھ ہوا میں قائم رہنا، غرضیکہ یہ ساری باتیں جو مذکور ہوئیں سب کی سب حق تعالیٰ کی تقدیر اور امر سے ہو رہی ہیں اور خداوند تعالیٰ نے ہی ان اشیاء میں یہ تاثیریں اور خاصیتیں رکھی ہیں۔ اگرچہ ہماری عقل ان کو سمجھ نہیں سکتی۔

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں۔ ٹھیک ہے۔ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور تصدیق کرتے ہیں کہ ساری باتیں حق تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ اور حکمتِ کاملہ کے کرشمے ہیں اور یہی ہمارا مدعا و عین مقصود ہے۔ لیکن سوچنا چاہیے کہ خداوند تعالیٰ کی قدرت جب ہمیں یہیں ایسے عجیب و غریب امور جن سے ہماری عقلیں دنگ ہ جاتی ہیں دکھا رہی ہے تو کیا ایسی قدرت کا ملکہ ان امورِ آخرت کو جو ہماری عقل کے احاطہ سے باہر ہیں وجود میں نہیں لاسکتی؟

اگر اس بات کو مان لو تو بس نزاع اٹھ گیا اور مقصود حاصل ہوا۔ اور اگر اس پر بھی نہ مانو تو اس کا کیا علاج ہے۔ یہ سراسر سبٹ دھرمی اور تعصب ہوگا بلکہ



## فصل

برادر عزیز! جب اس عقل کے فساد اور قصور کو دیکھ چکے اور امور آخرت میں اس کی کم مائیگی کو جان چکے۔ تو اب اسے بے کار ہی رہنے دو اور کسی کام میں اس کی اطاعت نہ کرو۔ اور جب تمہیں اس کے قصور اور فتور کا یقین ہو گیا ہے تو خدارا اس کی پیروی کرنے سے پرہیز کرو اور اس کے مقدمات بنانے اور نتائج نکالنے کے داؤ سے بچے رہو۔ کیونکہ یہ تمہیں گمراہ کر کے فخرِ جہنم میں گھسیٹ لے جائے گی اور خدارا رسولؐ کے اوامر (احکام) اور وعدہ و وعید کے مقابلہ میں کبھی اس عقل ناقص کے مقدمات کو مت لانا۔ اس لیے کہ کم بخت اور منحوس ہی غائب (آخرت) کو حاضر (دنیا) پر قیاس کیا کرتا ہے اور شیطان مردود کے دھوکوں سے تعلقین پاتا ہے۔

دہرا دہرا کر بار بار کہتا ہوں کہ کہیں اس کے پھندے میں پھنس کر اس کی تالعدی نہ کر بیٹھنا۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَصْلَهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ - (سج: ۱۹)

کیا تو نے اسے نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا لیا ہے اور اللہ نے اسے علم ہی پر گمراہ کر دیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے۔ پس اسے اللہ کے چھوڑ دینے کے بعد کون رہنمائی کر سکتا ہے۔

اور عقل اخروی کی پیروی کرو کہ وہ تمہیں صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرے گی۔ اس لیے کہ یہ عقل نورِ نبوت سے مستفاد ہے جو قلبِ مومن پر فیضِ الہی ہے اور یہی عقل اندھیرے میں چراغ کی طرح بیابان میں رہبر و رہنما کی طرح اور سڑے وقت میں مشکل کشا کے مانند ہے۔

پس ایسی عقل کی پیروی اپنے اوپر لازم کر رکھو اور جب تک کہ زندہ ہو کبھی اُسے ہاتھ سے نہ چھوڑو کہ یہی مہدکات میں نجات دہندہ، اور یہی باقیات صالحات اور صراطِ مستقیم کی طرف رہنما ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اصل میں اسلام کی بنا تسلیم و یقین کرنے، اور جن باتوں کی قرآن مجید نے خبر دی ہے ان کو بلا انکار و بلا طلب دلیل کے قبول کرنے پر ہے۔ اسی لیے انسان سے یہ سوال کیا جائے گا کہ یہ باتیں تم نے قبول کیں یا نہیں۔ اس کا سوال نہ ہوگا کہ تم نے اس پر دلیل بھی طلب کی یا نہیں۔

نبی میں سمجھ دار آدمی کو چاہیے کہ اسی بات کو مضبوط پکڑے جس کا سوال ہو۔ اور جس بات کا ذکر تک نہ آئے فضول اس میں زندگی گنوانے سے کیا حاصل۔ اور عقل اخروی اسی تسلیم اور یقین رکھنے کی پیروی و ہدایت کرتی ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی ارشاد فرمایا کہ:

فَاسْتَقِمُّ كَمَا أَمَرْتُ - (پا ۴: ۱۰)

”استقامت کیجئے جیسا کہ آپ کو امر کیا گیا ہے۔“

یہ نہ فرمایا کہ استقامت کیجئے اور جن باتوں کا آپ کو امر ہے ان کی دلیل بھی طلب کیجئے۔ حقیقت میں خداوند تعالیٰ کے امر کے سامنے دلیل طلب کرنا شیطان کی سنت (روش) ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے جب اس کو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سجدہ کرنے کے لیے امر کیا تو اس نے جواب میں کہا کہ ”بھلا میں اس کی تعظیم اور سجدہ کر سکتا ہوں حالانکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے“۔ بیوقوف! اپنی جہالت سے یہ نہ سمجھا کہ مٹی منبع فیوض و برکات سے ہے اور آگ معدن نقص و مہدکات۔

پس جبکہ تمہیں کہا جائے کہ کہو اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ (ایمان لایا میں اللہ پر) تو بغیر تردد و تاخیر کے زبان اور قلب دونوں کے ساتھ کہہ دو کہ ایمان لایا میں اللہ پر در آنحالیکہ وہ تمہارے کوئی اس کا شریک نہیں۔ اسی کا ہے ملک اور اسی کو منراوار ہے حمد۔ وہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ ایک اور اکیلا اور ایسا بے نیاز ہے کہ نہ خود کسی سے پیدا ہوا ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ اور اس کا کوئی سمجھنس

نہیں۔ وہ سننے والا، دیکھنے والا، جاننے والا، کلام کرنے والا، زندہ ہے، قائم رکھنے والا ہے وہ قادر ہے اور وہی اول و آخر ہے اور وہی ظاہر و باطن ہے۔ آخر اسمائے حسنیٰ تک۔ وہ ازلی وابدی ہے۔ اس کے ذات و صفات اور افعال میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس کے فرمان کی یہ شان ہے کہ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَكَ كُنْ فَيَكُونُ (پ ۲۴) جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا۔ پس وہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔

اور باری تعالیٰ کا جسم نہیں، اس لیے کہ جسمیت کو ترکیب لازم ہے اور باری تعالیٰ ترکیب سے پاک ہے اور جوہر بھی نہیں اس لیے کہ جوہر جسم کا جزو ہے اور جبکہ وہ جسم نہیں تو جوہر کیسے ہو سکتا ہے۔

اسی طرح سے باری تعالیٰ نہ کسی مکان میں ہے نہ کسی زمانہ میں اس لیے کہ مکان ضرور مکین کے ساتھ مماثل ہوتا ہے اور مس بغیر جسمیت کے نہیں ہو سکتا۔ جس سے باری تعالیٰ منزہ ہے۔

اور اس پر کوئی زمانہ نہیں گزرتا۔ کیونکہ زمانہ نام سے رات دن کے یکے بعد دیگرے آنے کا۔ اور اس بارگاہ قدس میں رات و دن کا گزر نہیں بلکہ وہ خود زمانہ کا خالق ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (پ ۲۵) (۳: ۴۶)

اس کے مثل کوئی شے نہیں اور وہ شنوا اور بینا ہے۔

اور وہ ایسی ذات ہے کہ اس کے ذات و صفات اور اسرار افعال و احکام میں اولیں و آخرین کے عقول، حیران و سراسیمہ ہیں۔

اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو اَمَنْتُمْ بِمَلَائِكَتِنَا (میں ملائکہ پر ایمان لایا ہے) تو اسی طرح سے کہہ دو کہ میں اللہ تعالیٰ کے ملائکہ پر ایمان رکھتا ہوں جس طرح سے کہ وہ اللہ کے علم میں ہیں خصوصاً ان میں سے مقربین اور حاملین عرش پر آسمانوں میں تسبیح کرنے والوں پر۔ اور یقین رکھو کہ ملائکہ گناہوں سے پاک ہیں۔ کھانے اور پینے اور زرمادہ ہونے سے بری ہیں۔ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (پ ۲۸) (۱۹: ۷۸)

وہ حق تعالیٰ کی کبھی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں امر کیا گیا ہے۔  
 اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو اٰمَنْتُ بِکِتَابِ اللّٰهِ (میں اللہ کی کتابوں پر  
 ایمان لایا ہوں) تو اسی طرح سے کہہ دو کہ میں ان سب کتابوں پر جو اللہ تعالیٰ کی جانب  
 سے انبیاء پر نازل ہوئی ہیں ایمان لایا اور اس پر کہ ساری کتابیں اس کلام قدیم ازلی  
 کی تفصیل ہیں جو حروف اور آواز سے منزہ ہے اور یہ سب کتابیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف  
 سے نازل شدہ ہیں۔

اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو اٰمَنْتُ بِرُسُلِہٖ (ایمان لاتا ہوں میں رسولوں پر)  
 تو کہہ دو کہ اسی طرح میں اللہ تعالیٰ کے کل رسولوں پر اول الانبیاء حضرت آدم علیہ السلام  
 سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم تک ایمان لایا ہوں خصوصاً  
 ان پر جو مقرب بارگاہ الہی ہیں۔ اور کل انبیاء معصوم ہیں یعنی ان سے کوئی گناہ سرزد  
 نہیں ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں توبہ مقبولہ کی توفیق دی ہے بر تقدیر اگر ان سے  
 کوئی لغزش صادر ہو جائے۔ اور وہ بہترین مخلوق اور اللہ کے بندوں میں برگزیدہ ہیں۔  
 انہوں نے تبلیغ رسالت میں کوتاہی نہ کی اور حق امانت ادا کر دیا۔ وہ راہ خدا میں شایان  
 شان کوشش اور حق جانفشانی بخوبی بجالائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے  
 بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ باوصف اس کے کہ نفس رسالت کے بارے میں  
 ہم ان میں فرق نہیں کرتے۔ باری تعالیٰ نے اپنے پاک کلام اور پیارے خطاب سے  
 ان کی عزت افزائی کی ہے اور اپنی تائید و نصرت سے ان کو غلبہ بخشا ہے۔ دنیا و  
 آخرت میں ان کے مدارج بلند فرمائے اور اپنے گنہگار ان امرت میں ان کو حق شفاعت  
 یعنی (سفارش) عطا کیا ہے۔ خاص کر اپنے فضل و کرم سے ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب (انبیاء) میں زیادہ فضیلت و بزرگی اور بلندی درجہ کے  
 ساتھ خاص و ممتاز فرمایا ہے، یہاں تک کہ آپ کو اپنا خلیفہ بنایا اور آپ کے قول و  
 فعل کو اپنے قول و فعل کا منظر قرار دیا چنانچہ ارشاد ہے کہ :-

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (پ ۹ ع ۱۶)

آپ نے نہ پھینکی (خاک کی مٹھی) جبکہ پھینکی بلکہ اٹھری نے پھینکی تھی۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ارشاد ہوتا ہے کہ :

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ لِّیُوحٰی (پ ۲: ۴: ۵)

(میں نہیں کہتے اپنی خواہش سے بلکہ وہ وحی ہی ہوتی ہے جو نازل کی جاتی ہے)

اور آپ کی متابعت کو اپنی محبت کا سبب گردانا ہے اور فرمایا کہ :

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاَتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّکُمْ اللّٰهُ (پ ۲: ۴: ۱۲)

”اے حبیب! ان سے (کفار قریش سے) کہہ دو کہ اگر اللہ کی محبت کا دعوے

ہے تو میری متابعت میں ثابت قدم رہو تو اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے گا“

اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور فرمایا کہ :

وَمَنْ یطیعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اطاعَ اللّٰهَ (پ ۲: ۴: ۸)

”جس نے رسول کی اطاعت کی تو درحقیقت اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

اور آپ کے نور کو سب مخلوقات سے ادل پیدا کیا اور آپ ہی کے نور سے زمین و آسمان

پیدا کیے۔

حضرت آدم اور ان کے بعد جو انبیاء ہیں سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حبیب

کے نیچے قیامت کے دن جگہ دی اور حضور کو شفاعت عظمیٰ کا منصب عطا کیا۔ یہاں تک

کہ انبیاء و مرسلین کو بھی آپ کی وسیع شفاعت میں داخل ہونے کا فخر بخشا اور آپ ہی

کے اعزاز سے آپ کی امت کو خیر الامم کے لقب سے سرفراز فرمایا اور باوجود کثرت

معاصی کے آپ کی امت کو مسخ ہونے اور دھنسنے سے محفوظ رکھا اور عام عذاب

سے نجات بخشی۔

یہ محض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و اعزاز کی وجہ سے آپ کی امت پر

انعام ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (پ ۲: ۴: ۱۸)

”اللہ ان کو عذاب میں گرفتار نہ کرے گا جب کہ آپ ان میں موجود ہیں“

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی پیاری عمر اور آپ کے پسندیدہ شہر کی قسم کھائی ہے کہ:  
 لَقَسْمُكَ اَنْتُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ لَعْنَةُكَ (پک ۵: ۵) اور لَا  
 اُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ (پک ۶: ۱۵)  
 ”اے نبی محبوب! قسم ہے آپ کی جان عزیز کی کہ بیشک کفار اپنے نشے میں  
 بکے ہوئے ہیں اور قسم کھاتا ہوں میں اس شہر (مکہ) کی درانحالیکہ آپ  
 اس میں موجود ہیں۔“

اور آپ کو اسی دنیا میں اپنے دیدار سے محفوظ و مکرم کیا اور اپنے حضور میں قربت کا  
 درجہ عنایت فرمایا۔ قولہ تعالیٰ:

ثُمَّ دَنَىٰ فَتَدَلَّىٰ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنَىٰ (پک ۶: ۵)  
 پھر قریب ہوئے پھر اتر آئے اور جب کہ گئے یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس  
 سے بھی زیادہ نزدیک ہو گئے۔

اس کے علاوہ وہ وہ بلند درجے، اعلیٰ مقامات اور اعزاز آپ کو حاصل ہوئے جو حدود  
 حساب و شمار سے باہر ہیں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرِ  
 مِنْ وَجْهِ الْمُنِيرِ لَقَدْ نَوَّرَ الْقَمَرَ  
 لَا يُكِنُّ التَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقًّا  
 لَعْدَا زُحْدًا بزرگ تُوْفِي قِصَّةً مُخْتَصِرًا

”اے صاحب جمال اور اے انسانوں کے سردار! تیرے ہی منور چہرے سے  
 چاند روشن ہوا ہے۔ تیری شایان شان تعریف ممکن نہیں۔ قصہ مختصر یہ ہے  
 کہ خدا کے بعد بزرگی تمہیں ہی رکھتے ہو۔“

اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو اَمَنْتُ بِالْيَوْمِ الْآخِرِ تو بغیر شک و شبہ اسی  
 وقت بے تاخیر اور بغیر کسی پس و پیش کے کہہ دو کہ میں روز قیامت پر ایمان لایا اور قیامت  
 کے واقعات اور مولناک مناظر پر یقین رکھتا ہوں اور اس بات پر کہ وہ دن بچاؤس ہزار

برس کے برابر ہوگا۔ اور حساب و کتاب اور صراط و سیران پر ایمان رکھتا ہوں۔ نیز جنت اور جنت کی نعمتوں پر جو ہمیشہ پابند رہیں گی اور نہروں اور قصور (مخلات) پر جو جنتیوں کو حسب مدارج اعمال محض اللہ کے فضل و کرم سے عطا کیے جائیں گے ایمان رکھتا ہوں۔ اسی طرح دوزخ کو ماننا ہوں اور دوزخ کی ان تکالیف و عذاب کی تصدیق کرتا ہوں۔ جس میں کفار ہمیشہ ابدالآباد تک اور فساق (گنہگار) اپنے گناہوں کی آلودگی سے پاک ہونے کے لیے مبتلا رہیں گے اگر کسی کی شفاعت سے ان کی دستگیری نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے اس سے نجات بخشنے۔ اور اس بات کو صحیح تسلیم کرتا ہوں کہ اللہ محض اپنے فضل و کرم سے اپنے بعض صالح بندوں کو قیامت کے ہولناک مواقع سے محفوظ رکھے گا اور عرش کے سایہ میں ان کو آرام کے لیے جگہ دے گا اور اتنا طویل دن ان کے لیے اتنے وقت کے برابر ہو جائے گا۔ جس میں دو رکعتیں نفل کی پڑھی جا سکیں۔ اس میں حیرت اور تعجب کی کیا بات ہے جبکہ باری تعالیٰ خود زمانے کا خالق ہے تو یہ بھی اس کے قبضہ قدرت میں ہے کہ جس کے لیے چاہے اس کو لمبا بنا دے اور جس کے لیے چاہے اسے کوتاہ کر دے۔ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ (پ ۱۴۴)

پس تم کو شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا چاہیے اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو اٰمَنْتُ بِالْقَدْرِ خَيْرٌ وَ شَرٌّ مِنْ اللّٰهِ تَعَالٰی (ایمان لایا میں تقدیر پر کہ خیر و شر حمد اللہ کی جانب سے ہے) تو تم کو اسی طرح سے کہنا چاہیے۔

اے راہ نجات کے طالبو! جاننا چاہیے کہ قدر کا مسئلہ علم کلام کے نہایت دقیق ترین اور پیچیدہ مسائل میں سے ہے۔ اور قدر پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے اسرار و حقیقت کی تلاش میں پڑنا بدعت ہے۔

اس لیے کہ عقل معاشی اس مسئلہ کی حقیقت پالینے سے قاصر ہے۔ اس لیے تم پر لازم ہے کہ اس بات کا پختہ یقین رکھو اور اس کو تسلیم کرو کہ خیر و شر کل اللہ کے قدر ارادہ سے ہی ہوتا ہے جس کو تمہارے تولد سے پہلے ہی اللہ نے مقدر کر لیا ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :-

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ - (پیتھ ۷۳)

” اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمہارے اعمال کو بھی۔“

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

أَرْبَعَةٌ تَكْتُبُ عَلَىٰ ابْنِ آدَمَ وَهُوَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ السَّعَادَةُ وَ  
الشَّقَاوَةُ وَالرِّزْقُ وَالْعُمُرُ (مشکوٰۃ بالفاظ مختلف)

” چار چیزیں ایسی ہیں جو ابن آدم پر اس وقت لکھی جاتی ہیں جبکہ وہ ماں کے

پیٹ ہی میں ہوتا ہے۔ سعادت، شقاوت، رزق، اور عمر۔“

لیکن اللہ تعالیٰ خیر سے راضی ہوتا ہے اور شر سے ناراض۔ یہی مقام ہے جہاں سے  
دلائل عقلیہ کے تابعین جو اللہ کی حکمتوں کے اسرار سے محروم ہیں ان کے پاؤں پھسل  
گئے ہیں اور کہہ بیٹھے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ شر کو پسند نہیں کرتا تو اس نے شر کو پیا ہی  
کیوں کیا اور اس کا ارادہ کیوں فرمایا۔ اور اسی محل میں ملحدین کی (اپنے عقول فاسدہ و  
دلائل کاسدہ کے اتباع کے موافق) کئی شاخیں بن گئی ہیں۔

پس جن لوگوں نے کہ شریعت کے دامن میں جینگل مارا ہے اس طرح پر کہ اللہ  
کے اسرار اور حکمتوں کو جو اللہ کے ملک اور ملک میں ہیں اسی کو سوئپ دیں اور اللہ  
کے قضا و قدر پر تسلیم و ایمان کا اقرار کیا ہے تو وہ نجات پانگے اور جنہوں نے اس کو باطل قرار  
دیا وہ ٹوٹے میں رہے۔

اور ان کا یہ کہنا کہ جب اللہ تعالیٰ شر سے ناراض ہے۔ تو اسے کیوں اس نے پیدا  
کیا اور کیوں کر اس کا ارادہ کیا؟ یہ اعتراض نہایت بیہودہ اور بی سفیہانہ ہے اس لیے  
کہ بندہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنے مالک سے اس کے اوامر و نواہی کے سبب دریافت  
کرنے لگ جائے۔ بلکہ اصل بندگی یہ ہے کہ اس کی ساری باتوں پر نچتے یقین رکھنے کے  
ساتھ اوامر پر نہایت مستعدی سے قائم رہ کر عمل درآمد کرتا رہے اور نواہی سے بچے  
اور سخت پرہیز کرتا رہے۔

اور درحقیقت اگر منظر غائر دیکھا جائے تو شر اس وقت شر اور بُرا ہے جب کہ



اس کا تعلق بندوں کے افعال سے ہو جاتا ہے لیکن اس تعلق کے قبل شر میں کوئی برائی نہیں۔ مثلاً بچھناک زہر قاتل ہے اور اس کا شر کھلا ہوا ہے لیکن اگر اس کی پیدائش پر نظر ڈالو تو اس میں کوئی شر نہیں۔ شر اور برائی جو اس سے نکلتی ہے وہ جب ہے کہ انسان اسے کھائے اور استعمال میں لائے لیکن جب تک کہ یہ جڑ زمین میں گڑھی ہوئی ہے تو اس میں نہ کوئی شر ہے اور نہ کسی قسم کا ضرر۔

شاید تم کہہ دو کہ پھر اس کی پیدائش سے آخر کیا فائدہ برآمد ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بہت فوائد ہیں۔ بعض بیماریوں کو اصلاح کے بعد نہایت فائدہ کرتا ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس میں اور بھی فوائد ہوں جن کا اب تک تجربہ نہ ہوا ہو۔ پس جس طرح سے لہ بچھناک کی پیدائش کے بارے میں حق تعالیٰ پر اعتراض کرنا سفاہت اور حماقت ہے۔ بالکل اسی طرح کفر اور گناہ کی پیدائش میں مکہ چینی نادانی اور جہالت ہے۔

اور دیکھو! سانپ کا زہر انسان کے لیے قاتل ہے لیکن خود ان سانپوں کے لیے سبب حیات ہے۔

ہوا انسان کے لیے سبب حیات ہے اور مچھلیوں کے لیے موجب ہلاک۔ اس کے بعد کوئی عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ اے پروردگار! تم نے ہوا کیوں پیدا کی۔ اس لیے کہ یہ ہوا تو مچھلیوں کے لیے ہلاکت کا سبب ہے؟“ اصل میں خالق سے یہ سوال نہیں کیا جاسکتا کہ تم نے یہ کام کیوں کر کیا (اس لیے کہ وہ حکیم ہے) البتہ بندے مورد سوال ہیں۔

اگر تم کہو کہ خیر! ہم نے تسلیم کیا کہ بچھناک اصلاح کے بعد فائدے رکھتا ہے اور سانپ کا زہر اگرچہ انسان کا قاتل ہے لیکن اسی سانپ کے لیے سبب حیات ہے۔ لیکن کفر و عصیان کا فائدہ پھر بھی سمجھ میں نہیں آتا۔

ہم کہیں گے کہ کفر و عصیان میں بھی بہت سے فوائد ہیں جن کو باری تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا لیکن باعتبار ظاہر جو ہماری سمجھ میں آسکتے ہیں وہ گناہ

دیتے ہیں۔

(۱) ایک یہ ہے کہ کفر و عصیان اللہ کے علم (بردباری) کی بڑائی کا (جو اعداء کے ساتھ سے) پتہ دے کر سمجھ داروں کے لیے ایک درس عبرت کھول دیتے ہیں جس سے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس دنیا میں جب حق تعالیٰ کا علم اپنے دشمنوں کے ساتھ اس حد تک ہے تو اپنے دوستوں اور خاص بندوں کے ساتھ آخرت میں کہاں تک ہوگا۔

(۲) دوسرا یہ ہے کہ مسلمانوں کا امتحان ہو جائے کہ وہ اس دنیا میں کفار کی ثروت (آسودہ حالی) و نعمت اور مال و اولاد کو دیکھ کر کیا دل سے ان کے حال کی طرف مائل ہوتے ہیں؟ یا ثوابِ اخروی کی خواہش میں جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مہیا کر رکھا ہے اور اپنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی زبانی اس کا وعدہ فرمایا ہے۔ دنیا کے چند روزہ مصائب تکالیف پر صبر و شکر کرتے ہیں۔ اور یہ ایسا فتنہ عظیم ہے جس میں اکثر لوگ پھنسے ہوئے ہیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَحْسِبَ النَّاسَ أَنْ يَتْرُكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ  
وَلَقَدْ فْتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا  
وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ۔ (نپ ۱۳۴)

”کیا لوگوں نے — یہ خیال قائم کر لیا ہے کہ (محض) آمنا کہنے کی وجہ سے چھوڑ دیئے جائیں گے اور وہ فتنہ میں مبتلا نہ کیے جائیں گے اور البتہ اس سے پہلے بھی ہم نے لوگوں کو فتنہ میں ڈالا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اسپوں اور جھوٹوں کو جان لے۔“

(۳) تیسرا یہ کہ قیامت کے دن کفار کو گنہگار مومنوں کے لیے ندیہ کر دیا جائے گا جب کہ احادیث میں وارد ہے اور یہ اللہ کا مومنین پر بڑا احسان ہے۔

(۴) چوتھا یہ کہ اس صورت سے مومنین کو امورِ آخرت کی طرف شوق اور رغبت دلائی گئی ہے اور ان کے جذبات و حیات کو اس بات کی طرف برانگیختہ کیا اور ابھارا گیا ہے کہ دنیا کی نعمتیں اور ساسے دنیاوی امور کفار و فاسق کو سونپے گئے ہیں۔ تو جس

طرح سے کہ وہ کفار مشاغل دنیا میں منہمک اور محو ہیں اور اس معاملہ میں ہم (مومنین) ان کے ساتھ شریک نہیں۔ اس لیے مسلمانوں کی غیرت کا تقاضا یہ ہونا چاہیے اور ان کو سزاوار اور زیبا بھی یہ ہے کہ ہمہ تن امور آخرت میں مصروف اور منہمک ہو جائیں اور اس بات میں ان کو (کفار کو) اپنے ساتھ شریک نہ بنائیں۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ

الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَحَبْتَةُ الْكَافِرِ (جامع صغیر)

” دنیا مومن کے لیے جیل خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔“

(۵) پانچواں یہ کہ اسلام کا نور کفر و عصیان کی اندھیروں کے مقابلہ میں اور زیادہ روشن ظاہر ہو جائے۔ اس لیے کہ سب چیزیں اپنی ضدی کے ساتھ مقابلہ کرنے سے جانی جاتی ہیں۔ اور مسلمان اس حقیقت کو جان کر شکر کو اپنے اوپر لازم کر رکھیں کہ ان کو حق سبحانہ و تعالیٰ نے کفر و سرکشی سے نجات دی اور اسلام و ایمان کی نعمت عطا کی۔ پس اگر کفر نہ پیدا کیا جاتا تو نہ اسلام کی قدر کو جانا جاسکتا اور نہ اس کا شکر یہ ادا کیا جاسکتا۔

(۶) چھٹا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے غناء اور بے نیازی کا اظہار ہو کہ اس بے نیاز شہنشاہ کو مخلوق اور اس کے اعمال کی کوئی پروا نہیں۔ اس لیے کہ اگر اُسے بندوں کی اطاعت میں منفعت ہوتی اور کفر و معاصی میں مضرت تو ضرور وہ اپنے اکثر بندوں کو کفار نہ پیدا کرتا۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :

إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (نہ ۱۳۶)

” تحقیق اللہ کل مخلوقات سے غنی اور بے نیاز ہے۔“

(۷) ساتواں کفر کے پیدا کرنے سے یہ مقصد ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کے دوستوں کو نعمتیں دے کر اور ان کے دشمنوں کو عذاب میں مبتلا کر کے انبیاء علیہم السلام کے بڑے مرتبے اور شرف کو ملائکہ اور باقی مخلوق پر ظاہر کرتا ہے۔ اور کیا اچھا کہا گیا ہے فارسی میں

برائے دوستش جنت بہا دشمنش دوزخ خدائے او مقرر ساخت تا قدر و رادانی

کفر و عصیان میں اس کے علاوہ اور بھی منافع ہونگے جن کو ہم نہیں جانتے :-

وَمَا يَكْفُرُ لَكُمْ يُؤَدُّ رَبُّكُمْ إِلَّا هُوَ (پ ۱۵۴)

” اللہ کے عسکر اسرار کو اللہ ہی جانتا ہے۔“

نوٹ: مسئلہ تقدیر کو رسالۃ التنبیہ کے نام سے آخر کتاب میں علیحدہ بیان کیا جا گا اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو اَهْدَتْ بِالْبُعْثِ كَبَدًا الْمَوْتِ (موت کے بعد دوبارہ بعثت زندہ ہونے پر ایمان لایا ہوں) تو اسی طرح بلا تردد اور بلا طلب دلیل صاف کہہ دو اور عقیدہ رکھو کہ موت کے بعد اٹھنا حق ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس بات پر ایمان لانے بغیر ایمان کامل نہیں۔

جاننا چاہیے کہ بعثت بعد الموت کا مسئلہ ان مشہور مسائل میں سے ہے جو کفار اور مومنین کے درمیان مختلف فیہ ہیں۔ کفار پچھلے زمانے سے لے کر اب تک اس کا انکار کرتے چلے آئے ہیں۔ اس لیے کہ ان کی ناقص عقلیں عدم کے بعد وجود کا انکار کر دیتی ہیں۔ اور مسلمان سچیدہ تعالیٰ بَعَثَ لِبُعْثِ الْمَوْتِ كَابِهَاتِبَاعِ فَرمودہ الہی اعتراف کرتے ہیں۔ ارشاد الہی ہے:

قَالَ مَنْ يَحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا  
أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ (پ ۳۶)

” انسان کہتا ہے کہ ان ہڈیوں کو درآئیں گے وہ گل گئی ہوں کون زندہ کرے

گا۔ کہہ دیجئے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہ وہی خدا سے زندہ کر دے گا

جس نے اسے پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر ایک چیز کی صانع کو جانتا ہے۔“

مسلمان کہتے ہیں کہ جس ذات کی یہ شان ہو کہ وہ پہلے پہل مخلوق کو عدم محض

سے پیدا کر سکے وہ بطریق اولیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اسے دوبارہ پیدا کر دے۔

اگر بنا بر مذہب ماورین (نیچری یا دہریہ) یہ کہا جائے کہ ساری خلقت ابتداء

والدین کے نطفہ سے ہی پیدا ہوتی چلی آ رہی ہے۔ عدم محض سے پیدائش نہیں ہو سکتی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اچھا پھر تبتلایے کہ ہم سب کے باپ حضرت آدم

علیہ السلام کس نطفہ سے پیدا کیے گئے۔

اگر تم کہو مٹی سے۔ ہم کہیں گے ٹھیک ہے مردوں کو بھی حق تعالیٰ مٹی سے اسی طرح پیدا کر دے گا۔

اچھا! ملائکہ، جن، اور عالم ارواح کس نطفے سے پیدا کیے گئے ہیں؟  
اگر تم کہو گے کہ نور یا نار کے مادے سے۔ ہم جواب میں عرض کریں گے۔ صحیح فرمایا بالکل اسی طرح سے حق سبحانہ و تعالیٰ بلحاظ اعمال بعض مردوں کو نور کے مادہ سے اور بعض کو آگ کے مادہ سے زندہ کرے گا۔

وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (پتہ ۱۲)

”اللہ تعالیٰ ہر ایک شے پر قادر ہے۔“

مخلوقات کا بعث ان امور سے ہے جن کا خداوند تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے:

وَلَنْ يُخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدًا ۝ (پتہ ۱۳)

”اور اللہ تعالیٰ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرتا۔“

اور بعث بعد الموت ان مسائل ضروریہ اسلامیہ سے ہے جس کا قرآن شاہد ہے اور جس کے بارے میں احادیث صحیحہ تو اتر کی حد کو پہنچ چکی ہیں۔ اس لیے اس کا منکر اسلام کے دائرے سے خارج ہے۔ اس وجہ سے تمہیں چاہیے کہ ارشاد الہی اور فرمان مصطفوی کے اتباع میں نجات طلب کرو اور عقل افلاطونی کو چھوڑ دو کہ یہ تمہیں بھی ایسا ہی ہلاک کرنے کی جیسا کہ خود اسے ہلاک کیا تھا۔

## فصل

ان امور میں سے جو تمہیں عذابِ آخرت سے نجات دے سکتے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آل اور اصحاب کے شرف اور بزرگی کا پختہ اعتقاد رکھو اور ان کی محبت کی وجہ سے لازم جانو اس لیے کہ حضور نے اپنی امت کو اپنی پاک و پسندیدہ آل اور پرہیزگار و برگزیدہ اصحاب کی محبت کے لیے نہایت شوق دلایا ہے اور برا نگینہ کیا ہے۔

ان کے شرف اور حقوقِ عظیمہ کے بارے میں نصوصِ قرآنیہ اور صحیح احادیثِ نبویہ اس کثرت سے وارد ہیں جن کا بیان نہیں کیا جاسکتا۔ گویا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علمِ الہی سے جان لیا تھا کہ امت کا ایک حصہ ان دونوں برگزیدہ جماعتوں میں سے ایک کے ساتھ بغض رکھے گا۔ جس کی بنا پر آپ نے اس قدر ترغیب فرمائی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک فرقہ ایسا ہے، جو آل سے تو محبت کرتے ہیں۔ لیکن اصحاب کے ساتھ سخت بغض رکھتے ہیں۔ اور ان کی شان کو کم کر دیتے ہیں۔ اس گروہ نے اپنا نام شیعہ علی (یعنی طرفدارانِ علیؑ) رکھ لیا ہے اور یہی روافض ہیں۔ یہ لوگ اصحابِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور ان پر بہت سی ایسی باتوں کی تہمت لگاتے ہیں۔ جن سے وہ فی الحقیقہ بری ہیں۔

ہم اہل سنت و جماعت ان کی براءت اور حسنِ عاقبت پر دو عادل گواہ پیش کر سکتے ہیں یعنی اللہ اور اللہ کا رسولؐ۔

حق سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ  
رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ  
اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيَّمَا هُمْ فِي وَجْهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ (پ ۲۶ ع ۱۲)

”محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کفار کے حق میں سخت اور آپس میں نرم دل ہیں (اے مخاطب) تو ان کو رکوع اور سجدہ کی حالت میں ہی دیکھتا ہے۔ وہ اللہ کا فضل اور خوشنودی طلب کرتے ہیں۔ سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر نشانیاں ہیں۔“

اور ارشاد ہے کہ :

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ  
فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ - (پ ۲۶ ع ۱۱)

”تحقیق اللہ مسلمانوں سے راضی ہوا جبکہ وہ تم سے درخت کے تلے بیعت کر

رہے تھے۔ پس اس نے جو ان کے دلوں میں ہے جان لیا۔ پھر ان پر اطمینان  
نازل فرمایا۔“

اور ارشاد ہے :

وَالسَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ وَنُورٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ  
اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ  
حَبِيبًا تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ (پ ۲۶)

” اور پہلے پہل سبقت کرنے والے مہاجرین اور انصار اور جنہوں نے ان کی اخلاص  
کے ساتھ پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہے اور وہ سب اللہ سے خوش اللہ  
نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے تلے نہریں بہتی ہیں۔“  
جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی، مہاجرین، انصار اور ان کے باخلاص متبعین  
کے لیے ظاہر فرمائی ہے تو اس آیت نے اس بات پر صحاف دلالت کی کہ اللہ کی خوشنودی  
صرف ان کے لیے ہے اور ان کے لیے ہے جو ان کے بعد جہلائی اور محبت کے ساتھ ان  
کے تابع ہوئے۔

لیکن وہ لوگ جو ان کے بعد ان کے ساتھ بغض اور ناشکری سے پیش آئے تو وہ  
کبھی اللہ کی خوشنودی کے مستحق نہیں ہو سکتے۔  
ہیں اللہ کی خوشنودی کافی ہے اعداءِ الہی کے غصہ کی ہمیں کوئی پروا نہیں۔

اور ارشاد الہی ہے کہ :

” لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلًا أُولَٰئِكَ أَكْبَرُ  
دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا وَلَا وَاللَّهِ  
الْحُسْنَىٰ (پ ۱۷۴)

تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے فتح (مکہ) کے بعد خرچ اور قتال کیا ہے ان  
لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح کے پہلے خرچ اور قتال کیا ہے۔  
یہ لوگ از روئے درجہ و اجر بہت بڑے ہیں اور اللہ نے سب سے نیک وعدہ

کیا ہے؟  
انصاف کی نظر سے وَاَعِدَّ اللَّهُ الْمُحْسِنِينَ جملہ کی طرف دیکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ  
”حسنی“ باتفاق مفسرین ”جنت“ ہے۔ اور ”کَلَّا“ (سب) کا لفظ نہایت بلند آہنگی  
سے پکار کر کہتا ہے کہ ”صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب اہل جنت سے ہیں۔“  
اس آیت کریمہ سے وہ شبہ بھی دفع ہو جاتا ہے جس کو شیطان نے اپنے دوستوں کے  
دلوں میں آراستہ کر دکھایا ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اللہ تعالیٰ ان کی محبت  
پر ہمیں زندہ رکھے اور قیامت کے دن ان کی جماعت میں اٹھائے (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کی وفات کے بعد سوا ایک چھوٹی جماعت کے جو کُل کے کُل شمار میں سات ہیں سب کے  
سب اسلام کے راستہ سے منحرف ہو گئے اور ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گئے (معاذ اللہ)  
اس لیے کہ جن لوگوں کا مال (انجام) رب العالمین کی شہادت سے جنت قرار پائے تو ایک  
مسلمان یہ گمان کیوں کر سکتا ہے کہ وہ عیاذاً باللہ مرتد ہو کر مرے۔

اور وَعَدَّ اللَّهُ کے لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اصحاب کو یہ بشارت  
وعدہ ہائے الہی سے ہے اور خود اللہ کا ارشاد ہے کہ:

وَعَدَّ اللَّهُ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ - (پا ۴۶)

”اللہ اپنے وعدوں کا خلاف نہیں کرتا۔“

اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ  
فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيُنصِرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أَلَيْسَ لَهُمُ الصَّافِقُونَ  
وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدِّينَ الْإِسْلَامَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا  
يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ  
وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَحْنًا لِنَفْسِهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَفْعُوتُ  
وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ لَقَوْلُنَا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ  
سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ



رُؤْفٌ رَحِيمٌ ۝ (پ ۲۶)

” (مالِ غنیمت) ان محتاج مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکالے گئے ہیں جو اللہ کے فضل و رضا مندی کے طلبگار ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے ہیں۔ (اور نیز مالِ غنیمت) ان کے لیے ہے جنہوں نے (مہاجرین کے آنے سے پہلے) مدینہ میں اور ایمان میں قرار پکڑا دوست رکھتے ہیں اس کو جو ان کی طرف ہجرت کرتا ہے اور نہیں پاتے اپنے دلوں میں کوئی غرض (یا کوئی خلش) اس شئی کی طرف جو مہاجرین کو دے دی جائے اور ان کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں۔ اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔ اور جو بچاتا ہے اپنے نفس کو بخل (یا حرص) سے تو وہی لوگ کامیاب اور فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو لوگ ان کے بعد آئے کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ایمان لانے والوں کی بابت ہمارے دلوں میں کینہ نہ ڈال۔ اے ہمارے رب تو بڑا شفیق و مہربان ہے۔“

حق تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو تین فرقوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک فرقہ ان مہاجرین کا ہے جو اپنے وطن اور مال سے محض اس لیے نکالے گئے کہ وہ اللہ کے فضل و رضا مندی کے طلبگار تھے اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کے خواہاں۔ پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس گروہ کا وصف اس طرح بیان فرمایا کہ یہ لوگ اپنے قول و فعل میں صادق ہیں اور انہیں کی طرف اس آیت پاک میں اشارہ ہے کہ:

فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ  
وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ (پ ۶۷)

” جو اللہ اور رسول کا کہا مانتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء صدیقین، شہداء اور صلحاء۔“

تو ان کا درجہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے بعد ہی ہے۔

دوسرا فرقہ انصار کا ہے جنہوں نے مہاجرین کے آنے سے پہلے مدینہ میں قرار پکڑا

اور ایمان کو اپنے دل میں جگہ دی۔ اللہ نے ان کا وصف اس طرح بیان فرمایا کہ یہ گروہ  
مہاجرین سے محبت رکھتے ہیں۔

وَلْيُؤْتِرُوا عَلٰی الْفِسْهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (پ ۴۴)

اور ان کو اپنی جانوں پر مقدم سمجھتے ہیں۔ اگرچہ خود فقر و فاقہ میں ہی ہوں۔  
اللہ نے ان کو اپنے نفسوں کے حرص و بخل سے بچالیا اور وہی لوگ کامیاب ہوئے  
جن کی طرف آیت مذکورہ میں "شہدا" کے لفظ سے اشارہ ہے اور ان کا درجہ صدیقین  
کے درجہ کے بعد ہے۔

تیسرا فرقہ ایسا ہے جو مہاجرین اور انصار میں سے نہیں ہے اور ان دونوں جماعتوں  
کے بعد آیا ہے جن کے لیے "حسنی" (جنت) اور بلند مراتب نے آخرت میں سبقت  
کی ہے۔ لیکن یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں :-

رَأَيْنَا غُفْرَ لَنَا وَكَلِحُوا إِنَّا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِكَ اِيْمَانٍ (پ ۴۵)

"اے ہمارے رب! ہم کو اور ان کو جنہوں نے ایمان میں ہم سے سبقت کی ہے  
بخش دے۔"

یہ جماعت اپنے لیے اور اپنے ان بھائیوں کے لیے جو ان سے پہلے ایمان لایا ہے ان کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں اور  
کہتے ہیں: "اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں میں مومنین کے لیے کینہ نہ ڈال۔"  
پس اس وجہ سے کہ یہ لوگ صالحین اولین سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے لیے  
مغفرت طلب کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں دعائیں مانگتے ہیں کہ "اے اللہ ہمارے  
قلوب میں ان کے بغض، کینہ، اور عداوت کو جگہ نہ دے" تو ان کا حق تعالیٰ نے یوں  
وصف کیا ہے کہ "اللہ ان پر رحیم اور نہایت مہربان ہے۔" اور انہیں کی طرف آیت  
مبارکہ میں صالحین کے لفظ سے اشارہ فرمایا ہے۔ ان کا درجہ شہداء کے درجہ کے بعد ہے۔  
پس مہاجرین اولین اتنے بلند مراتب سے اسی وجہ سے ممتاز ہوئے کہ حضور اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مٹے ہوئے تھے اور انصار درجات عالیہ سے بھی سرفراز  
ہوئے کہ حضور اکرم اور مہاجرین کی محبت سے سرشار تھے۔ اور باقی امت مرحومہ حق سبحانہ و تعالیٰ

کی رافت و رحمت کی اسی وقت مستحق ہوئی جبکہ ان سب کی محبت کو انہوں نے حزرِ جاں  
نمایا۔ اس لیے وارد ہے کہ :

أَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ (ترمذی شریف)

” آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت رکھتا ہوگا۔“

لیکن وہ لوگ جو کہ نہ مہاجرین میں سے ہیں نہ انصار میں سے اور نہ ان لوگوں میں  
سے جو صحابہ کرامؓ سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں بلکہ ایسے  
لوگ ہوں جنہوں نے کینہ، بغض اور عداوت کو اپنا دین اور طریقہ بنا لیا ہو اور لعن و طعن و ایذاء اللہ  
اور اصحاب رسول اللہ کو اپنی عادت و عبادت سمجھتے ہوں۔ پس تم ان کے بارے میں  
کیا خیال کرتے ہو؟ کیا آخرت میں ان کا کوئی حصہ ہو سکتا ہے؟ یا وہ دوزخ سے چھٹکارا  
پا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں!!

كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَجُوبُونَ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا  
الْبَحِيمِ ثُمَّ يُقَالُ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِبِ تَكذِبُونَ۔ (نہ ع ۸)

” بیشک وہ اپنے رب کے ویدار سے اس دن آڑ... میں (یعنی محروم)  
ہوں گے۔ پھر وہ ضرور دوزخ میں داخل ہوں گے۔ پھر ان کو کہا جائے  
گا کہ یہی تو ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔“

دوسرے گواہ ان کی برأت اور بہتری عاقبت پر حضور اکرمؐ میں حضور کا ارشاد  
ہے :-

إِنَّ اللَّهَ اخْتَارَنِي وَأَخْتَارَنِي أَصْحَابًا فَأَمِنْ أَحِبَّهُمْ فَجِبِّي أَحِبَّهُمْ  
مَنْ الْبُغْضُ فَيُبْغِضُنِي الْبُغْضُ

” اللہ پاک نے پہلے مجھے منتخب فرمایا۔ اور میرے لیے میرے اصحاب منتخب فرمائے

پس جو شخص ان سے محبت رکھتا ہے تو میری ہی محبت کی وجہ سے، اور جو ان سے

بغض رکھتا ہے وہ میرے ہی بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے بغض کو اپنے نفس کا بغض گردانا ہے اور

تم خود ہی انصاف کرو کہ جو (بدبخت) حضور سے بغض رکھے تو اسے کس طرح زیاد جائز

ہو سکتا ہے کہ وہ اسلام کا دعویٰ کرے۔

اور حضور اکرم فرماتے ہیں کہ:

أَصْحَابِي كَأَنْجُوْدِمِ بِيَأْتِيهِمْ إِقْتَدَايَتُمْ إِهْتَدَايَتُمْ - (مشکوٰۃ شریف)  
 ”میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی تم پیروی کرو گے ہدایت یاب  
 ہو گے۔“

اور فرماتے ہیں:

اللَّهُ، اللَّهُ، إِنْ أَصْحَابِي كَأَنْجُوْدِمِ وَهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِي فَلَوْ أَلْفُ أَحَدٍ  
 مِثْلَ أَحَدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مَدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ - (مشکوٰۃ شریف)  
 ”ڈرو اللہ سے۔ ڈرو اللہ سے میرے اصحاب کے بارہ میں۔ تم ان کو اپنے  
 اغراض کا آماجگاہ نہ بناؤ۔ اور اگر تم میں سے کوئی احد (پہاڑ) کے برابر سونا  
 اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو بھی ان کے (صحابہ کے) ایک چھوٹے پیمانے بلکہ اس  
 کے آدھے کے بھی برابر ہی نہیں کر سکتا۔“

پس جبکہ ان کے آپس کی شفقت و رحمت، ”اللہ کی ان سے رضامندی و خوشنودی“  
 .... ان پر سکینہ (اطمینان) کا نازل کرنا۔“ ان سے حسنیٰ یعنی جنت کا وعدہ کرنا۔ یہاں  
 تک کہ جو ان کی پیروی کرے وہ بھی اللہ کی رضامندی کو پائے۔ یہ سب باتیں جداگانہ  
 قرآن مجید سے ثابت ہوں۔ اور حضور اکرم نے اپنی امت کو ان کی شان میں خواص کرنے  
 (دخل دینے سے) نہایت سختی سے روکا ہو۔ ان کی خیرات کو دوسروں کی خیرات سے  
 ”چاہے وہ احد پہاڑ کے برابر سونا ہو“ بڑھ کر فرمایا ہو۔ ان کی محبت کو اپنی محبت اور ان  
 کے بغض کو اپنا بغض گردانتا ہو۔ ان کو امت کے لیے ستارے قرار دیا ہو اور ان کی پیروی  
 سے منزل مقصود کو پہنچیں) پس اے منصف! اس گروہ کے بارہ میں تیرا کیا خیال  
 ہے جو ان کا منکر ہے اور ان سے بغض رکھتا ہے اور ان کو گالیاں دیتا ہے بلکہ ان کے  
 لعن و طعن اور سب و شتم و تبریٰ کو اس نے رات دن کا وظیفہ بنا لیا ہے؟  
 قَاتِلَهُمُ اللَّهُ، إِنَّي لَأُؤْفِكُونُ۔ ”ہاں سے ان کو اللہ تعالیٰ کہاں جا کرے ہیں۔“

دوسرا ایک فرقہ ایسا ہے جو حضور اکرمؐ کی آل اطہار اور ذریت مطہرہ سے بغض و عناد رکھتے ہیں اور یہ وہی ہیں جن کو خوارج اور نواصب کہا جاتا ہے۔

حالانکہ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ:

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ (پہا ۶۱)

”کہہ دیجئے آپ کہ میں تم سے (کفار سے) تبلیغ رسالت پر کوئی اجرت نہیں مانگتا

مگر قرابت کی مودت (مانگتا ہوں)“

پس جبکہ عزیزوں اور قریبوں کی دوستی اور مودت کفار سے بھی مطلوب تھی تو کیا ایک بکے

مومن اور متقی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی مودت لائق و لازم نہیں؟

اور حضورؐ فرماتے ہیں کہ:

وَاللَّهِ لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ إِلَّا لِيْمَانٍ حَتَّىٰ يُحِبَّهُمُ اللَّهُ وَ

لِقَرَابَتِهِمْ مَتَىٰ - (صواعق محرقة)

”قسم ہے اللہ کی! کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ

اہلبیت سے اللہ کی وجہ سے، اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ رکھے“

اور حضورؐ نے حضرت حسنؑ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ:

اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأُحِبُّهُ وَأُحِبُّ مَنْ يُحِبُّهُ

”اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ تو بھی اسے دوست رکھ۔ اور دوست

رکھ اُسے جو اس سے محبت رکھتا ہے“ (مشکوٰۃ)

راوی کہتا ہے کہ یہ کہہ کر حضورؐ نے حضرت حسنؑ کو اپنے سینہ مبارک سے چپایا۔

اور حضورؐ فرماتے ہیں کہ:

مَنْ أَحَبَّ الْحُسَيْنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ

أَبْغَضَنِي - (صواعق محرقة)

”جس نے حسن اور حسین سے محبت رکھی تب تحقیق اس نے مجھ سے محبت کی اور جس

نے ان دونوں سے بغض رکھا پس تحقیق اس نے مجھ سے بغض رکھا۔“

اور فرماتے ہیں :-

حُسَيْنٌ قَبِيحٌ وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ أَحَبَّ اللَّهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا حَبِيبًا  
سَبَّطًا مِنَ الْأَسْبَاطِ (مشکوٰۃ)

حسین مجھ سے بہتر ہے اور میں حسین سے ہوں دوست رکھے اس کو اللہ جو دوست  
رکھتا ہے حسین کو اور حسین فرزند ہے (میرے) فرزندوں میں سے

اور حضور فرماتے ہیں کہ :

إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ الثَّقَلَيْنِ الْقُرْآنَ حَبْلُ اللَّهِ مُمْدُودٌ  
مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ وَعِزَّتِي أَهْلُ بَيْتِي وَلَنْ يَتَفَرَّقَا  
حَتَّى يَرِدَا عَلَى الْحَوْضِ (مشکوٰۃ مختصراً)

” میں تم میں اسے جن دانس دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ایک قرآن جو اللہ کی رسی  
ہے وہ آسمان سے زمین تک کھچی ہوئی ہے۔ دوسری اپنی اولاد یعنی اہل بیت  
کو اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض (کوثر)  
پر وارد ہو جائیں“

پس جس طرح کہ قرآن کی محبت ایمان کے ترازو کا ایک پلہ ہے۔ اسی طرح اہل  
بیت کی محبت اس کا دوسرا پلہ ہے اور ایمان کا ترازو ان دونوں پلوں کی برابری کے  
بغیر ہرگز قائم نہیں رہ سکتا۔ اور حضور نے فرمایا ہے کہ :-

مِثْلُ أَهْلِ بَيْتِي كَسَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَّى وَمَنْ تَخَلَّفَ  
عَنْهَا غَرِقَ (جامع صغیر)

” میری اہل بیت نوح کی ناؤ کی طرح ہے جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور  
جس نے تخلف کیا وہ غرق ہوا۔“

تَنْبِيهِ حَسَنٍ : حضور نے اپنے اصحاب کرام کو ستاروں سے تشبیہ

دی ہے اور اہل بیت طاہرہ کو حضرت نوح کی کشتی کے مانند قرار دیا ہے۔ اس میں یہ  
نکتہ ہے کہ کشتی ساحل مقصود کو جہی پہنچ سکتی ہے کہ ستاروں سے ہدایت یاب ہو۔

گویا کہ حضور نے نورِ نبوت سے جان لیا تھا کہ اُمت میں سے ایک قوم ایسی پیدا ہوگی جو اہل بیت کی محبت کا دعوے کرتی ہوگی۔ لیکن اصحاب سے بغض ان کا شیوہ ہوگا۔ اس لیے حضور نے فرمایا کہ جو "محبت اہل بیت" کی کشتی میں سوار ہونا چاہتا ہے۔ اس پر پہلے لازم ہے کہ "ہدایت اصحاب" کے ستاروں کی رہنمائی حاصل کرے تاکہ اس کے ایمان کی کشتی ساحلِ نجات پر جا پہنچے اور درجاتِ عالیہ کے کنارے جا سکے۔

اور جس نے ستاروں سے ہدایت یابی کو چھوڑ دیا۔ تو اس کی کشتی ڈوبنے اور ہلاکت کو جھانک رہی ہے۔ اس لیے کہ اس سمندر کی موجیں بڑی ہی ہلاکت آفرین و مصائب آگین ہیں جن سے بہت ہی کم مسافر بچ کر نکلتے ہیں۔

"مَعَادِرَةُ" : آلِ اطہر کے فضائل کے بارہ میں ہم نے جو اختصار برتا ہے یہ اس وجہ سے نہیں کہ اہل سنت کو ان سے محبت کم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم ان کی محبت کو ایمان کا ایک جزو جانتے ہیں۔ جس طرح سے کہ اصحاب کی محبت کو دوسرا جزو سمجھتے ہیں اور ہمارے اعتقاد کا ترازو و سجدہ تعالیٰ آلِ واصحاب دونوں کی محبت سے قائم و برابر ہے۔ اس قدر کہ کوئی ایک پلہ بھی جھکا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ اصل سبب اس کا یہ ہے کہ اس بیان کی ضرورت کم ہے۔ اس لیے کہ جو لوگ آلِ اطہر سے بغض رکھتے ہیں۔

أَحْيَانَا اللَّهُ تَعَالَى عَلَىٰ مَحَبَّتِهِمْ وَأَمَّا سَأَىٰ مَحَبَّتِهِمْ وَرَحْمَتِنَا  
مِنْ زَمَرَتِهِمْ

"حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اہل بیت کی محبت پر زندہ رکھے اور انہیں کی محبت پر مارے اور انہیں کی جماعت میں ہمارا حشر ہو۔"

ان خوارج کو حق تعالیٰ نے بفضلہ روئے زمین سے ہلاک کر کے اٹھا دیا ہے صرف ایک تھوڑی سی جماعت اطرافِ مین اور بحر فارس کے کناروں میں باقی ہے۔ برخلاف اس کے وہ لوگ جو اصحاب سے بغض رکھتے ہیں کل روئے زمین پر مشرق سے لے کر مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں اور اپنے اس خاص نفاق کی وجہ سے جس کو وہ لوگ "تقیہ" کہتے ہیں۔ اہل سنت و الجماعت سے مل گئے ہیں اور مختلف ہو گئے ہیں اور تقیہ ان کے

اصول مذہب میں سے ہے۔ دراصل یہی ان کے بکھر جانے اور انتشار کا قوی سبب ہے۔ اللہ انہیں ہدایت دے! اے میرے بھائی! خدا تمہیں ہدایت کی توفیق دے! جاننا چاہیے کہ آل و اصحاب سے بدگمان ہونا (اللہ نہیں اس سے بچائے) خود حضور اکرم سے بدگمانی ہے۔ اور ان کی تعقیص خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعقیص ہے (پناہ بخدا) یہ اس وجہ سے کہ جو شخص اپنے ایسے محبوب ترین آل و اصحاب کو (جو اسے سب لوگوں سے زیادہ پسندیدہ ہوں)..... اور آپ کی موافقت اور اتباع کمال کے ساتھ موصوف ہوں..... اور آپ کی محبت اور رضا مندی میں اپنی جانیں اموال، اور اولاد بیدریغ خرچ کرتے ہوں) اللہ کے عذاب سے نجات دلانے پر قادر نہ ہو تو بھلا وہ اپنی امت کے تمام افراد اور تمامی مخلوق کی نجات دہی پر کیسے قدرت رکھ سکتا ہے؟ باوصف اس کے کہ وہ مخالفت اور بدعت میں کمال رکھتے ہوں۔

اس کے علاوہ حضور نے آل و اصحاب کو بہشت بریں کی بشارت دی ہے۔ جو احادیث صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے جنکی مجموعی حیثیت حد تو اتر کے لگ بھگ ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ " ابو بکرؓ جنت میں ہوں گے اور عمرؓ جنت میں ہوں گے یہاں تک کہ عشرہ مبشرہ پورے گن دیئے۔" (اللہ ان سب سے راضی ہو)  
 اَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ اِلَى اَنْ عَدَّ الْعَشْرَةَ الْمُبَشِّرَةَ  
 وَنَوَّانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِينَ - مشکوٰۃ مختصراً

اس بارہ میں احادیث اس قدر کثرت سے وارد ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اور فرمایا کہ:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَامْتَلَأَا رِضَى اللّٰهِ تَعَالَى  
 عَنْهُمَا وَعَنْهَا سَيِّدَةٌ نِّسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ - (مشکوٰۃ مختصراً)  
 " حسن و حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور ان کی ماں جنت کی عورتوں کی سیدہ ہیں۔"

اس لیے کہ آل و اصحاب نے اپنی جانیں، اپنے مال اور وطن، اپنے اہل و اقارب



اپنے مددگار سب کے سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، مدد اور خدمت میں صرف کر دیئے تھے۔

پس جبکہ روافض کے خیال پر اصحاب عذاب الہی سے نجات یاب نہ ہوئے اور جبکہ خوارج کے گمان پر آل اطہر نے چٹکارا نہ پایا تو پھر تمہیں سوچو کہ عوام امت جو بعد میں آئے اور جنہوں نے شریعت مطہرہ اور طریقہ پسندیدہ و نجات دہندہ کی مخالفت کی..... ان کا کیا حشر ہوگا۔

اگر کہو کہ یہ سب دوزخی ہیں "نپاہ خدا"؛ تو پھر نبی ہاشم جو ساری مخلوق سے علی الاطلاق بہتر و برگزیدہ ہے اس کے بھیجنے سے کیا فائدہ ہوا۔

تعب ہے! سارے انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں میں سے جنہوں کو خدا چاہے نجات دے دیں..... اور ہمارے نبی و مولا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی محبوب ترین امتوں کو بھی عذاب الہی سے نہ بچا سکیں؟ تو حضور کے تقرب الی اللہ بہتری و شرف کے آخر کیا معنی ہوئے۔

اور سنئے! حق تعالیٰ حضور کی امت کو فرماتا ہے کہ:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (پک ۳۴)

”ان امتوں میں جو لوگوں کے لیے پیدا ہوئیں تم بہتر ہو“

اگر دوزخ میں جانا ہے اور خاتمہ بالخیر کی کوئی صورت نہیں تو پھر یہ اچھی بہتری ہوئی۔ اللہ ہمیں اپنے فضل سے اس سے بچائے رکھے، اس کے علاوہ اس عقیدہ رکھنے سے حضور اکرم کو صاف صاف جھٹلایا جاتا ہے۔ اس لیے کہ حضور تو آل و اصحاب کے لیے یہ خبر دیں کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ وہیں رہیں گے اور وہ روافض و خوارج یہ اعتقاد رکھیں کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (پک ۸)

”پاک ہے اے رب تجھے! یہ تو بڑا بھاری بہتان ہے“

## فصل

ان چیزوں میں سے جو عذاب الہی سے نجات دلا سکتی ہیں ایک یہ ہے کہ اولاً رابعہ (جو قطعی اور یقینی ہیں) کی صحت پر سچمہ اعتقاد رکھو، اور وہ چار یہ ہیں:

(۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول (۳) اجماع (۴) قیاس

کتاب سے مراد خداوند غالب و حکیم کی کتاب یعنی قرآن مجید ہے۔ اور سنت سے احادیث صحیحہ نبویہ (ان کے کہنے والے پر صلوٰۃ و سلام ہو) مراد ہیں۔ اور اجماع سے مراد اکثر اُمت کا وہ اتفاق ہے جو کتاب اور سنت کے مخالف نہ ہو (اور فی الحقیقت اُمت کا اکثر حصہ کتاب و سنت کا نہ کبھی مخالف ہوا ہے اور نہ کبھی ہو سکتا ہے! اس لیے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ:

لَا يَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ (مشکوٰۃ)

”میری اُمت گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی۔“

اور قیاس سے مجتہدین کا کتاب، سنت اور اکثر یا کل صحابہ کے اجماع سے یا ان صحابہ سے جن کی دلیل زیادہ قوی ہو، استنباط اور اخذ مراد ہے۔

اور مجتہدین چار امام ہیں جن کے چار مذہب مشہور ہیں (الشدان سے راہنی ہو) اور اس بات کی دلیل کہ مذہب چار ہیں کیوں منحصر ہیں اور ان مشہور ائمہ پر اجتہاد مطلق کی کیونکر تخصیص ہے۔ یہ سارے دلائل بڑی کتابوں میں مذکور ہیں۔ یہ جگہ ان کی تفصیل کی نہیں۔

نیچر یہ | ایک قوم ایسی ہے کہ انہوں نے ان سب دلیلوں کا انکار کیا ہے اور انہوں نے اپنا مذہب طبیعت کی اصلاح اور رعایت پر بنایا ہے۔ چاہے وہ امور شرعیہ میں ہو یا غیر شرعیہ میں۔ اگر طبیعت نماز کی خواہش کرے گی تو نماز پڑھیں گے اور اگر شراب نوشی کی آرزو کرے گی تو شراب پیئیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

وہ خداوند تعالیٰ اور ملائکہ اور جنوں کا انکار کرتے ہیں اور جہان کے ازلی وابدی ہونے

پر لائق رکھتے ہیں۔ اور حشر و نشر، حساب، میزان، صراط، حجت اور روزِ آخر کے منکر ہیں۔ ابتدا میں انہیں ہر یہ کہا جاتا تھا۔ اس لیے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمیں دوسرے (زمانہ) ہی ہلاک کرتا ہے نہ کوئی اور۔ اور اب انہیں نیچر یہ کہا جاتا ہے۔ اس مصیبت میں آج کل بہت سے سمجھ دار، امیر، حکام، اور معززین باوصف اسلام کے دعویٰ کے مبتلا ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ - وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

اہل قرآن اور ایک قوم نے قرآن کا تو اقرار کر لیا کہ یہ کلام الہی ہے۔ لیکن احادیث، اجماع اور قیاس کے منکر بنے۔ انہوں نے اپنا نام اہل قرآن رکھا ہے۔ جو آج کل اطراف مندی میں پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ ان کو رسوا کرے اور ان کی گردنوں میں ٹھوڑوں تک طوق (طوق ملامت) ڈال دے۔

یہ لوگ اتنا نہیں جانتے کہ شریعت اسلامیہ کا قرآن مجید اجمال ہے اور احادیث نبوی کریمؐ اس کی تفصیل ہیں اور شریعت بغیر تفصیل کے تام نہیں ہو سکتی مثلاً: اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا امر فرمایا ہے لیکن یہ بیان نہ فرمایا کہ نماز کس طرح اور کتنی رکعتیں ہر وقت میں پڑھی جائیں۔ اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ زکوٰۃ کس طرح اور اس قدر ادا کی جائے اور تقوٰی اور جو پاویں کا کیا نصاب ہے۔ یہ ساری باتیں احادیث نبوی کریمؐ نے تفصیل سے بیان فرما دی ہیں جن کو ہم قرآن پاک سے نہ جان سکتے تھے۔

اگر یہ احادیث نہ ہوتیں تو البتہ لوگ نعمت پریشانی اور مصیبت میں پڑ جاتے۔ اور اللہ تعالیٰ کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَاٰمَنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مِنْ سَمٰوٰتِنَا لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (پہ ۲۴)

”جو تمہارے پاس رسول لائے اس کو لو (اس پر عمل کرو) اور جن چیزوں سے منع کرے ان سے رُک جاؤ۔“

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (پ ۵ ع ۱۸)  
 ” جس نے رسول کی اطاعت کی پس بتحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی ہے۔“

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو یکساں نہیں سمجھتا۔ حق تعالیٰ اس کے حق میں فرمایا:۔

إِنَّ الَّذِينَ يُكْفِرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنُكْفِرُ بِبَعْضٍ وَرِيدُوا أَنْ يَخْتَذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا أُولَٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا (پ ۱ ع ۱)

” بیشک وہ لوگ جو انکار کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کا اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور وہ چاہتے ہیں کہ نکالیں کفر و ایمان کے بیچ بیچ ایک راہ ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور ہم نے تیار کر رکھا ہے۔ کافروں کے لیے ذلت کا عذاب۔ ایک منصف کو ان رسواؤں کے لیے یہی آیت کافی ہے۔“

رافضیہ، خارجیہ، اور معتزلہ وغیرہ | اور ایک قوم کتاب اور سنت کا انحرار کرنی ہے لیکن صحابہ اور تابعین اور امت کے اجماع کی منکر ہے۔ یہ لوگ قرآن و حدیث کی اپنے خیالات فاسدہ سے تاویل کرتے ہیں اور ان مومنین مقبولین کے راستہ پر نہیں چلنے جن کا حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد ہے کہ:

وَيَلْبِغُ غَيْرِ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ لَنُوَلِّهَا مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّبُكُمْ  
 وَسَاءَ مَا مَصِيدًا (پ ۱۳۶ ع ۱)

” جو چلے گا مسلمانوں کے راستہ کے سوا (دوسرا راستہ) چلاتے رہیں گے۔ ہم اُسے اُسی راستہ پر جس پر وہ چلا اور اس کو دوزخ میں جھونک دیں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔“

اور ان کی یہ جماعتیں ہیں، رافضیہ، خارجیہ، معتزلہ، قدریہ، جبریہ وغیرہم وہ گمراہ فرقے جن کو حضور اکرم نے اپنے قول مبارک میں یوں ذکر فرمایا ہے کہ :

سَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا

وَاحِدَةً الْحَدِيثُ - (مشکوٰۃ باب الاعتصام)

” میری امت تہتر (۷۳) فرقے ہوگی وہ سب ذرخمی ہوں گے مگر ایک فرقہ۔“

اور انہوں نے نہ جانا کہ شریعت مطہرہ کے بہت سے احکام اجمال ہی پر باقی تھے۔ یہاں تک کہ صحابہؓ اور تابعین کے زمانہ میں ان کی وضاحت و تفصیل ہوئی۔ حضورؐ سے حدیث صحیح میں ثابت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ :

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّتِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهْتَدِينَ مِنْ بَعْدِي وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَصْحَابِي كَالْجَوْهَرِ بَابِهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ - (مشکوٰۃ باب الاعتصام و باب المناقب، مختصراً)

” تم اپنے اوپر میری سنت (طریقہ) کو لازم رکھو اور ان خلفاء کی سنت کو جو میرے بعد فیض رسال اور ہدایت یاب ہیں۔“ اور فرمایا۔ ”میرے اصحابؓ ساروں

کی طرح ہیں جس کی ان میں سے پیروی کرو گے ہدایت یاب ہو گے۔“

پس اگر شرع شریف میں صحابہؓ کے دور تک اجمال نہ ہوتا۔ تو البتہ شارع علیہ السلام خلفائے راشدین اور باقی اصحاب کی سنت کی پیروی کا امر نہ فرماتے۔

اور ایک قوم نے کتاب اور سنت اور اجماع صحابہؓ اور تابعین کا اقرار کیا لیکن قیاس مجتہدین کے منکر ہوئے اور اس زمانے میں یہ لوگ ہندوستان میں اہل حدیث کہلاتے ہیں جو وہابیہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں۔

اور وہابی کی نسبت محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف سے جس کو خداوند تعالیٰ نے علم کی بنا پر گمراہ کر دیا تھا۔

یہ شخص ۱۲۲ھ (بارہ سو بیس) ہجری میں ظاہر ہوا اور حرمین شریفین پر چڑھائی کر کے متغلب ہوا۔

اس نے اس لڑائی میں علمائے کرام اور مجاورینِ حرمین شریفین کی بہت بڑی عہت کو قتل کر دیا اور ان کے مالوں کو لوٹ لیا۔

پھر حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو محمد علی پاشا مصری کی ہمت و جوانمردی سے (جس کو سلاطینِ ترکیہ عثمانیہ نے اس مہم پر مامور کیا تھا) لڑائیوں کے بعد ہلاک کیا۔ اور ذلتوں سے نکلوایا۔ جس کا ذکر موجبِ طوالت ہے اور جس کو شیخ احمد دحلان مکی نے اپنی کتاب تاریخِ اسلامیہ میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

پھر دوبارہ یہی نجدی ۱۲۴۲ھ (تیرہ سو چالیس) ہجری میں حرمین شریفین پر متغلب ہوئے اور پہلے سے بڑھ کر افعالِ شنیعہ کے مرتکب ہوئے اور طائف میں قتل و خونریزی اور مار دھاڑ اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر دیا اور سارے ممالکِ حجاز میں مساجد، اور یادگار عمارت اور صحابہ و صالحین کے قبوں کو گرا دیا اور وہ تادمِ تحریر بلادِ مقدسہ کو دا بے بیٹھے ہیں۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی صورت نکالتے۔ آدم برسرِ سخن، ان لوگوں کے عقائد جو ہندوستان میں اپنا نام المحدث رکھے ہوئے ہیں یہ ہیں۔ یہ لوگ مجتہدین کے مستنبط (براوردہ) احکام کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ہم سب قرآن اور حدیث کو سمجھ سکتے ہیں۔ ہمیں علماء میں سے کسی ایک کی تقلید (پیروی) کی حاجت نہیں۔ کاش وہ اسی بات پر اکتفا کرتے، وہ تو یہاں تک بڑھے کہ کہنے لگے کہ مجتہدین کی تقلیدِ شرک ہے، یا بدعت، یا فسق (یہ ان کے خیالات کا اختلاف ہے جو ان کی کتابوں میں مذکور ہے)

وہ اتنا نہ جانے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَ الَّذِينَ  
يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ (پ ۵۶)

”اگر اس کو (کسی بات کو) پہنچا دیتے رسول اور اپنے اولی الامر تک تو اس کی مصلحت معلوم کر لیتے۔ ان میں سے وہ جو مصلحت معلوم کر سکتے ہیں“

اور مراد اولی الامر سے علمائے مجتہدین ہیں۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ

” میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔“ (مشکوٰۃ باب الاعتصام)

اور امت محمدیہ میں سے اہل السنۃ والجماعت نے خیر القرون سے لے کر آج تک انہیں چار مذاہب کے اتباع پر اجماع اور اتفاق کیا ہے۔

اور حضور فرماتے ہیں کہ :-

اتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ وَمَنْ شَذَّ فِي النَّارِ (مشکوٰۃ باب الاعتصام)

” بڑی جماعت کی پیروی کرو اور جو جماعت سے علیحدہ ہوگا۔ دوزخ کے

لیے بھی علیحدہ کیا جائے گا۔“

اور بڑی جماعت مقلدین ہی کی ہے جو چار مذاہب مدونہ میں سے کسی نہ کسی کی پیروی کرتے ہیں۔

اس باب میں بہت سے سوال و جواب ہو سکتے ہیں۔ اگر تم لوہی تفصیل چاہو تو ہمارا رسالہ اصول اربعہ دیکھو، جو وہابیہ کی تردید میں لکھا گیا ہے۔ امید ہے کہ تم اس کو سارے سوال اور جواب میں کافی اور شافی پاؤ گے۔

### فائدہ ہمامہ

شاید تمہارے دل میں یہ خدشہ گزرے کہ ہم پر ان مذاہب کی تقلید کیونکر لازم ہو سکتی ہے جبکہ صراط مستقیم کو قرآن عظیم نے روشن اور مبین کر دیا ہے، اور اگر کسی قدر قرآن میں اجمال ہے تو اس کو نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نے واضح بیان کر دیا ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ایک تو خود قرآن مجید اور احادیث نبوی کریم نے ہمیں تقلید کا حکم دیا ہے صراحتاً یا دلالتاً۔

قرآن حکیم کا صراحتاً حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ لَوْلَا مَا تَوَلَّىٰ وَلَصِلَ بِهِمُ جَهَنَّمَ

وَسَاءَتْ مَصِيرًا (پ ۱۲۴)

” جو مسلمانوں کے راستے کے سوا دوسرا راستہ چلے گا ہم اسے چلاتے رہیں گے جس پر وہ چل رہا ہے۔ یہاں تک کہ پہنچا دیں گے اسے جہنم تک اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔“

سمجھ دار لوگ جانتے ہیں کہ اُمتِ مرحومہ میں سے اکثر مومنین نے انہیں مشہور چار مذاہب کی تقلید ہی کو اختیار کیا ہے! اور قرآن پاک کا دلالتِ حکم یہ ہے کہ خداوند پاک اپنے بندوں کو صراطِ مستقیم کے طلب کی یوں تعلیم دیتا ہے کہ کہو:

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ - (سور فاتحہ)

” اے رب! ہمیں ان لوگوں کے صراطِ مستقیم (سیدھے رستے) پر چلا جن پر  
تو نے فضل و انعام کیا ہے۔“

پس اصل مطلوب و عامی صراطِ مستقیم ہی ہے اور صراطِ مستقیم بھی انہی لوگوں کی راہ ہے جن پر اللہ کا انعام سے یعنی نبیین، صدیقین، شہداء و صالحین۔

اور نمازی کو امر کیا گیا ہے کہ دعا میں جن پر انعام کیا گیا ہے۔ انہی کی تقلید (پیروی) کا سوال کرے جن کو ”صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ“ سے تعبیر کیا گیا ہے اور سب کے نزدیک یہ بات مانی ہوئی ہے۔ کہ چار امام مذاہب مشہورہ والے (اللہ ان سے راضی ہو) صالحین میں سے تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جن پر خداوند تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔

سوال: صلحاء ان کے علاوہ اور بھی بہت سے پائے جاتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ بس انہی چار کی تقلید کی جائے نہ دوسروں کی؟

جواب: اُمتِ مرحومہ نے انہی کی تقلید پر اتفاق کیا ہے نہ دوسروں کی تقلید پر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمتِ باطل پر اتفاق نہیں کر سکتی (و نیز ان مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی کا مذہب بالتفصیل مدون بھی نہیں ہوا۔ بعض بعض مسائل میں اقوال منقول ہیں۔ کل امور دین کے مسائل انہیں مذاہب میں مدون ہیں) اس کے علاوہ یہ اللہ کا فضل



ہے جسے چاہے دے۔ اس پر کسی کا دنیا آتا ہے؟

اور حدیث شریف کا صراحتہ حکم یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

اتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّهُ مِنْ شَدِّ شَدِّ حِي النَّارِ (شکوۃ بالاعتصام)

” بڑی جماعت کی پیروی کرو اور جو اس سے جدا ہوگا وہ جہنم میں جدا کیا جائیگا۔“

اور اُمتِ مرحومہ میں ” بڑی جماعت“ انہی چار مشہور مذاہب کے تقلیدین ہی کی ہے۔

اور حدیث شریف کا دلالت اس پر یہ ہے کہ آپ ابوسعید خدری (ایک صحابی) کو

فرماتے ہیں:

إِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبِعٌ وَإِنَّهُمْ سَيَأْتُونَكُمْ مِنْ أَقْطَارِ الْأَرْضِ

يَتَفَقَّهُونَ فِي الدِّينِ فَإِذَا جَاءَوكُمْ فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْرًا

” لوگ تمہارے تابع ہیں اور وہ تمہارے پاس اطراف روئے زمین سے کچھے

ہوئے آئیں گے تاکہ دین میں فقہت (سمجھ) حاصل کریں تو تم ان سے اچھی

طرح پیش آنا۔“ (شکوۃ کتاب العلم)

اور آپ فرماتے ہیں کہ:

لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثَّرِيَّا لَلْنَا وَكُنَّا بِجَالٍ مِنْ هُوَاكِعِ وَأَشَارَ

إِلَى سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ وَفِي نَبْرٍ وَآيَةً مِنْ أُنْبَاءِ فَارِسٍ <sup>الصحيح</sup> (تبيين ص ۱۷)

” اگر علم ثریا کو بھی پہنچ جائے تب بھی اس قوم کے لوگ اُسے پالیں گے اور

سلمان فارسی کی طرف اشارہ فرمایا اور ایک آیت میں صاف اس طرح

سے وارد ہوا ہے کہ ” انبائے فارس“ میں سے اس علم کو پالیں گے۔“

دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن عظیم جو خدائے غالب و دانا کا کلام ہے خداوند تعالیٰ

نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے تیس برس میں نازل فرمایا ہے۔

اس کے احکام و امور اور نواہی اختلاف و افتعات زمانہ کے لحاظ سے جداگانہ نازل ہوتے

۱۔ اس حدیث کی بشارت سے سب محدثین امام اعظم ابوحنیفہ مراد لیتے ہیں اس لیے کہ آپ اصل میں فارسی میں ۱۷ منہ

رہے ہیں وہی وجہ ہے کہ بظاہر بعض آپس میں متباہن نظر آتے ہیں (پس بعض ان میں سے ناسخ اور منسوخ ہیں اور بعض محکم و متشابہ ہیں اور بعض مقدم و مؤخر ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ - (پ ۹۴)

” وہی (ذات) ہے جس نے تم پر کتاب جس کی بعض آیتیں محکم ہیں اور وہی اصل ہیں کتاب کی اور بعض دوسری متشابہ ہیں۔ (کئی معنی دینے والی جن کی حقیقت تک سائی نہ ہو سکے) پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے، وہ پیچھے پڑے رہتے ہیں ان آیتوں کے جو متشابہ ہیں۔ فتنہ و فساد کے ارادہ سے اور ان کے اصل مطلب جاننے کے قصد سے حالانکہ ان کا اصل مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔“

تیسرا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید محب اور محبوب کی آپس میں گفتگو ہے۔ کبھی تو رموز سے خطاب کیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے الْقَدْ وَالْمَصْرَ وَالْحَمْدَ عَسَقَ وَطَسَّ وَطَسَّ اور کبھی اشارات سے پس کہا جاتا ہے کہ

الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى (پ ۱۰۴)

” رحمان عرش پر قائم ہوا۔“

اور معراج کے قصہ میں فرمایا جاتا ہے کہ:

ثُمَّ دَلَّنِي فَأَتَى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى (پ ۱۰۴)

پھر نزدیک ہوا اور اتر آیا پس فاصلہ رہ گیا دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی قریب تر اور یہ کہ:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَن سَاقٍ (پ ۱۰۴)

” جس دن ساق (نپٹل) کھولی جائے گی۔

اور یہ کہ

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ (آیہ ۹۴)

” جو آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں۔“

پس محب اور محبوب کے درمیانی اشارات اور رموز کو ان کے سوا دوسرا جان بھی کیا سکتا ہے

اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

إِنَّ لِلْقُرْآنِ ظَهْرًا وَبَطْنًا وَبَطْنًا إِلَى سَبْعَةِ بَطُونٍ

” قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور اس باطن کا ایک باطن ہے اسی

طرح سات باطنوں تک۔“

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مفسرین کا منتہائے کلام قرآن مجید کے بطن اول تک ہی محدود ہے اور باقی باطنوں کو عارفین بمقدار اپنے مراتب کے ہی جانتے ہیں اور بس۔

اسی طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث واقعات زمانہ کے اختلاف کے لحاظ سے متباہن اور مخالف واقع ہوئی ہیں۔ ان میں بھی ناسخ اور منسوخ ہیں اور مقدم و

مؤخر اور راجح و مرجوح۔

ان امور کو ان لوگوں کے علاوہ جو علم حدیث میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ کوئی نہیں جانتا ان کی (محدثین کی) منتہائے کوشش اور غایت مقصد یہاں تک ہے کہ حدیث کی تصحیح باعتبار متن حدیث کے کر لیں اور اس کو جانچ اور پرکھ لیں۔ پس وہ اپنی صحیح نیت کی برکت سے اپنے غایت مقصود کو پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے اس بارہ میں نہایت مفید اور معتبر کتابیں تصنیف کیں جو مشہور ہیں۔ اور انہوں نے اس کے لیے اصول و قواعد وضع کیے تاکہ راویوں کے مراتب کی تمیز ہو سکے اور انہوں نے صحیح کو تقسیم سے اور قوی کو ضعیف سے الگ کر کے رکھ دیا (اللہ پاک ان کو جزائے

خیر دے)

لیکن آیات اور احادیث سے احکام کا استنباط کرنا تو یہ مجتہدین کا کام ہے

اس لیے کہ ہر ایک فن کے علیحدہ ماہر ہیں عہدہ ہر کے ماہر کا رے ساختند۔  
اس بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :-

وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولَى الْأُمُورِ لَهُمْ لَعَلْمَهُ  
الَّذِينَ يَسْتَكْبِطُونَ مِنْهُمْ لَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَ  
رَحْمَتُهُ لَا تَبَعْتُمْ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا (پ ۸۴)

دو اگر اس کو (کسی بات کو) پہنچا دیتے رسول اور اپنے اولی الامر تک تو البتہ  
معلوم کر لیتے اس کو وہ لوگ جو تحقیق کرتے ہیں اور اگر اللہ کا تم پر کرم نہ ہوتا  
اور اس کی مہربانی، تو سوائے چند کے تم سب شیطان کی پیروی کرتے۔  
” مراد اولی الامر سے علماء ہیں۔“

اور اگر استنباط کی ضرورت نہ ہوتی تو حق تعالیٰ رسول کے بعد قرآن میں اس کا ذکر  
ہی کیوں کرتا۔ پس صحت حدیث ایک کام ہے اور اس سے حکم نکالنا (استنباط) دوسرا  
کام۔ جس طرح سے کہ نحو کے علماء خلیل و سیبویہ وغیرہ ہیں جنہوں نے نحو کی کتابیں  
تالیف کی ہیں اور عربی کے قواعد کو لغات سے تلاش کر کے نکالے۔ تو ان کے متعلق  
یہ کسی نے بیان نہ کیا کہ وہ فقہی مسائل کے بھی فتوے دیا کرتے تھے اس لیے کہ یہ ان  
کا کام نہ تھا۔ اگر نادرا کوئی صورت واقع ہوئی ہو تو اس کا اعتبار نہیں جیسا کہ کہتے  
ہیں کہ کسائی نحوی سے کسی نے پوچھا کہ جس شخص کو سجدہ سہو میں سہو ہو جائے تو کیا  
وہ دوبارہ سجدہ سہو کرے گا۔ اس پر اس نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ دوبارہ سجدہ کی ضرورت  
نہیں۔ سائل نے کہا کیوں؟ کہو گے کہ مصغر کی پھر تصغیر نہیں ہوتی۔

خوارزمی نے اپنی کتاب منہج کبیر میں اپنی سند سے جو امام ابو یوسف کو پہنچتی ہے  
بیان کیا ہے کہ امام ابو یوسف نے کہا کہ مجھے اعمش ملے اور انہوں نے کہا کہ تمہارے  
صاحب (ابو حنیفہ) عبداللہ بن مسعود کی مخالفت کرتے ہیں۔ امام ابو یوسف کہتے  
ہیں کہ میں نے کہا کس بات میں مخالفت کی ہے تو اعمش نے کہا عبداللہ بن مسعود  
کہتے ہیں کہ باندی کے بیچ دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اور تمہارے صاحب

کہتے ہیں کہ نہیں ہوتی۔ " امام ابو یوسف کہتے ہیں میں نے کہا کہ تمہیں نے تو ہم سے یہ حدیث بیان کی تھی کہ باندی کے بیچ دینے سے طلاق نہیں ہوتی۔ اعمش نے کہا کہ میں نے یہ کب کہا ہے۔ ابو یوسف نے کہا کہ تم نے ہم سے حدیث اس سند سے بیان کی تھی کہ آپؐ وایت کرتے ہیں ابراہیم سے اور وہ اسود سے اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے کہ

عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَّرَ الْبُرَيْرَةَ -

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ (ایک باندی کا نام ہے) کو نکاح کے باقی رکھنے کا اختیار دیا تھا۔

اس پر ابو یوسف نے کہا کہ اگر باندی کی بیع طلاق ہی ہوتی تو پھر اس اختیار کے کیا معنی تھے۔ اس لیے کہ ام المومنین حضرت عائشہ نے اُسے خرید لیا تھا۔ پس اگر اس کی بیع طلاق ہی ہوتی تو البتہ حضور اکرمؐ اسے کیونکر اختیار دیتے۔ پھر اعمش نے کہا کہ اے ابو یوسف! کیا یہ اسی سے ثابت ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اسی سے تو ہوتا ہے۔ امام محمد کہتے ہیں کہ ایک وایت میں ہے کہ اعمش کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ فقہ کی دقیق باتوں کو خوب جانتے ہیں اور پوشیدہ علوم کے باریک نکتوں کو غوامض کی اندھیریوں میں بھی اپنے چراغ قلب کی روشنی سے دیکھ لیتے ہیں اتنی۔

پس اگر قرآن مجید کلی اور جزئی سارے احکام اسلام میں کافی ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ :-

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (پ ۲۶)۔

مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَّاعَ اللَّهَ (پ ۸۶) وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ (پ ۵۴)

”جن باتوں کا تمہیں رسول امر کریں ان پر عمل کرو اور جن سے نہی فرمائیں ان سے رک جاؤ اور جس نے رسول کی اطاعت کی تو تحقیق اس نے اللہ ہی کی اطاعت

کی اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی۔“

اس سے صاف معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی احادیث نبویہ ہی تفصیل تفسیر اور

توضیح ہیں۔ اور اگر احادیث ہی اسلام کے سب احکام جزئیہ کے لیے کافی ہوتیں،  
تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ :

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّتِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ مِنْ بَعْدِي (مشکوٰۃ)

”تم میرے طریقے اور میرے خلفاء راشدین کے طریقے کو (جو میرے بعد ہیں)  
لازم پکڑو۔“ (اور یہ کہ) میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں جس کی بھی

ان میں سے پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

اور اگر صرف خلفائے راشدین اور باقی اصحاب کی ہی سنت سارے واقعات  
جزئیہ اسلامیہ میں (جو خاص خاص اوقات میں پائے جلتے ہیں) کافی ہوتی تو البتہ حضور  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ :

لَا يَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ - وَ - عَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْدَمِ فَإِنَّهُ  
مَنْ شَدَّ شُدَّ فِي النَّارِ - (مشکوٰۃ)

میری امت گراہی پر جمع نہیں ہو سکتی اور (یہ کہ) بڑی جماعت کی پیروی کرو جو  
اس سے جدا ہو گا وہ آگ میں جدا کیا جائے گا۔

یہ اور اس کے علاوہ اور احادیث جن میں اکثر امت کی پیروی کی طرف رغبت  
دلائی گئی ہے مثلاً حدیث حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

إِنَّ الشَّيْطَانَ ذَنْبُ الْإِنْسَانِ كَذَنْبِ الْغَنَمِ يَأْخُذُ الشَّاذَةَ وَالْقَاصِيَةَ  
وَالنَّاجِيَةَ وَإِيَّاكُمْ وَالشَّعَابَ عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ (مشکوٰۃ)

”شیطان انسان کا بھیڑیا ہے بھیڑ بکریوں کے بھیڑیے کی طرح کہ بھٹکی ہوئی  
اور اکیلی بکری کو پکڑ لیتا ہے اس لیے تم گھائیوں سے الگ ہو اور اگے دُکے  
نہ ہو بلکہ جماعت اور عموم امت کے ساتھ رہنا لازم پکڑو۔“ (روایت کی

اس حدیث کی احمد نے)

اور مثل حدیث ابو ہریرہ کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ عَنْ عُنُقِهِ (روا)

احمد و البرداؤد، مشکوٰۃ شریف

” جو جماعت سے ایک باشت بھر بھی جدا ہوا تو اسلام کی رسی اس کی گردن سے کھل گئی۔“ (روایت کی ہے اس کی احمد اور البرداؤد نے ” مشکوٰۃ شریف )

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ :

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ لَوْلَا مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِمْ جَهَنَّمَ ۗ

سَاعَتْ مَصِيْرًا ۗ (پ ۱۴۴)

” جو شخص مسلمانوں کے راستے کے سوا دوسرا راستہ چلے گا ہم اُسے چلاتے رہیں

گے جس پر وہ چل رہا ہے اور پہنچا دیں گے اس کو جہنم تک اور وہ بری جائے

بازگشت ہے۔“

پس شریعتِ مطہرہ انہی چاروں قطعی اور یقینی دلیلوں کا نام ہے ان کو اپنے

اوپر لازم رکھو اور ایک باشت بھی ان سے جدا نہ ہو۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ :

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ عَنْ عُنُقِهِ۔

” جو جماعت سے ایک باشت بھی جدا ہوا تو اسلام کی رسی اس کی گردن سے

کھل جائے گی۔“ ( مشکوٰۃ )

پس دین کا تمام اور کمال ان ہی اَدِلَّةٔ مذکورہ کے التزام سے ہے۔ اور دین کا نقصان

ان کے ترک یا بعض کے چھوڑ دینے میں ہے۔

دین ایک گھر کی مثال ہے اور یہ چار دلیلیں اس کی دیواریں ہیں اور توحید اس کی

چھت ہے پس جس طرح سے کہ گھر سے مراد چھت ہی ہوتی ہے لیکن چھت بغیر دیواروں

کے قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح دین اسلام کی چھت اگرچہ توحید اور رسالت ہے لیکن

یہ دونوں بغیر ان دیواروں اور ستونوں کے استوار و قائم نہیں رہ سکتے۔ اگر تم کہو کہ دین

اسلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں کامل ہو چکا اس کی دلیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَشْمَمْتُ عَلَيْكُمْ لِعَمَّتِي وَرَضِيْتُ

لَكُمْ أَسْلَامَ دِينَا (پ ۵۷)

” آج میں کامل کر چکا تمہارے لیے تمہارا دین اور پورا کیا تم پر اپنا احسان اور پسند کیا اسلام کو تمہارے دین بننے کے لیے۔“

پس کمال کے بعد پھر کیا نقصان ہو سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ کہ آیت مذکورہ کمال دین پر بیشک دلالت کرتی ہے لیکن باعتبار امور کلیہ کے نہ بلحاظ امور جزئیہ کے۔ یعنی دین پورے جزیرہ العرب میں شائع ہو گیا اور مکہ فتح ہو چکا اور اسلام کا غلبہ کفر اور ادیان باطلہ پر ظاہر ہو گیا اور ارکان اسلام روزہ و نماز، زکوٰۃ و حج سب پر واضح ہو چکے۔ یہ اس طرح ہے جیسا کہ حضور فرماتے ہیں کہ ”الْحَجُّ عَرَفَةَ“ (حج عرفہ ہے) حالانکہ یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ عرفہ کے علاوہ حج کے اور بھی ارکان ہیں لیکن جبکہ عرفہ حج کے بڑے ارکان میں سے تھا۔ اس لیے پورے حج کو عرفہ سے تعبیر کیا گیا۔

اور جس طرح سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

الصَّلَاةُ عِمَادُ الدِّينِ فَمَنْ أَقَامَهَا أَقَامَ الدِّينَ وَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّينَ۔

” نماز دین کا ستون ہے جس نے نماز کو قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اسے چھوڑ دیا تو اس نے دین کو گرا دیا۔“

اور یہ بات معلوم ہے کہ دین کا قائم رہنا محض نماز ہی پر نہیں ہے بلکہ اس کے اور بھی ارکان ہیں۔ جیسے روزہ، حج، اور زکوٰۃ وغیرہ۔ لیکن نماز چونکہ ان ارکان دین میں زیادہ ضروری تھی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ستون دین فرمایا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آیت مذکورہ کے نزول کے بعد تقریباً تین مہینے اس دنیا سے فانی میں دنوں افروز رہے اور اس زمانے میں آپ نے امر بھی



کیے اور نہی بھی فرمائی ہے اور لیا اور دیا بھی ہے۔ تو اگر دین جزئیات کے اعتبار سے بھی تمام اور کامل ہو چکا تھا تو پھر آپ کے اوامر اور نواہی کے لیے کوئی موقع نہیں رہتا اور آپ کے اس ارشاد کے لیے کہ:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّتِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِيِّينَ مِنْ

بَعْدِي (مشکوٰۃ، باب الاعتصام، مختصراً)

” میرے بعد میری سنت اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو مضبوط پکڑو“

کوئی محمل نہیں نکلتا۔

اور اگر تم کہو کہ خیر القرون کے اکثر لوگ اور سلف صالح اجماع اور قیاس کے انعقاد کے قبل ہی گزر گئے۔ جن کو آپ ارکان دین اور پیشوایان امت سے کہتے ہیں۔ حالانکہ ان کا دین کامل تھا اور بے حد کامل۔

اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں کے چار مرتبے ہیں۔ پہلا مرتبہ ہمارے سردار آقا و مولا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ تمامی لوگوں میں فردا کمل ہیں اور آپ ایسے مبارک اور برگزیدہ قطب اور مرکز ہیں جس پر پورے اسلام کی چکی گھوم رہی ہے۔ جن کا سینہ مبارک اللہ تعالیٰ نے کھول دیا تھا اور جن کے ذکر کو بلند فرما دیا ہے۔ اور جن کو ساری خلقت سے اپنے لیے چن لیا ہے۔

اور جن کو علوم اور اسرار سے اس قدر عطا فرمایا ہے کہ سارے جہان میں کسی کو نہیں عطا کیا تو آپ کو اولہ اربعہ (چار دلیلوں) میں سے صرف قرآن ہی کافی ہے۔ جو آپ پر نازل ہوا آپ کو اس کے علاوہ اور کسی چیز کی حاجت نہیں۔

دوسرا مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔ ان کا زمانہ زمانوں میں بہترین ہے اور وہ وہی ہیں جن کو خداوند تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور رفاقت کے لیے پسند فرمایا اور ان کے سینوں سے اللہ تعالیٰ نے کھوٹ، اور کینہ، اور حسد اور دنیا کی محبت، اور نفس اور شیطان کی خواہشیں اور لذتیں نکال دی تھیں۔ صورتاً بنی آدم لیکن سیرتاً ملائکہ تھے۔ ان کے سینے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت

سے قرآن مجید اور سنت رسول اللہ کے علوم کے خزانے بن گئے تھے۔ ان کو اولہ اربعہ میں سے صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کافی ہیں اور کسی چیز کی ان کو ضرورت نہیں۔  
 تیسرا مرتبہ صحابہ کے تابعین رضی اللہ عنہم کے سے اور زمانہ بھی ان کا خیر القرون میں سے ہے۔ ان کو صحبت اصحاب رضی اللہ عنہم کی برکت سے حق تعالیٰ نے علوم کی اشاعت اور کتاب سنت کے احکام کے تصفیہ کے لیے انتخاب فرمایا تھا.....  
 اور یہ اصحاب کے درمیانی مختلف مسائل میں ان کو ترجیح دینے تھے جس پر اکثر صحابہ مجتہدین نے اتفاق اور اجماع کیا ہو۔

ان کو اولہ اربعہ میں سے کتاب اور سنت اور اجماع کافی ہیں کسی اور چیز کی ان کو حاجت نہیں!

چوتھا مرتبہ ان لوگوں کا ہے جو بعد میں پیدا ہوئے۔ ان کے زمانے کی بہتری میں اختلاف ہے اور اکثر ان میں سے نفس امارہ کے خصلوں سے بھی بچے ہوئے نہیں۔ اور مسائل دین میں ان کے درمیان بہت اختلاف ہوئے ہیں۔ جیسا کہ عمران بن حصین روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِي بَعَثْتُ فِيهِمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ وَلَا أَعْلَمُ  
 أَذْكَوَالثَّلَاثِ أُمَّةً لَا تَمُوتُ يَنْشَأُ أَقْوَامٌ يَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشْهِدُونَ  
 وَيَخُولُونَ وَلَا يُؤْمَنُونَ وَيَفْشُو فِيهِمُ السَّمِينُ۔

و سب سے بہتر اور افضل زمانہ وہ ہے جس میں میں مبعوث ہوا ہوں پھر وہ زمانہ جو اس سے ماموا ہے (عمران بن حصین کہتے ہیں مجھے یاد نہیں کہ تیسرے زمانے کے لیے بھی آپ نے فرمایا یا نہیں) پھر فرمایا کہ پھر اسی قومیں پیدا ہوں گی جو بغیر گواہی طلب کیے گواہیاں دیں گی اور خیانت ان کا شیوہ ہوگا اور انہیں کوئی امین نہ بنائے گا اور ان میں مولانا پا بڑھ جائے گا۔ (روایت کا ترجمہ کرنے)

اس زمانے میں لوگ ان اختلافات کی وجہ سے بڑی مصیبت میں پڑ گئے۔ پھر



ہے حقیقت اجماع اور قیاس کی۔

فائدہ مہمہ : بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ غیر مقلدین (جو ان مذاہب مذکورہ کی پیروی نہیں کرتے) مشائخ کے اطوار پر اعتراض کرتے ہیں اور ان کے طریقے کا انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ترتیب وار اذکار " اور وقت کی پابندیوں کے ساتھ مراقبہ " اور " اور اذکار مقررہ " فخریہ ریاضتیں " ان سب کا کوئی اصل نہیں بلکہ یہ ساری بنائی ہوئی بدعتیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ان کا کوئی وجود نہ تھا۔ اور اس حدیث سے دلیل لاتے ہیں کہ:

إِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

" ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے۔ "

ہم کہتے ہیں کہ اس منجبت میں دو طرح سے کلام کیا جاسکتا ہے۔ اول بدعت کے معنی اور اس کے اقسام کے بیان میں۔

دوسرا یہ کہ شائع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث مذکورہ میں بدعت سے کیا مراد ہے۔  
وجہ اول بدعت کے معنی کے بیان میں :-

جاننا چاہیے کہ بدعت لغت میں ہر اس نو پیدا چیز کو کہتے ہیں جس کا کوئی نظیر پہلے نہ ہو۔ اور اسی معنی کے مطابق باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - (پ ۴۱۷)

" اللہ تعالیٰ بدیع (موجد) ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔ "

اور شرع میں بدعت اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو امور دین میں نو پیدا کردہ ہو یعنی جس کا وجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں نہ ہو اور وہ سنت کی مخالفت اور معارض ہو۔

ہم نے جو یہ قید لگائی ہے کہ سنت کے مخالف اور معارض ہو۔ یہ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد اتنے نئے امور پیدا ہوئے ہیں اور وہ اس زمانے میں بھی اور اس سے پہلے بھی اس قدر عام اور شائع ہو گئے ہیں کہ ان سے نہ مقلدین

سکتا ہے اور نہ غیر مقلد۔ یہاں تک کہ خیر القرون کا آخری حصہ بھی ان امور کی زد سے نہ بچ سکا۔ جس پر تاریخ کی کتابیں شاہد ہیں۔

عالم اسلامی ہی میں اگر کوئی نظر انصاف کو وسعت دے کر دیکھے تو کھانے، پینے، پہننے، اور اوڑھنے، اور مکانات میں اس کے علاوہ اور ذمیوی اور معاشی امور میں اکثر امور ایسے دیکھے گا جو نو پیدا کردہ ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان کا کوئی وجود نہ تھا۔

حاصل کلام یہ کہ مراد بدعت سے حدیث شریف میں وہ بدعت ہے جس کو سیئہ (بربی) کہا جاتا ہے اور جو سنت کے مخالف اور مقابل ہے۔ لیکن وہ نو پیدا امور جو سنت کے معارض اور مقابل نہیں۔ وہ مباحات شرعیہ میں داخل ہیں اس لیے کہ ہمارے مذہب میں سب اشیاء دراصل مباح ہیں (حرمت بعد میں نص شارع سے ہوتی ہے) سوال :- لفظ "کل" کو کیوں آپ نے نظر انداز کر دیا اور کہنے لگے کہ بعض بدعتیں مباحات شرعیہ میں داخل ہیں حالانکہ متن حدیث شریف میں "کل" کا لفظ آچکا ہے۔ یعنی ہر ایک بدعت گمراہی ہے۔

جواب :- شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد لفظ کل فرمانے سے یہ نہیں کہ یہ سب اقسام بدعت کے مطلقاً حسنہ ہو یا سیئہ (بھلی ہو یا بربی) سب ضلالت اور گمراہی ہیں بلکہ لفظ "کل" سے یہ مراد ہے کہ بدعت سیئہ کے سارے اقسام جو سنت سے ٹکرتے کھائیں اور مخالفت ہوں گمراہی ہیں۔ اس بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا وہ قول دلیل ہے جو صحاح میں وارد ہو چکا ہے کہ :

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّتِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهْتَدِينَ مِنْ بَعْدِي  
 "میری سنت کو اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو جو میرے بعد ہیں

اپنے اوپر لازم پکڑو۔" (مشکوٰۃ)

اور خلفائے راشدین کی سنت عین سنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو ہونہیں سکتی اس لیے کہ عطف مفارقت کو چاہتا ہے تو اگر "کل" کا لفظ علی الاطلاق لیا جائے

توسنت خلفائے راشدین کے اتباع کا کوئی موقعہ نہیں رہتا اور حضرت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول کا کہ "بیس رکعتیں تراویح نعمۃ البدعتہ" بڑی اچھی بدعت ہے، کوئی محل نہیں نکلتا۔

لفظ کل کا اس حدیث میں ایسا ہے جیسا کہ کلام پاک میں حضرت ابراہیم کے قصہ میں مذکور ہے کہ:

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا مِّمَّ اَدْعُوكَ يَا تَيْبَتُكَ سَعِيًّا  
 " پھر رکھ دو ہر ایک پہاڑ پر (کل جبل) ایک ایک حصہ پرندوں کا پھر بلاؤ ان کو وہ آئیں گے دوڑتے ہوئے۔" (پ ۳۴)

یہاں لفظ "کل جبل" سے ساری دنیا کے سب پہاڑ تو مراد ہو ہی نہیں سکتے بلکہ مراد یہ ہے کہ ہر ایک پہاڑ پر جو حاضر ہیں چار ہوں وہ پہاڑ یا سات (جیسا کہ بیضاوی نے بیان کیا) ان پرندوں کا گوشت رکھ دو۔

پس معلوم ہوا کہ مراد شارع صلی اللہ علیہ وسلم کی لفظ "کل" سے ہر ایک بدعت سیئہ ہی ہے۔

علمائے کرام کہتے ہیں کہ بدعت کی بہت سی قسمیں ہیں بعض ان میں سے تو اس زمانے میں واجب ہیں مثلاً علوم کی اشاعت کرنا، مدرسے، اور مسافر خانے بنانا وغیرہ۔ اور بعض سنتِ حسنہ ہیں جیسے بنیں رکعتیں تراویح پڑھنا اور حکومت کے لینے دفتر اور کچھریاں بنانا (یہ سنتِ عمریہ ہیں) اور مساجد کو منقش پتھر اور ساگوں کی بکری سے تعمیر کرنا اور قرآن مجید کو مصحف میں جمع کرنا (یہ سنتِ عثمانیہ ہیں) اور باغیوں وغیرہ سے جنگ کرنا۔ (یہ سنتِ مرتضوی ہے)

اور بعض بدعتیں مستحب یا مباح ہیں جیسے سبکل کے زمانے کے اکثر اوضاع اور رسوم۔ دو وجوہ مذکور ہیں سے یہ دوسری وجہ ہے۔

پس مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کے اطوار اور اذکار مرتبہ، اور مراقبات موقوتہ، اس بدعتِ حسنہ (اچھی) میں داخل ہیں جن کو نامور اور مجتہد علماء اسلام نے قبول کیا ہے

اور ان کو اچھا سمجھا ہے اور لوگوں کو ان باتوں کی طرف ترغیب دی ہے۔ اور خود ان کاموں میں مشغول رہے ہیں بلکہ ان امور کو وہ بدعت ہی نہیں سمجھتے اور اس بات پر رضامند ہی نہیں کہ ان پر بدعت کا لفظ استعمال کیا جائے، جیسا کہ ہمارے مرشد اعظم امیر ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مشرب ہے۔

ہم نے اس باب میں کلام کو طول دیا ہے اس لیے کہ بات سے بات نکلتی رہی ہے لیکن پھر بھی یہ طول فائدوں سے خالی نہیں ہے۔ انصاف پسندوں ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

## فصل

اے بھائی! اللہ تمہیں ان کاموں کی توفیق دے جن کو وہ پسند کرتا ہے اور جن سے راضی ہوتا ہے (جاننا چاہیے کہ اعتقاد صحیح کر لینے کے بعد تم مشغول اور مکلف ہو۔ اعمالِ بدنیہ روزہ اور نماز اور حج و زکوٰۃ، پر اور تمامی اوامر الہی پر خواہ وہ اعمالِ قلبیہ ہوں یا افعالِ جوارح اور محرمات و مکروہات شرعیہ کے ترک کرنے پر خواہ وہ بھی قلبیہ ہوں یا بدنیہ۔)

علم الفقہ اعمالِ بدنیہ کی تفصیل کا کفیل ہے اور علم اخلاق اعمالِ قلبیہ کی توضیح کا ضامن ہے۔ پس جس طرح کہ ظاہر کی اصلاح اعمالِ بدنیہ پر موقوف ہے۔ اسی طرح باطن کی اصلاح کا مدار اعمالِ قلبیہ پر ہے۔ یہ مقام ان دونوں کی تفصیل کا نہیں ہے اس لیے کہ وہ دو جاری حشرے ہیں بلکہ دو سمندر ہیں جو آپس میں ملتے ہیں ان دونوں کے درمیان پردہ حائل ہے کہ ایک دوسرے سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اور یہ دونوں حشرے یا سمندر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس سینہ سے پھوٹ کر نکلتے ہیں اور امت کے سینوں تک پہنچتے ہیں تیم پر لازم ہے کہ ان دونوں پاکیزہ علموں کی کشتی میں سوار ہو جاؤ تاکہ یہ تمہیں سلامتی سے ساحل مقصود تک پہنچا دیں جس کی وجہ سے موت کے

بعد اپنے مالک معبود کے مہیا کردہ باغوں میں لگاشت کرتے رہو گے۔  
 ہم ابھی تمہیں بعض ضروری باتیں اعمال قلب اور اعمال بدن کی مختصراً بتا دیتے  
 ہیں۔ تم پر یہ لازم ہے کہ انہیں قبول کرو اور ان پر عمل پیرا ہو جاؤ تاکہ مقامات عالیہ  
 پر فائز ہو سکو۔ کہیں ان کو فضول سمجھ کر نہ چھوڑ دینا کہ اس سے بے نیازی برتنے  
 میں گھانا پاؤ گے اور نقصان اٹھاؤ گے۔

مقصود کے شروع کرنے سے پہلے میں تمہیں سب اعمال کی روح اور جوہر  
 اور مغز بتا دیتا ہے اور وہ کیا ہے؟ "اخلاص اور نیت صحیح کرنا" تصور اس عمل  
 خیر بھی اخلاص اور صحت نیت کے ساتھ اس عمل خیر سے جو اگرچہ بہت بڑا ہے  
 لیکن اخلاص سے نہیں بلکہ فساد نیت کے ساتھ ہے۔ بہت ہی اچھا ہے۔ اس  
 لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَبِكُلِّ أَمْرٍ مَا لَوْى -

”سب اعمال کا ماہر نیت پر ہے اور ہر ایک آدمی وہی پائے گا جو اس نے نیت

کی ہو“ (حدیث طویل متواتر)

اسی وجہ سے صحابہ کرام کا ایک ٹنڈ (یعنی دو رطل) یا اس کا بھی نصف اللہ کے راہ  
 میں خرچ کرنا دوسروں کے جبل اُحد کے برابر سونا صرف کرنے سے بہتر اور افضل تھا۔  
 اگر تم کہو کہ اخلاص کیا ہے؟ تو اس کی بھی ہم تمہیں حقیقت بتلائے دیتے ہیں۔  
 اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہایت عاجزی اور نہایت سچائی سے  
 محض اس کی فرمانبرداری اور غلامی کے لیے کی جائے۔ یہ نہ ہو کہ دل میں حسرت کی طمع  
 کیے ہوئے ہو یا دوزخ کے خوف سے یا جو نفس کی خواہشیں اور لذتیں ہو سکتی ہیں۔ ان  
 کے لیے ادا کی جائے۔

اس لیے کہ اگر ایک مٹھی بھر گہیوں اللہ کی رضا مندی کے لیے اخلاص کے ساتھ  
 خرچ کی جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ مٹھی بھر موتی بغیر اخلاص کے نفس کی رضا مندی  
 میں دے ڈالو۔ جب تم نے اپنے عمل کو محض اللہ ہی کے لیے خالص کر دیا اور پورا اخلاص



اس میں پایا گیا تو سمجھ لو کہ یہی عمل قابل قبول بلکہ قبول شدہ ہے۔ ایسا عمل دس گنا بڑھاکے لکھا جائے گا اور یونہی سات سو تک وہ عمل بڑھ سکتا ہے (یعنی ایک باخلاص عمل سات سو گنا ہو جائے گا) اور یہ عمل تمہارے لیے قیامت کے دن تک نشوونما پاتا رہے گا، اس دانے کی طرح جس کو نہایت اچھی زمین میں بویا جائے تو وہ اگتا اور بڑھتا ہے یہاں تک کہ کچھ زمانے کے بعد ایک تناور اور پھلدار اور خوش نما درخت بن جاتا ہے۔ اور اگر کسی نے بغیر نیت صالح اور اخلاص کے عمل کیا ہے تو وہ نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ بڑھتا ہے بلکہ اس شخص کا فرض اور نفل کبھی رتبہ قبولیت نہیں پاتا۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ :-

يَحْكُمُ اللَّهُ الرَّبُّوَاوَيْرِي الصَّدَقَاتِ (پ ۶۴)

” اللہ تعالیٰ سود کو محو کرتا ہے اور گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا رہتا ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ :

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ (پ ۹۴)

” اللہ متقین ہی سے قبول کرتا ہے۔“

اور متقین وہی باخلاص لوگ ہیں۔

جب تم اس کو جان چکے تو اب جانو کہ نماز دین کا ستون ہے اور طاعات کا مخزن اور عبادات کا مغز ہے۔ اور سب اعمال میں اللہ اور رسول پر ایمان کے بعد اس سے کوئی اور عمل افضل نہیں۔ اور یہ عبادت بدنیہ ہر ایک مکلف مسلم پر مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام، غنی ہو یا فقیر، مسافر ہو یا مقیم، تندرست ہو یا بیمار سب پر فرض ہے۔ اب صبح سے لے کر سارے اعمال کی ترتیب ہم تمہیں بتلائے دیتے ہیں۔ صبح

سویرے اٹھنے ہی یہ دعا پڑھو :

” اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمَلِكُ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

ہم نے اور تمام ملک (کائنات) نے اللہ واحد قہار کے لیے صبح کی

اور اپنے ایمان کی تجدید اس قول سے کرو۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ نَخَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ أَلْبَسْتَنِي بَدَنِي عَلَى أَبِي بَدْنِي، فَأَغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ - (محسن حصین)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ خدایا! تو ہی میرا پروردگار ہے۔ میرے سوا کوئی

ہاں عبادت نہیں اتنے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوا اور میں تیرے بندے پر ایمان رکھتا ہوں۔ بنی ہاشم اور تیری قوم بھی نعمت مجھ پر ہے میں اس کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں پس میرے گناہ بخش دے اس لیے کہ تیرے سوا اور کوئی گناہ نہیں کرتا۔

اور خاص اللہ ہی کے لیے جلدی سے اُٹھ بیٹھو اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کہو اور آداب سنن کی رعایت رکھتے ہوئے بالاسباغ (یعنی اچھی طرح) وضو کرو۔ اسباغ سے یہ مراد نہیں کہ زیادہ پانی ڈالو یا تین مرتبے سے زیادہ اعضاء کو دھوؤ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ دھوئے جانے والے اعضاء کو دھونے میں اچھی طرح گھیر لو۔ جیسے کہنیاں اور ٹخنے اور چہرہ کے اطراف اور ڈاڑھی کے بالوں کی جڑ تک پانی پہنچانے میں کمی واقع نہ ہو۔

اور وضو کرنے سے یہ نیت کرو کہ جو وضوئی زائل ہو اور نماز ادا کرنا مباح ہو جائے۔ پھر دو رکعتیں صبح کی سنتیں اپنے گھر میں مخفف (ہلکی) ادا کرو۔ "مخفف" سے یہ مقصد نہیں کہ تعدیل ارکان (رکوع سجدہ وغیرہ) میں جلد بازی کرو بلکہ مراد یہ ہے کہ قرأت اس میں کم ہو۔ پھر نور کے تڑکے اپنے قریب ترین مسجد میں جاؤ چاہے اس مسجد کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہو، اور راستے میں تسبیح اور استغفار پڑھتے جاؤ۔ اس طرح سے سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِكَ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَالتَّوْبَةُ إِلَيْكَ يَا كَرِيمٌ ہے اللہ اور تیرے لیے ہی حمد و ثناء ہے، پاک ہے اللہ عظمت والا اور تیری بارگاہ میں میں توبہ کرتا ہوں اور مسجد میں اس طرح سے داخل ہو کہ اللہ کے غضب سے ڈرتا ہو اور اس کی رحمتوں کا امیدوار ہو اور پہلے اپنا دایاں پیر مسجد میں رکھو اور یہ کہو:

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مَدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مَخْرَجٍ صِدْقًا وَاَبْلِغْنِيْ  
لِيْ مِنْ لَدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا (پا ۹۶) "اے میرے رب تیرے

سچی طرح داخل کر اور سچی طرح باہر لے جا (جہاں بھی میں داخل ہوں اور جہاں بھی میں باہر  
آؤں) اور مجھ اپنی طرف سے مددگار غلبہ دے۔"

اور صبح کی دو رکعتیں فرض جماعت کے ساتھ نہایت اطمینان اور وقار سے  
ادا کرو اور اگر وقت فراخ ہے۔ تو جس قدر قرأت کو طول دے سکو تو بہتر ہے۔ قرأت  
کے بعد رکوع کرو۔ اور رکوع میں اپنی پیٹھی سیدھی رکھو اور کم از کم تین بار سُبْحٰنَ  
رَبِّيَ الْعَظِيْمِ (پاک ہے میرا رب عظمت والا) کہو اور اکثر کے لیے کوئی حد نہیں۔  
پھر سر و قد کھڑے ہو جاؤ اور سَمِعَ اللّٰهُ مِنْ حَمْدِكُمْ (اللہ نے سن لی تمہاری  
اس کی تعریف کی) کہو اگر تم امام ہو تو اسی پر کفایت کرو اور مقتدی ہو تو امام کے  
سمیع اللہ من حمدہ کہنے کے بعد رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (اے ہمارے رب سب تعریف تیرے  
ہی لیے ہے) کہو۔ اور اگر نماز تنہا پڑھ رہے ہو تو دونوں جملے کہو۔ اور تین تسبیحوں کے  
قدر اس حال میں ٹھہرے رہو۔

پھر سجدہ کرنے کے لیے نیچے ٹھکڑو اور اپنے چہرہ کو دونوں ہاتھوں کے درمیان  
زمین پر یا مصلے پر رکھو اور سُبْحٰنَ رَبِّيَ الْاَعْلٰی (پاک ہے میرا رب بہت بلند)  
کم از کم تین بار کہو۔ اگر اس سے زیادہ پڑھ سکو تو زیادہ بہتر ہے۔  
پھر اپنے دائیں پیر کو کھڑا رکھ کر بائیں پیر پر بیٹھ جاؤ اور تین تسبیحوں کے قدر ٹھہر  
رہو۔ پھر دوسری مرتبہ اسی طرح سے سجدہ کرو اور پھر دوسری رکعت کے لیے اٹھو  
اور انتقالات (اٹھنے بیٹھنے) کی تکبیریں نہ بھول جاؤ۔

اور پوری نمازیں اپنے تئیں ایک گریختہ خائن اور خائف غلام تصور کرو جو نہایت  
ڈرتا ہوا اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہوا ہو، اور اس کے حکم کا انتظار کر رہا ہو کہ گرفتاری  
عقوبت کا فرمان صادر ہوتا ہے یا غصو اور بخشش سے کام لیا جاتا ہے۔

اور جبکہ دوسری رکعت بھی ختم کر چکے تو التعمیات پڑھو۔ التعمیات یہ ہے:

الْحَيَاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ  
 وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ اسْتَغْفِرُكَ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ  
 اسْتَهْدَانُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ  
 وَرَسُولُهُ۔ ” تمام زبانی عباد میں اور تمام بدنی عباد میں اور تمام مالی عباد میں اللہ ہی کے لیے  
 ہیں۔ سلام تو تم پر ہے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں، سلام سو تم پر اور اللہ کے نیک بندوں  
 پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ابراہیمی بھیجو اور یہ دعائیں پڑھو:-  
 رَبَّنَا إِنِّي أَسْأَلُكَ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ  
 ”اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا“

اور

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ  
 وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ۔ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ  
 وَالْمَعْرَمِ۔ (حصن حصین) ”اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیری  
 پناہ لیتا ہوں کانے دجال کے فتنہ سے اور تیری پناہ لیتا ہوں زندگی اور موت کے فتنوں  
 سے، اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں ہر گناہ اور قرض سے۔“

اور

رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ  
 وَأَنْجِنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدِي وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ  
 ”اے میرے پروردگار بے شک میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا تو اپنی مغفرت  
 سے میرے سب گناہ بخش دے اور رحم فرما مجھ پر بے شک تو ہی بہت بخشش کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے! اے میرے رب  
 مجھے بخش دے اور میرے والدین اور تمام مومنوں کو بھی جس دن حساب قائم ہو۔“

اور اپنے دائیں اور بائیں سلام پھیرو۔

بہتر یہ ہے کہ اجرت کی طمع پر تم امام، موزن، مکر اور مدرس نہ بنو۔ اور اگر اللہ ہی کے لیے بغیر اجرت کے یہ خدمات انجام دے رہے ہو تو بڑے ثواب کے مستحق ہو۔ پس جبکہ نماز کو آداب اور سنتوں کی رعایت رکھتے ہوئے جیسا کہ علم فقہ میں مفصل مذکور ہے۔ تم نے ادا کر دیا تو بہتر یہ ہے کہ اسی جگہ پر بیٹھ جاؤ اور تسبیحیں پڑھنے میں مشغول ہو جاؤ۔ یعنی ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہ اور ۳۳ بار الْحَمْدُ لِلّٰہ اور ۳۴ بار اللّٰہ اکْبَرُ پڑھو، پھر آیۃ الکرسی پڑھو اور ذکر قلبی یا لسانی کے ساتھ مشغول ہو جاؤ یا اللہ پاک کی نعمتوں اور عنایتوں میں جو تم پر اور ساری مخلوقات پر ہیں، بیٹھے فکر و شکر کیا کرو۔ یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو جائے۔ طلوع کے بعد چار رکعتیں نفل کی دو دو کر کے پڑھے اور قرآن مجید سے جو تمہیں آسان معلوم ہو، ان میں قرأت کرو۔ پھر دعا کے لیے دونوں ہاتھ اٹھاؤ اور نہایت اخلاص اور تضرع اور زاری کے ساتھ یہ دعا کرو۔

اللّٰهُمَّ اَنْتَ تَعْلَمُ سِرِّيْ وَ عَلَانِيَتِيْ فَاَقْبِلْ مَعْذِرَتِيْ وَ تَعْلَمُ حَاجَتِيْ  
فَاعْطِنِيْ سُوْلِيْ وَ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ  
اِيْمَانًا يُّبَاسِرُ قَلْبِيْ وَ لَيْقِيْنَا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهُ لَا يُصِيْبُنِيْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ  
وَ رِضًى يُّقَسِّمُ لِيْ يَا رَحْمَنُ الرَّاحِمِيْنَ - " اے اللہ! تو بے شک میرے ظاہر  
اور باطن کو جانتا ہے، میری مندرت قبول فرما اور تو میری حاجت کو جانتا ہے میرا سوال پورا فرما اور تو جانتا  
ہے جو میرے دل میں ہے میرے گناہ بخش دے! اے اللہ بے شک میں تجھ سے ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں پوس  
ہو جاؤ اور وہ سچا یقین کہ مجھے وہی ملے گا جو اپنے میرے لیے لکھ دیا ہے درمعاش میں اپنی قسمت پر راضی ہونا مانگتا ہوں۔ اے  
سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

پھر دوبارہ آنے کا ارادہ رکھتے ہوئے مسجد سے نکلو اور ظاہری طور پر اپنے دامن سے  
اور روزگار میں مشغول ہو جاؤ۔ لیکن تمہارا قلب اللہ پاک کے ذکر اور مسجد کی طرف لوٹنے

مے جس وقت سورج کی ٹکیا ظاہر ہوتی ہے اس کے بعد بیس منٹ ٹھہر کر یہ نفل پڑھیں کیونکہ  
ان وقت طلوع میں داخل ہے۔ (نامش)

کے خیال میں لگا ہوا ہے پھر جبکہ ظہر کی اذان سنو تو جلدی سے اٹھو اور اپنے پروردگار کے بلاوے کی اجابت کرو۔ اور نیا وضو کر کے مسجد کی طرف چل دو۔ جس طرح کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اور چار رکعتیں سنت کی جو پہلے پڑھی جاتی ہیں۔ حضور قلب اور اخلاص سے پڑھ کر اسی جگہ بیٹھے رہو۔ یہاں تک کہ بکرتا قامت الصلوٰۃ کہے۔ پھر پہلی صفت میں داخل ہو بشرطیکہ وہاں جگہ ہو اور دائیں بائیں کسی کو تمہاری وجہ سے تکلیف اور تنگی نہ ہوتی ہو۔ اور نماز شروع کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھو :-

اِذَا دَبَّذْتُمْ وَجْهِي لِلذِّیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَاَلْاَرْضِ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَاۃَیْ وَمَمَاتِیْ بِاللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَدِلُّ الْمُسْلِمِیْنَ ہ " میں نے اپنا منہ اس ذات کے سامنے کیا جس نے آسمان اور زمینوں کو پیدا کیا۔ ایک نظر کا سو کرو اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں تحقیق میرا نماز میرا قربانی میرا مینا، میرا نماز اللہ جہانوں کے پروردگار کے لیے ہے اس کوئی شریک نہیں مجھے یہی حکم کیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سے ہوں؛ پس جب کہ تم امام کے ساتھ نماز پڑھ چکے اور سلام پھیر چکے تو یہ دعا پڑھو :-

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَهٰنَا السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یُوجِعُ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالٰیْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ ۔

"اے اللہ! تو ہی سلامتی دینے والا ہے اور سلامتی تیری ہی طرف سے ہے اور سلامتی تیری ہی طرف سے ہے

بڑی برکت والا ہے تو اسے ہمارے پروردگار اور بہت بندے تو اسے جلال اور بزرگی دے۔

پھر اٹھ کر دو رکعتیں سنت کی اسی طرح سے پڑھو اور پھر تسبیحات مذکورہ اور آیت الکرسی پڑھو۔ پھر اللہ پاک سے وہ دعائیں مانگو جو مسنون ہیں۔ اور مسجد سے اسی حال میں نکلو کہ پھر وہیں لوٹنے کی نیت رکھتے ہو۔ پھر آکر اپنی حرمت اور کسب میں لگ جاؤ عصر کے وقت تک۔ اور عصر کی اذان سن کر نہایت جلدی خوشی اور بشارت پائے ہوئے کی طرح اللہ پاک کے بلاوے کی طرف لپکو جو اپنے حضور کی تمہیں دعوت دے رہا ہے۔ اچھا یہ ہے کہ اگرچہ تمہیں وضو ہو مگر پھر نئے سے وضو کرو

اور مسجد کی طرف اسی طرح جاؤ جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں اپنی نظر سجدے کی جگہ پر اور رکوع میں اپنے قدموں کی پیٹھ پر اور سجدے میں اپنے نتھنوں پر جمائے رکھو۔

عصر کے فرض سے پہلے اگر وقت کافی ہو تو چار رکعتیں نفل کی بھی پڑھ لو پھر امام کے ساتھ فرض ادا کرو۔ اگر دنیا کے ضروری کام کاج سے فارغ ہو تو بہتر یہ ہے کہ اسی جگہ مغرب تک بیٹھ کر ذکر اور فکر میں مشغول رہو۔

اور احتیاط کی بات یہ ہے کہ ظہر ایک مثل سے پہلے اور عصر دو مثلوں کے بعد آفتاب کے زرد ہونے کے قبل پڑھا کرو۔ اور جب امام کے پیچھے نماز مغرب پڑھ کر فارغ ہوئے تو دو رکعتیں سنت پڑھو۔ اس کے بعد دو رکعتیں یا چار رکعتیں نفل کی دو سلاموں کے ساتھ پڑھو۔ تو اور بہتر ہے۔ پھر اسی لوٹنے کی نیت کے ساتھ مسجد سے نکلو اور اپنے گھر آ کر رات کا کھانا اپنے عیال یا مہمان کے ساتھ (اگر کوئی ہو) تناول کرو۔ اور کچھ دیر آرام لے کر جب عشاء کی اذان سنو تو مسجد کی طرف جاؤ اور چار رکعتیں نفل کی فرض سے پہلے پڑھ لو۔ اور عشاء کی نماز امام کے پیچھے پڑھ کر دو رکعتیں سنت کی اور تین رکعتیں وتر کی پڑھو اگر تمہیں اخیر رات میں جاگ جانے کا یقین نہ ہو۔ اور اگر جاگ اٹھنے کا یقین رکھتے ہو تو بہتر یہ ہے کہ وتر تہجد کے بعد اخیر شب میں پڑھے جائیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد سورہ تبارک (الملک) اور الم سجدہ پڑھو۔

پھر خواب گاہ پر آ کر یہ دعائیں پڑھو :-

بِسْمِ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِكَ اَمْنٌ فَعَلَّ اَنْ اَمْسُكَ لَفْسِیْ فَاغْفِرْ لَهَا وَارْحَمْهَا وَ اَنْ  
تَرَدَّتْ لَهَا فَاَحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِیْنَ وَ بِسْمِ اللّٰهِ

لے اصطلاح فقہ میں مثل سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک چیز کا سایہ علاوہ اصل سایہ کے

اس کے قد کے برابر ہو جائے۔ (مترجم)

عَلَى نَفْسِي وَعَلَى دِينِي وَعَلَى مَالِي وَعَلَى أَهْلِي وَعَلَى أَيْمَانِي - بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا  
 يَضُرُّمَعَ اسْمُهُ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهِيَ السَّمِيعَةُ الْعَلِيمَةُ -  
 أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ - أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ  
 شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَعَهُ وَبَرَعَهُ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنَ الْأَرْضِ  
 وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّ هَلْوَاسِ اللَّيْلِ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ  
 فِي الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ -

أَمِنْتُ بِاللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ اعْتَصَمْتُ بِاللَّهِ مَا شَاءَ اللَّهُ

لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ - تیسے ہی نام کے ساتھ میں نے (بستر پر) اپنا پہلو رکھا ہے اور تیسرے ہی نام کے  
 اٹھاؤنگا اگر تیسری ہیجا گورہنگ لے تو اس کی منفیت کرے جو دوسرے پر رحم فرمائے اور اگر تو اس کو ٹوٹے تو اس کی

ایسی ہی جگہ کیجیو جیسے تو اپنے نیک بندوں کی جگہ کرتا ہے۔ اللہ کے نام پاک کے ساتھ میں اپنی جگہ، مال اور عیال اور ایمان

(کی جگہ چاہتا ہوں) اللہ کے نام کے ساتھ جس نام کی برکت سے زمین اور آسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی اور وہ

خوب مننے والا اور جاننے والا ہے۔ میں پناہ چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ کے کلمات اللہ کے ساتھ اس چیز کے شر سے جو اس نے

پیدا فرمائی ہیں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی اور جہاں اور عدم نے جو بخشا اور اس چیز کے شر

سے جو زمین نے نکلتی ہے اور اس چیز کے شر سے جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اور (مجھے پناہ دیجئے) تاکہ وقت اترنے والی

چیز کے شر سے اور گریہوں میں پھونکنے والی غمروں کے شر سے اور پناہ میں رکھئے، جہاں کے شر سے جب تم کہو۔ میں اللہ

پر ایمان لایا اس پر پھیر دیتے ہوئے۔ میں اللہ کی (رسی) کو مضبوطی سے پکڑ لیا ہے۔ (وہی ہوتا ہے) جہاں شر ہے اللہ تعالیٰ

پھیر اپنے دائیں پہلو پر کعبے کی طرف رخ کر کے جیسا کہ قبر میں تمہیں سونا پڑے گا

سو جاؤ۔ پھر اگر تم نے آخر شب میں اللہ کو وضو کیا اور تہجد کی نماز پڑھی اور

درود شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تلاوت کی اور سورۃ رُبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

اور حَمْدِ دُعَائِي وَاعْتَمُ عَنِّي دَعَايَ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ اور مجھ پر رحم فرما اور عافیت عطا فرما اور

مجھے معاف کر دے) اور سو مرتبہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ دَعَا سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ

وَالْتَوْبُ إِلَيْهِ (پاک ہے اللہ اور اسی کیلئے ہی توبہ پاک ہے اللہ تعالیٰ اور اسی کی بارگاہ میں توبہ پڑھا

تو یہ تمہارے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اور تہجد کی نماز کم از کم دو رکعتیں ہیں اور

توبہ کے سوا کوئی توبہ نہیں



زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں جس قدر تم باسانی پڑھ سکو پڑھو۔  
اور اگر ان میں سورہ "یس" پڑھ سکو تو یہ بہت بہتر ہے۔ اور اس میں پڑھا

اجز ہے۔

اے عزیز! جانا چاہیے کہ جب تم نے نماز شروع کی اور اپنے ہاتھوں کو  
کانوں کے قریب لاکر تم نے اللہ اکبر کہا تو گویا تم نے ماسوی اللہ کو پس پشت ڈال  
دیا اور تم اپنے مولا و آقا کے سامنے اس حال میں کھڑے ہو کہ اس کی پکڑ اور  
گرفت سے ڈر رہے ہو اور تم اس کی عفو و رحمت کے امیدوار ہو۔ اور جب  
تم اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے ہو تو اس میں اس بات کی طرف اشارہ  
ہے کہ تم ایک مجرم غلام کی حیثیت میں اپنے مولا کے حضور میں حاضر ہو اور تمہارے  
دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور تم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (بے توغیر اللہ کے لیے جو پروردگار  
ساجد ہے) کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا اظہار کر رہے ہو اور اَلشُّكْرِ  
الْحَمِيمِ (بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا) کہہ کر اس کی رحمت کی طرف غایت احتیاج  
کی وجہ سے اس سے رحمت طلب کر رہے ہو۔ اور مَا لِكُمْ لِيَوْمِ الدِّينِ (اے لوگو! کیا ہے روز  
حزاکام کے قول سے اس کے لطافت و عنایات کے خواہان ہو کر اس کی ثنا اور  
تعریف کر رہے ہو۔ اور اَيَّاكَ لَعَبَدٌ وَاَيَّاكَ لَسْتَعِينُ (تیری ہی ہم عباد کرتے ہیں اور تجھی سے مدد  
چاہتے ہیں) کے کہنے اپنی عبادتوں کا اسے ہی مستحق بناتے ہو اور امداد طلب کرنے کے لیے  
اسے ہی خاص کرتے ہو اور اِخْتَدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (چلا ہم کو سیدھے  
راستے پر) کے کہنے سے دین پر استقامت کا سوال کر رہے ہو۔ اور صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ  
عَلَيْهِمْ (راستہ ان کا جن پر تو نے انعام فرمایا) کے کہنے سے صالحین کی اتباع اور  
جن پر خداوند تعالیٰ نے نعمتیں برسائی ہیں یعنی انبیاء، صدیقین اور شہداء کی تقلید کا  
سوال کر رہے ہو اور غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ (انہ ان کا جن پر غضب  
ہوا اور نہ گمراہوں کا۔ اس دعا کو قبول فرما) کہنے وقت اس کے غضب اور اپنی گمراہی سے  
پناہ مانگ رہے ہو۔

پس جبکہ تم فاتحہ اور قرأت پڑھ چکے تو گویا اب تمہیں کہا جا رہا ہے کہ اب اپنے رب کے سامنے جھک جاؤ اور اس کی تعظیم زبان اور تن سے بجا لاؤ تاکہ وہ تم پر رحم کرے اور تمہاری دعاؤں کو شرف قبولیت بخشے۔ پس تم جھک پڑتے ہو۔ اور رکوع کرتے ہوئے دوہرے ہو جاتے ہو اور کہتے ہو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ (پاک ہے میرا پروردگار عظمت والا) اس میں اشارہ ہے پروردگار کی بڑائی اور بندے کی ذلت کی طرف۔

اب گویا تمہیں کہا جاتا ہے کہ اپنے سر کو اٹھاؤ کہ تمہارا رب تم پر مہربان ہوا ہے اور تمہاری دعا اور تسبیح کو اس نے سُن لیا ہے اور قبول فرمایا ہے۔ پس تم اس حال میں کھڑے ہو جاتے ہو کہ تمہارے بندھے ہوئے ہاتھ بھی کھول دیئے جاتے ہیں اور تم کہتے ہو سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ كَذَبْنَاكَ الْحَمْدُ (اللہ نے اس کی سُن لی جس نے اس کی تعریف کی۔ آپا ہے پروردگار سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں) کہ تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔

پھر جبکہ تمہیں قبول کی بشارت مل جاتی ہے تو تم اس شکرانہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عفو فرما دیا ہے۔ اس کے سلسلے میں سجدے میں گر پڑتے ہو اور اس طریقہ سے اپنے تئیں ذلیل کرتے ہو اور اپنے رب جل شانہ کی بڑائی اور پاکی کے ساتھ تسبیح یعنی سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى (پاک ہے میرا پروردگار بہت بلند) پڑھتے ہو اور سجدہ کو پھر جو دوہرتے ہو، یہ اس لیے کہ یہ دو سجدے تمہاری ذلت اور اللہ پاک کی تقدیس پر تمہارے دو گواہ بنیں۔

اور یہی دوسری رکعت کی کیفیت اور حقیقت ہے۔ پھر جبکہ دونوں رکعتیں پڑھ چکے تو اب تمہیں اپنے رب کی مجلس انس میں بیٹھنے کی اجازت دی جاتی ہے! اس وقت تم اپنے پروردگار پر سلام کہتے ہو اس قول سے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلَاةُ وَالتَّطِيَّاتُ (تمام قلی عبادتیں در تمام فعلی عبادتیں اور تمام الی عبادتیں سبھی میں) اس وقت گویا تمہیں کہا جاتا ہے کہ جو کچھ یہ فضیلت اور کرامت تمہیں عطا ہوئی ہے۔ یہ محض حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور طفیل سے ہے اس لیے کہ اسی مقدس ہستی ہی نے تمہیں اس ترتیب کے ساتھ نماز سکھائی ہے تو تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو حاضر سمجھ کر

یہ کہتے ہو کہ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ (سلام ہو تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں) تو تمہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح جواب دیتے ہیں کہ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ (سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تمہارے سلام کو محض اپنے نفس مبارک کے لیے خاص نہ فرمایا۔ بلکہ سب صالح بندگان خدا کو اس میں شامل فرمایا۔ اس لیے کہ آپ کو رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے جبکہ صلحاء کے ارواح نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عام عنایت کو سنا تو سب پکار کر کہنے لگے کہ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بند اور رسول ہیں) اب تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کہتے ہو اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ (اللہ ہی ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیج) آخر صلوٰۃ تک۔

اب تمہیں کہا جاتا ہے کہ سلام پھیرو کہ سلامتی سے فائز ہوئے تو تم دائیں اور بائیں کہتے ہو السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ تَمَّ بِسَلَامَتِي ہوا اور اللہ کی رحمت) اور کہتے ہو کہ اللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاللَّيْلُ يُرْجِعُ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (اللہ تو ہی سلامتی دینے والا ہے اور سلامتی تیری ہی طرف سے ہے اور سلامتی تیری ہی طرف لٹتی ہے بڑی برکت والا ہے تو نے ہمارے پروردگار اور بہت بلند ہے تو نے جلال اور بزرگی نام جانا چاہیے کہ روزہ آگ (دوزخ) کے لیے ایک سپر (ڈھال) ہے اور سب عبادات میں نفس پر زیادہ شاق اور زیادہ نمائش سے دور تر روزہ سے کوئی چیز نہیں۔ اور یہ بدنی عبادت ہے جو ہر ایک مکلف پر نماز کی طرح فرض ہے مگر مسافر (ومریض وغیرہ) کو کہ اسے قضاء کی نیت اور ارادہ کے ساتھ افطار (روزہ نہ رکھنا) جائز ہے۔

حدیث قدسی میں ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

الصَّوْمُ لِيْ وَأَنَا جَزِيْ بِهٖ ۛ ۛ ۛ روزہ خاص میرے ہی لیے ہے اور میں

اس کی بہت بڑی جزا دیتا ہوں۔“ (مشکوٰۃ)

اور روزہ کی فضیلت میں قیامت کے دن حق تعالیٰ کا یہ فرمانا کافی ہے کہ،  
 كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ (پ۲۹ ع ۵)  
 ”کھاؤ اور پیو مزے سے اس صلہ میں جو تم ایام گزشتہ میں بھیج چکے ہو۔“  
 روزے کی تین قسمیں ہیں۔ فرض؎ واجب؎ اور نفل؎ رمضان کے روزے تو  
 ہر ایک مکلف ندرست مقیم پر فرض ہیں۔

اور جانو کہ روزہ محض اس سے عبارت نہیں کہ مفطرات ثلاثہ (تین روزہ توڑنے والی چیزوں  
 یعنی کھانے پینے اور جماع) سے رُک جاؤ بلکہ اس کے پانچ اور بھی مفطرات ہیں اور  
 وہ یہ ہیں جھوٹ، غیبت، چغلی، جھوٹی قسم کھانا اور نظر بد۔ اگر تم نے روزے کو  
 ان سب مفطرات سے بچا لیا تو تمہارا روزہ بیٹیک آگ کے سامنے سپر ہوگا۔ اور  
 قیامت کے دن کے لیے تمہارا توشہ بن جائے گا اور اگر تم نے ان امور سے حفاظت  
 کا خیال نہ رکھا تو تمہیں روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا کیا حاصل ہوا؟  
 تو اے عزیز! کوشش کرو کہ تمہارا روزہ ان سب مفطرات مذکورہ سے  
 سلامت رہے اور تمہارے روزے کا ثواب اس قابل و لائق ہو کہ اسے اپنے رب  
 کی بارگاہ میں ہدیہ بنا کر بھیج سکو، اور کفارات اور نذروں اور نسک کے روزے  
 واجب ہیں۔

اور سوال کے چھ روزے اور عاشورا کے دن کا روزہ اور ایک دن پہلے  
 اس سے یا ایک دن اس کے بعد روزہ رکھنا اور ایام بیض (۱۳-۱۴-۱۵ سہ ماہ)  
 کے روزے نوافل میں سے ہیں۔ اگر یہ روزے رکھ سکو تو ان میں بڑی فضیلت ہے  
 اور اگر اتنی طاقت نہ ہو

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (پ۲۹ ع ۱۷)

”تو اللہ تعالیٰ نے دین کے بارہ میں تم پر کوئی تکلیف لازم نہیں کی ہے۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَاتَّبَعَهُ بِسِتِّ مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ  
(۱۴۰۵ مسلم - مشکوٰۃ)

” جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے

بھی رکھے تو گویا اس نے ہمیشہ روزے رکھے یا“

اس لیے کہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا دیا جاتا ہے تو رمضان کا ایک مہینہ دس مہینے کے برابر

ہوا۔ اور چھ دن اس حساب سے ساٹھ دن ہوئے۔ کل دن ملا کر ایک سال کامل ہو

گیا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَّشَاءُ رِجًا مَّعْرُوفًا (۱۱۴)

” یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔“

اور بہتر یہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں اتنا نہ کھاؤ کہ دن کے کھانے کی کسر نکل

جائے اور اپنے پیٹ کو کھانے کا برتن سمجھ کر حلق تک نہ ٹھونس دو بلکہ کچھ بھوک سہنے

دو۔ تاکہ روزے کے استمرار تم پر کھلیں اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ فقرا اور مساکین

کی بھوک کا تمہیں احساس اور قدر ہو اور سب سے بہتر تو یہ ہے کہ اپنے دن کا بچا

ہوا کھانا فقرا پر صدقہ کر دو۔

اور رمضان کی راتوں میں عشاء کے فرض اور سنت کے بعد مسنون ہے (مراد

سنت سے خلفائے راشدین کی سنت ہے) کہ نماز تراویح کی بیس رکعت پڑھو اور

افضل یہ ہے کہ ان میں قرآن مجید کا ختم تم پڑھو یا کسی حافظ کے پیچھے سنو۔ اس لیے

کہ جس نے رمضان کے دنوں میں روزے رکھے اور راتوں کو تراویح میں کھڑا رہا۔ تو

اس کا نام صائمین اور قائمین کی فہرست میں لکھا جائے گا۔ باقی روزے کے مفصل

احکام وغیرہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں اگر چاہو تو ان کی طرف رجوع کرو۔

۱۴ ”روزہ کے فضائل و مسائل پر بڑی جامع اور مستند کتاب ”رکن دین“ کا حصہ کتاب الصیام

اس موضوع پر عمدہ کتاب ہے۔ ۱۴۰ ” (ناشر)

حج کا بیان : ارکان اسلام سے تیسرا رکن حج ہے اور حج عبادتِ بدنیہ بھی ہے اور مالیہ بھی۔ ہر اس شخص پر جس کو جانے کی قدرت ہو، فرض ہے اور حج اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تقرب کا بڑا وسیلہ ہے اور حج مبرور (جس میں بھلائیاں کی گئی ہوں) کی جزا جنت ہی ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ  
فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ (پک ۱۴)

” اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے۔ اس شخص پر جس کو مقدور ہو اور جو شخص کفر (انکار) کرے تو اللہ دنیا جہاں دالوں سے بیشک بے پڑا ہے۔“  
اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر جو استطاعت ہوتے ہوئے بھی روگردانی کرتا ہے کفر کا لفظ اطلاق کیا ہے۔ یعنی جس شخص نے باوصف قدرت کے حج ادا نہ کیا تو گویا وہ کافر ہوا۔ عیاذ باللہ (اللہ پناہ میں رکھے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرَفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَّلَدَتْهُ  
اُمُّهُ۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ)

” جس نے اللہ کے لیے (خانہ کعبہ) کا حج کیا اور عدولِ حکمی نہ کی اور اس میں عورت سے باز رہا تو گناہوں سے پاک ہو کر اس طرح لوٹے گا۔ گویا کہ اس کو اس دن ماں نے جنا ہے۔“ (یعنی گناہوں سے پاک)۔

تو اگر تمہیں استطاعت ہے تو اپنے رب کی بارگاہ کی حاضری اور گناہوں کی مغفرت کی جگہوں کی زیارت میں غفلت نہ کرو اور ڈھیل نہ دو۔ تمہیں کیا خبر ہے کہ آئندہ سال تک تمہیں زندہ رہنے کی مہلت دی جائے گی یا نہیں۔ پس جبکہ تم اپنے گھر سے نکلنے کا قصد کر چکے اور اپنے اہل و عیال کو رہنے کا مکان اور کھانے پینے کا نفقہ اور لباس آنا دے چکے جو تمہاری دلچسپی تک ان کو کافی ہو سکے تو اپنے نفس کو نفسی اور مالی تاوانوں اور حقوق سے آزاد کر لو۔ اور شناسا لوگوں سے دداعیِ رخصت

لے لو اور حج کے سفر کو آخرت کا سفر سمجھو اور واپس لوٹنے کا خیال اور طمع دل سے نکال لو۔ اور صالح لوگوں کی رفاقت اختیار کرو۔ اور رفیقوں کے ساتھ سفر میں نرمی سے پیشی آؤ۔ اور ان کے ساتھ بھلائی کرو اور ان کی پہنچائی ہوئی تکلیف جہاں تک ہو سکے برداشت کرو۔

پس جب میقات پر پہنچو تو

فَاخْلَعْ لَعَلَّكَ بِإِنَّاكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (پ ۱۰)

” اپنے جوتے اتار ڈالو اس لیے کہ تم وادی مقدس طوی میں ہو۔“

یعنی اپنے نفس کی خواہشات اور آرزوؤں کی جوتیاں اتار ڈالو۔ اور اپنے معمولی اور مانوس کپڑے اتار کر کفن پہن لو جس کو احرام کہا جاتا ہے اور اپنے سر کو ننگا کر دو۔ اس لیے کہ حرم رب کی طرف متوجہ ہو اور اپنے گناہوں کی بخشش کی جگہ حاضر ہو رہے ہو اور پوری پاکی کے بعد دو رکعتیں احرام کی پڑھو اور زبا حال درقال سے کہو:

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ ط

” اے اللہ میں حاضر ہوں (ہاں) میں حاضر ہوں آپ کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، سب تعریفیں اور ساری

نعمتیں آپ ہی کیلئے ہیں اور بادشاہی بھی آپ ہی کی ہے، آپ کا کوئی شریک اور ساتھی نہیں۔“

گویا کہ تم اپنے پروردگار کے بلانے والے حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی دعوت پر لبیک کہہ رہے ہو کہ وہ تمہیں اپنے رب کے گھر میں حاضر کرنے کے لیے پکار رہے تھے۔ جبکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے امر فرمایا تھا کہ:

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَا تَوَكُّلْ رِجَالًا ذَا عَلَىٰ كُلِّ مَنَامٍ يَأْتِينَ

مِنْ كُلِّ مَنَامٍ فَجِ عَمِيْقِي ۚ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا

اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ - (پ ۱۱)

” لوگوں میں حج کا اعلان کر دو۔ آئینگے وہ تمہارے پاس پیادے اور سوار ہو کر وہی

اوشنیوں پر دور دراز راستے سے تاکہ حاضر ہو جائیں اپنے فائدے کے لیے

لہ وہ مقررہ جگہ جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے (۱۲)

اور اللہ کا نام لیں چند معلوم دنوں تک۔  
 تو گویا اب تم ان کے بلاؤں سے کی اس طرح اجابت کر رہے ہو کہ ”لبیک! غلام  
 حضور میں حاضر ہے!“

پس جبکہ تمہاری نظر کعبہ معظمہ پر پڑ جائے تو اللہ تعالیٰ سے ایمان اور نفس و شیطان کی  
 شرارتوں سے امان کا سوال کرو اور بیت اللہ کا سات مرتبہ نہایت عجز اور اپنی ذلت کے  
 اظہار کے ساتھ طریقہ مننونہ پر طواف کرو۔ اور ماثورہ دعائیں پڑھو اور ملتزم سے چپٹ  
 جاؤ اور دامن (غلاف) کعبہ مکرم پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی خیر اور  
 بہتری کی دعائیں مانگو اور اپنے گناہوں کو اپنے دل میں یاد کر کے ان پر آنسو بہاؤ  
 اور دو رکعتیں طواف کے مقام (ابراہیم) کے پیچھے پڑھو۔ اور صفا کی طرف قلب کی  
 صفائی کے ساتھ نکلو اور دونوں سرووں پر مروت اور اطمینان اور وقار سے دوڑو  
 اور کسی کو اپنی دوڑ میں تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اور اگر تمہیں کوئی ایذا پہنچے تو اس پر صبر کرو۔  
 اگر تم مفرد یا قارن ہو تو احرام باندھے ہی رہو اور عرفات کی طرف ننگے سر اور  
 ننگے پاؤں نکل جاؤ۔ بہتر یہ ہے کہ پا پیادہ چل کر جاؤ۔ اس دوران میں لبیک اور  
 دعا اور زاری کے ساتھ ہر وقت مشغول رہو اور جانو کہ عرفات عرصات قیامت  
 کے مثال ہے۔ جہاں پر سب لوگ ایک میدان میں جمع ہوتے ہیں۔ بعض ان میں سے  
 ناجی ہیں اور بعض ہلاکت میں پڑے ہوئے ہیں جو ناجی ہے وہ مقبول ہے۔ اور جو مخدول  
 (رسوا) ہے۔ وہی ہلاکت میں پڑا ہوا ہے۔

اور غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ کی طرف اسی طرح جیسا کہ مذکور ہوا لوٹو  
 اور مزدلفہ میزان (ترازو) اعمال کی طرح ہے۔ جو قیامت کے دن ہوگا! اور منیٰ میں  
 کنکریاں پھینکنا پکھڑا کی مثال ہے۔ اگر صراط پر سلامتی سے گزر گئے تو جنت یعنی  
 بیت اللہ الحرام میں امن کی حالت اور طرح طرح کی عزتوں سے معزز ہو کر داخل ہو

۱۔ صفا اور مروہ دو پہاڑیوں کے نام ہیں ۱۲ منہ



گئے، پھر منیٰ میں تین دن ٹھہرو اور کنکریاں پھینکنے کے بعد اگر استطاعت ہے تو پہلے دن ایک بکرا ذبح کرو اور سر کے بال منداؤ۔ اور اپنے معمولی کپڑے پہن لو، اس میں اپنے نفسِ امارہ (جو بڑی باتوں کا امر کرتا ہے) کے ذبح کی طرف اشارہ ہے۔ پس اس کا گلا اچھی طرح کاٹ دینا اور اس کو زیادہ تیار اور موٹا نہ بنانا کہ جب تم واپس لوٹو تو یہ نفس کہیں پہلے سے بھی زیادہ موٹا اور خبیث ہو کر نہ لوٹے۔

زیارتِ مدینہ :- جب تمہیں ارکانِ حج سے فراغت ہوئی تو طیبہ طاہرہ (مدینہ منورہ) جانے کے لیے تیار ہو جاؤ اور اس مبارک سفر سے قصد و نیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پاک اور آپ کی معطر و مصفٰی خواہ گاہ کی زیارت ہی ہو۔ اور جاتے وقت سارے راستہ میں ادب کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بہت بہت پڑھتے رہنا اور وہ پہاڑ جو حرمین شریفین کے درمیان واقع ہیں۔ ان کو نہایت عزت اور شرف کی نگاہ سے دیکھنا۔ اس لیے کہ ان پر حضور انور کی نظر مبارک پڑی تھی اور ان کو بے جان اور جامد نہ سمجھنا بلکہ یہ بھی تمہارے ساتھ بادلوں کی طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے چل رہے ہیں اور ادب اس میں ہے کہ مدینہ منورہ میں پاپادہ ننگے پاؤں اپنی نظر کو قدموں پر جما کر داخل ہو جاؤ۔

اور جب مسجدِ مکرمِ نبوی کے قریب پہنچو تو طہارتِ کاملہ اور خوشبو لگانے کے بعد اس میں داخل ہو۔ اور مواجہہ شریف یعنی آنحضرت کے چہرہ شریف کی طرف رخ کر کے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر کھڑے رہو اور کہیں یہ خیال نہ کر بیٹھنا کہ میں حضور انور کی موت کی حالت میں زیارت کر رہا ہوں۔ بلکہ آپ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں تمہیں پہچانتے ہیں اور تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں تو خشوع و خضوع اور ادب میں تمہیں نہایت کوشش کرنی چاہیے۔ اور حضور سے تمہارا سب سے اہم سوال آپ کی شفاعت کا ہی ہونا چاہیے پس کہو اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا مَسُوْلَ اللّٰہِ (صلوٰۃ و سلام ہو آپ پر اے اللہ کے رسول) حضور! میں آپ کی زیارت کے لیے اس حال میں حاضر ہوا ہوں کہ اپنے آپ پر ظلم کیے ہوئے ہوں۔ تو آپ میرے رب

سے میرے لیے مغفرت و بخشش طلب کیجئے۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں آپ ہی کی زبان مبارک سے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ :

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَ  
اسْتَغْفَرَ لَهُمُ اللَّهُ سُوْلًا لَّوْحَيْدٍ وَاللَّهُ لَتَوَّابٌ حَيْمَرٌ (۶۴)

” اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا۔ تمہارے پاس آجاتے اور اللہ سے معافی چاہتے۔ اور معافی چاہتے ان کے لیے رسول تو ضرور پاتے اللہ کو توبہ قبول فرمائیں والا بڑا مہربان۔

تو حضور دیکھتے ہیں بھی آپ کے پاس اپنے گناہوں کی بخشش اور معافی چاہنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ مجھے معافی دلواد دیجئے۔

يَا خَيْرَ مَنْ دَفِنْتَ بِالْقَاعِ اعْظُمُهُ - فَطَابَ مِنْ طَيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْآكُمُ  
نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرِ أَنْتَ سَاكِنُهُ فِيهِ الْعَفَافُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرَمُ

” اے ان سب لوگوں سے بہترین جن کی ہڈیاں مٹی میں دفن کی گئی ہیں جن کی خوشبو سے علیل میدان اور ٹیلے سب خوشبودار ہو گئے ہیں۔ میری روح اس قبر پر قربان ہو۔ جس میں آپ استراحت فرماہیں۔ اس میں بڑی نفاست اور پاکیزگی ہے اور اس میں جو دو کرم کا دریا امانڈ رہا ہے۔

اور اپنی نظر کو مسجد کی زیب و زینت اور اس کے طلائی نقوش اور اس کی آراستگی میں نہ لگا دو بلکہ اپنے قلب کی نظر ان انوار اور پھولوں میں گاڑ دو جو آپ کے حرم محترم پر برس رہے ہیں۔

اسی طرح آپ کے ہمنوا صاحبین اور دنیا و برزخ و آخرت کے رفیق سیدنا صدیق و سیدنا فاروق رضی اللہ عنہما پر سلام کہو۔

اور ایک بات ادب کی یہ ہے کہ اپنے جسم کو ان محترم جالیوں سے نہ چپٹاؤ اس لیے کہ وہ مقبرین ملائکہ اور عباد صالحین کے حاضری کی جگہ ہے۔ اور طیبہ طاہرہ

(مدینہ منورہ) کے ہمسائیگی کے مبارک ایام کو نہایت غنیمت سمجھو اور اس زمانہ میں عبادت اور راتوں کے جاگنے میں بہت کوشش کرو۔ اور دوسرے یادگار مقامات اور قبرستانوں کی زیارت کرو خصوصاً جنت البقیع کے مقابر کی اور اس میں حضرت عثمان ذی النورین کی زیارت اور آل اطہر اور اولاد مطہر اور اہل بیت المؤمنین اور باقی عباد صالحین کی زیارت کو بہت غنیمت جانو۔

بقیع میں ایسے خزانے مدفون ہیں جن کی قدر کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اہل حد اور قبائکے ماتر و مقابر کی زیارت کے لیے بھی جاؤ۔ اہل ایسا پہاڑ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کیا کرتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے محبت رکھتے تھے۔ اسی اہل ایسا میں سید الشہداء (حضرت حمزہؓ) کی تربت ایک خزانہ ہے بہا ہے۔ اور اس میں اور شہیدوں کی بھی تربتیں ہیں۔ جن کے قدر اور مرتبے کو اللہ ہی جانتا ہے۔

اسلام کا چوتھا رکن زکوٰۃ ہے اور زکوٰۃ عبادت مالیہ ہے جس کی فرضیت قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اس کا ترک گناہ کبیرہ ہے اور اس سے انکار کرنا بھی مثل اور ارکان کے ارتداد (مرتد ہونا) ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ لَّيَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتَكْوَىٰ بِهَا  
جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَأَطْرُقُهُمْ هَذَا مَا كُنْتُمْ لَا تَنْفِقُونَ فَمَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ

”جو لوگ جمع کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو ان کو خوشخبری سنا دیجئے روزناک عذاب کی جس دن وہ (سونا چاندی)

دورخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے لگے جائیں گے ان کے ماتھے اور کروٹیں پسوں

اور سٹھیں (اد کہا جا گا کہ یہ ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا اب مزاج کھو اپنے جمع کرنے کا۔) (پ ۱۱۶)

لے حج و زیارت کے مفصل مسائل و مسائل اور سرر و احکام کتاب الحج (مصنفہ حضرت مولانا مفتی محمد محمود صاحب الوری مدظلہ)

میں پڑھیے۔ اس موضوع پر بہترین کتاب ہے۔ (ناشر)

اور حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ :  
 لَا تَاتِلْنَ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ - (مشکوٰۃ)  
 ” قسم سے خدا کی البتہ میں اُس سے لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتا ہے“  
 اور زکوٰۃ اسی پر ہوتی ہے۔ جو مالک نصاب ہو اور نصاب نقد اور زیور اور چوپایوں  
 کا نقد کی کتابوں میں مذکور ہے۔

اور اسے عزیز جانو! کہ مال حقیقت میں سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے تم تو ماذون (اذن  
 دیے گئے) غلام کی طرح سے ہو۔ ماذون غلام کو اسی قدر مال میں تصرف جائز ہے  
 جہاں تک کہ اس کے آقا نے اسے اجازت دے رکھی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں  
 تصرف کی اتنی اجازت دی ہے کہ مال کو شرعی طور پر حاصل کرو اور شرعی طور پر  
 خرچ کرو اور یہ بھی اس کا حکم ہے کہ ایک حصہ اس مال میں سے فقراء اور مساکین اور  
 اہل حاجت کو دے دو۔ تو پھر تم اس میں بخل کیوں کرتے ہو تمہیں نہایت خوشی اور  
 فراحتی سے دے دینا چاہیے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھو کہ وہ تم سے قبول کرتا ہے اس لیے کہ قریب ہی  
 ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں کوئی کسی سے کچھ نہ لے گا۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يُجْلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ أَلَيْسَ  
 بِأَلْوَسًا لَّهُمْ سَيْطَانٌ مَكِينٌ مَا يَجْلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (پہ ۹)  
 ” نہ سمجھیں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس مال پر جو اللہ نے ان کو دیا ہے اپنی مہربانی  
 سے کہ یہ ان کے حق میں بہتر ہے۔ بلکہ یہ ان کے لیے بُرا ہے۔ قریب ہے کہ  
 قیامت کے دن طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا اُس چیز کا جس پر انہوں نے  
 بخل کیا تھا۔“

جب مال اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ اور اس نے اپنے فضل سے بغیر تمہاری کسی حقداہی کے تم کو اس سے فائدہ اٹھانے کا حق دیا ہے اور تمہیں ایک مقررہ مدت تک اس پر امین بنایا ہے تو تم اس میں خیانت اور بخل نہ کرو۔ اس لیے کہ بہت ممکن ہے کہ وہ اسے تم سے چھین کے دوسرے کو دے دے جیسا کہ دوسرے سے لے کے تمہیں دے دیا۔

اور جانو کہ زکوٰۃ کے حکم میں یہ راز ہے کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے صادق اور کاذب بندوں کا امتحان لیتا ہے اس لیے کہ دنیا ایک فتنہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

إِنَّمَا مَوَالِكُمْ وَآؤَالِكُمْ فِتْنَةٌ (پ ۱۴ ع ۱۴)

”تمہارے اموال اور اولاد فتنہ ہیں۔“

اور اموال اور اولاد کی محبت انسان کے لیے ایک طبعی بات ہے۔ پس جس شخص نے اپنی طبیعت کی مخالفت کی اور مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کر دیا اور اپنے مال کی زکوٰۃ فقراء کو دے دی تو وہ بڑی کامیابی کو پہنچا۔

اور جس نے اپنی طبع لیسیم کی موافقت کی اور اللہ پاک کی دی ہوئی چیزوں میں بخل کرنے لگا۔ اور اللہ نے جو اس پر فرض کیا تھا اس کو ادا نہ کیا تو وہ بڑے گھائے میں رہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

أَحْسِبَ النَّاسَ أَنْ يَتَّخِذُوا آيَاتِنَا هُتُوتًا وَلَا يُفْتَنُونَ هَا وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ

مِنْ قَبْلِهِمْ فَلْيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلْيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِينَ (پ ۱۳ ع ۱۳)

و کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ چھوٹ جائیں گے اتنا کہہ کر ہم ایمان سے

آئے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا۔ اور ہم نے آزمایا تھا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے

تھے۔ پس اللہ معلوم کرے گا ان لوگوں کو جو سچے ہیں اور معلوم کریگا جھوٹوں کو۔

نفسی صدقہ : اور ان چیزوں میں سے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غضب سے نجات

دے سکتی ہیں۔ ایک نفسی صدقہ بھی ہے جو محتاج لوگوں کو دیا جاتا ہے اور نجات دہندہ

امور میں سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کرنا بھی ہے۔ چھوٹا ہو چاہے بڑا، فقیر ہو یا غنی،

مسلمان ہو یا کافر، انسان ہو چاہے حیوان۔ یہاں تک کہ کیڑے مکوڑے پر بھی۔ اور جن

موزمی جانوروں کے مارنے کی شرع شریف نے اجازت دی ہے۔ ان کو قتل کیا جائے گا لیکن کسی طرح بھی عذاب دنیا یا آگ میں جلانا بالکل روا نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ (مشکوٰۃ)

” صدقہ پروردگار کی آتش غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے۔“

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَانُ أَرْحَمُهُمْ وَأَمَّنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مِنْ

فِي السَّمَاءِ۔ (مشکوٰۃ، باب الشفقة والرحمة على الخلق)

” رحم کرنے والوں پر رحمان بھی رحم کرتا ہے تم زمین کے بسنے والوں پر رحم کرو آسمان

والا تم پر رحم فرمائے گا۔“

اور صدقہ کے آداب میں سے یہ ہے کہ صدقہ دل کی خوشی کے ساتھ بغیر احسان جتلانے کے اپنے ہاتھ سے دو۔ اور دینے کے بعد اس شخص کو کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اور روپیہ پیسہ فقیر کو پھینک کر نہ دو بلکہ اپنے ہاتھ پر رکھ کر اس کے سامنے کر دو۔ تاکہ وہ تمہارے ہاتھ سے لے لے، اور فقیر کا ہاتھ اونچا ہے۔ اس لیے کہ فقیر کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ تمہیں اس بار سے سبکدوش کر دے جس کا تمہیں خداوند تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو اپنے رب کے بھیجے ہوئے کو حقیر نہ بناؤ۔

اگر اس نے خوشی سے لے لیا تو اس کا تم پر احسان ثابت ہوا۔ اور اگر اس نے رو کر دیا اور سوال میں سختی کرنے لگا۔ تو اس کو اپنے کسی قول و فعل سے ایذا نہ پہنچاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

قَوْلٌ مَعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَاتٍ تَبِيعَهَا إِذْيُ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ

” معقول بات (کرنا) اور (خطا سے) درگزر کرنا بہتر ہے ایسی خیرات سے جس کے بعد سنا ہوا اور اللہ غنی و حلیم ہے۔“ (پ ۳ ع ۴)

اللہ تعالیٰ نے غنی اور حلیم کے کہنے سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ

کے اخلاق کے ساتھ متخلق ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ باوجود اپنی غنا کے ایسا حلیم ہے جو دوست رکھتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے تو اغنیاء پر لازم ہے کہ فقراء کے ساتھ علم سے پیش آئیں۔

یہ اسلام کے چار ارکان جو ہم نے مختصراً بیان کر دیئے ان کا خوب خیال رکھو اور بیکار سمجھ کر نہ چھوڑ دو۔ کہ ان کے گرنے سے اسلام کی عمارت گر جائے گی۔ عیاذاً باللہ (پناہ بخدا) اور ان ارکان میں سے ہر ایک کے حدود اور واجبات اور سنتیں اور مکروہات اور مفادات علم فقہ میں مفصل مذکور ہیں۔ ان کی تعلیم اپنے اوپر لازم رکھو۔ اللہ تمہیں علم نافع اور عمل مقبول نصیب فرمائے۔

## فصل

(اعمال قلب اور روح کے بیان میں)

یہ باب ایسا وسیع بحر ہے کہ اس کے ساحل تک توفیق کی رہنمائی کے بغیر کوئی ہدایت یاب نہیں ہو سکتا۔

جاننا چاہیے کہ قلب اور روح دو ایسے نام ہیں جو اس باب میں بہت مستعمل ہوتے ہیں اور شاذ و نادر ہی ایسا شخص پایا جائے گا۔ جو ان کے معانی اور حدود پر محیط ہو اور اکثر غلطیوں کا منشاء ان کے معانی سے ناواقف ہونا ہی ہے۔ جو معنی علمائے ربانیین کے نزدیک ثابت ہے وہ میں تمہیں کھول کر بتا دیتا ہوں۔

اور جو میں بیان کروں گا۔ اس کا اکثر حصہ کتاب "احیاء العلوم" سے مختصر کر کے لیا گیا ہے جس کے مصنف حجۃ الاسلام ابو حامد محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور احیاء العلوم اپنی خوبیوں کی وجہ سے ہماری توصیف سے مستغنی ہے اور علماء نے اس کی تعریف میں کلام کو بہت طول دیا ہے۔ یہاں تک کہ شیخ محی الدین نووی کہتے ہیں کہ قریب ہے کہ احیاء العلوم قرآن ہوتا اور شیخ سقاف عبدالرحمن بن محمد علوی کہتے ہیں کہ جس نے احیاء العلوم کا مطالعہ نہیں کیا تو اس میں حیات ہی نہیں۔ اور شیخ عیدروس عبداللہ علوی

کہتے ہیں کہ اگر مردے بولنے لگیں تو وہ بھی احياء العلوم کے پڑھنے ہی کا امر کریں۔ اور شیخ علی بن ابی بکر بن عبدالرحمن العلوی کہتے ہیں کہ بسبب اس پوشیدہ راز کے جو احياء العلوم میں مضمون ہے جو دلوں کو حق تعالیٰ کی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اگر ایک کافر بھی اس کے اوراق الٹے گا تو مسلمان ہو جائے گا۔

امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلا لفظ قلب ہے اور اس کا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے۔ ایک اس صنوبری شکل گوشت کو کہتے ہیں جو بائیں جانب سینہ میں رکھا ہوا ہے اور وہ ایک خاص گوشت کا ٹکڑا ہے جس کا اندر خالی ہے اور اس خالی جگہ میں سیاہ خون بھرا ہوا ہے اور وہی روح کا منبع اور معدن ہے۔ یہ قلب تو چوہ پائیوں بلکہ مردوں میں بھی موجود ہے اور ہم جبکہ قلب کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے ہماری مراد یہ نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ وہ تو ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جس کی کوئی قدر نہیں اور یہ عالم ملک و شہادت (عالم دنیا) سے ہے۔

دوسرے معنی اس کے یہ ہیں کہ وہ ایک تانی اور روحانی لطیفہ ہے۔ اس کو اس قلب جسمانی کے ساتھ تعلق ہے اور یہی لطیفہ انسان کی حقیقت ہے اور یہی انسان میں ملک اور عالم اور عارف ہے اور یہی مخاطب اور مورد عقاب و عتاب و مطالبہ ہے۔ اس کو اس قلب جسمانی کے ساتھ علاقہ تو ہے لیکن اکثر لوگوں کی عقلیں اس علاقہ کی وجہ کے سمجھنے میں حیران ہیں۔ اس لیے کہ اس کا تعلق قلب جسمانی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اس کی شرح کو ہم دو وجہ سے محفوظ رکھتے ہیں۔

اول تو یہ کہ علوم مکاشفہ سے متعلق ہے اور ہماری غرض اس کتاب میں یہ علوم نہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کی تحقیق اس امر کی خواہاں ہے کہ روح کے راز کو افشا کیا جائے اور وہ ایسا ہے کہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کلام کرنے سے کنارہ کشی فرمائی تو دوسرے کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اس میں گفتگو کرے۔

مقصود یہ ہے کہ جب ہم قلب کا لفظ اس باب میں لائیں تو اس سے مراد وہی لطیفہ ربانیہ ہے اور دوسرا لفظ روح ہے۔ اس کے بھی دو معنی آتے ہیں۔ ایک ان میں



سے یہ ہے کہ وہ ایک جسم لطیف ہے جس کا منبع قلب جسمانی کی تجولیف ہے اور پھڑکنے والی رگوں (شرائین) کے ذریعہ تمامی اجزائے بدن میں پھیل جاتا ہے۔ اور اس کا سارے بدن میں جاری ہونا اور اس کے انوار کا فیض سارے بدن کو پہنچانا اس چراغ کی مثال ہے جس کو گھر کے کونوں میں گردش دی جائے جس سے ہر ایک جگہ نیر تو نور سے فائز ہو جائے۔

اور وہ ایک لطیف بنجار ہے جس کو قلب کی گرمی نے پکایا ہے۔ اور اس معنی کی شرح بیان کرنے سے ہماری غرض والبتہ نہیں یہ کام تو اطباء ابدان کا ہے۔ لیکن اطباء دین جو قلب کے اس طرح پر معالج ہیں کہ اس کو قرب بارگاہ الہی میں لے جائیں ان کی غرض اس مذکورہ بالا روح سے متعلق نہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ ایک لطیف ہے جو انسان میں عالم اور مد رک ہے۔ اور وہ وہی ہے جس کی شرح ہم نے معانی قلب میں بیان کر دی تھی اور وہی ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنے اس قول میں ارادہ فرمایا ہے کہ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (پہا ع ۱۰۰) کہہ دیجئے کہ روح پروردگار کے حکم سے ہے۔

اور وہ ایک ایسا عجیب امر ربانی ہے۔ جس کی حقیقت کی سمجھ سے اکثر عقول اور افہام عاجز ہیں۔ اور قلب کے بہت سے خادم اور شکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَمَا لَكُمْ مَحْنُودًا تَبْكُ الْآهَاطُ (پہا ۱۵۶)

” تمہارے رب کے شکروں کو اس کے بغیر کوئی نہیں جان سکتا۔“

اب ہم قلب کے بعض شکروں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور انہیں سے ہماری غرض متعلق اور والبتہ ہے۔

اس کے لشکر پھر دو حصوں میں منقسم ہوتے ہیں۔ ایک ایسا ہے جو آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ اور ایک ایسا ہے جو نظر عقل کے بغیر نہیں دیکھا جاسکتا۔ اور قلب بادشاہ کی طرح سے ہے اور اس کے لشکر خائموں کا حکم رکھتے ہیں اس کے وہ لشکر جو آنکھوں سے دیکھے جاتے ہیں یہ ہیں۔ ہاتھ، پیر، آنکھ، کان، زبان اور باقی تمام ظاہری اور باطنی اعضا یہ سب قلب کے خادم اور اس کے تابع و مسخر ہیں

اور وہ ان میں متصرف ہے۔ اور کوئی اس کے خلاف کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ جبکہ وہ آنکھ کو کھینے کا حکم دیتا ہے تو کھل جاتی ہے اور جب زبان کو گویائی کی اجازت ملتی ہے تو کلام کرنے لگتی ہے۔ اور جب پیر کو چلنے پھرنے کا حکم ملتا ہے تو چلتا پھرتا ہے۔ اسی طرح سے باقی اعضا کو قیاس کر لو۔

اور وہ لشکر جو نظر عقل کے بغیر نہیں دیکھے جاسکتے۔ بعض ان میں سے جو اس باطنہ ہیں یعنی سنا، دیکھنا، سونگھنا، چکھنا، چھونا، اور بعض وہ ہیں کہ جو باطنی منازل میں رہتے ہیں یعنی دماغ کی تجاویف میں وہ بھی پانچ ہیں۔ اس لیے کہ انسان جب کسی چیز کے دیکھنے کے بعد اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ تب بھی اپنے نفس میں اس کی صورت جانتا ہے۔ یہ خیال ہے پھر یہ صورت ایک ایسے سبب کی وجہ سے جو اس کی حفاظت کرتا ہے باقی رہتی ہے اور وہی حافظہ ہے۔ پھر اپنی یادداشت میں فکر کیا جاتا ہے۔ اور بعض اجزائے خیالیہ کو بعض سے ترکیب دی جاتی ہے۔ پھر بھولے ہوئے حصہ کو یاد کیا جاتا ہے اور سب معانی محسوسات کو اپنے خیال میں جس مشترک کے ذریعہ اکٹھا کیا جاتا ہے تو اس طرح سے باطن میں یہ قوتیں پائی جاتی ہیں۔ جس مشترک۔ تخیل۔ فکر۔ تذکرہ حفظ (انتہی مختصراً)

اور بعض فکر کی جگہ تو ہم کہتے ہیں۔

جس طرح سے کہ جو اس ظاہر یہ قلب کے مطیع ہیں۔ اسی طرح جو اس باطنہ بھی قلب کے فرمانبردار ہیں۔ اس جاننے کے بعد جانو کہ قلب ظاہری جزو رئیس ہونے کی وجہ سے جس طرح کہ ادنیٰ مرض سے بڑا ضرر پاتا ہے اور اس سے بہت ہی کم انسان شفا یاب ہوتے ہیں بالکل اسی طرح سے قلب معنوی آفتوں کے عارض ہونے سے ضرر پاتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے۔ قلب کے بھی آفات مہلکہ پائے جاتے ہیں اور زبان کے بھی بعض آفات قلبیہ یہ ہیں۔ غضب۔ کینہ۔ حسد۔ حرص۔ طمع۔ کبر۔

اور زبان کی بعض آفتیں یہ ہیں۔ فحش گوئی، گالی دینا، لعن طعن کرنا، بے جا خوش طبعی، تمسخر (ٹھٹھا کرنا)، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، جھجلی اور یہ سب باتیں مہلکات

ہیں۔ ان سے پرہیز کرنا چاہیے۔

ابان الفاظ کے معانی کتاب احیاء العلوم سے ہم تمہارے سامنے بیان

کیے دیتے ہیں :-

**غضب:** آگ کا ایک شعلہ ہے جو اس آتش الہی سے لیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی ہے جو دلوں تک پہنچ جاتی ہے اور یہ دل کی تہہ میں ایسا چھپا ہوا ہے جیسے راکھ کے نیچے انکارا دبا ہوا ہوتا ہے۔

اور اس آتش غضب کو تکبر کا وہ مادہ جو ہر ایک جاہل اور جھگڑالو کے دل میں پوشیدہ ہے۔ اور بھی تیز کر دیتا ہے جیسا کہ لوہے سے آگ نکلنے لگتی ہے۔ کینہ اور حسد بھی غضب ہی کے نتائج میں سے ہیں اور ان دونوں کی وجہ سے بہت لوگ خراب اور ہلاک ہوئے۔ اصل میں یہ سب فیض ایک ایسے گوشت کے ٹکڑے (قلب) کا ہے کہ جس کی اصلاح سے سارا بدن اصلاح یاب ہوتا ہے اور جس کے فساد سے سارا بدن فاسد ہو جاتا ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ غضب کے ذمہ میں فرماتا ہے کہ:

إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةَ فَأَنْزَلَ

اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔ (آیہ ۱۱)

” جس وقت ٹھان لی کافروں نے اپنے دل میں جاہلیت کی ضد تو اللہ نے

نازل فرمایا اپنی طرف سے سکون اپنے رسول اور مسلمانوں پر۔ “

اللہ تعالیٰ نے کفار کی ذمہ اس لیے فرمائی کہ وہ اس سنگ عار کا مظاہرہ کر رہے

تھے جو کہ غضب باطل سے صادر ہوتا ہے اور مومنین کی مدح اس لیے فرمائی کہ ان پر

سکون اور قرار نازل فرمایا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هُرِّنِي بِعَمَلٍ وَأَقْلَلْ قَالَ لَا تَغْضَبُ

ثُمَّ عَادَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَا تَغْضَبُ۔ (احیاء - بخاری)

” ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھے

کسی عمل کا حکم فرمائیے لیکن جو بہت ہی کم ہو۔ حضور نے فرمایا کہ تم غصہ مت کرو۔ اس نے پھر یہ سوال دہرایا، آپ نے پھر فرمایا کہ غصہ نہ کرو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ:

قُلْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ لِي قَوْلًا وَاقْلًا لَعَلِّي أَعْقَلُهُ فَقَالَ لَا تَغْضَبْ فَاَعْدَتْ عَلَيْهِ هَرَّتَيْنِ كُلُّ ذَلِكَ يَرْجِعُ إِلَيَّ لَا تَغْضَبْ - (احیاء - ابو یعلیٰ)

” میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کچھ فرمائیے مگر جو بہت ہی کم ہو تاکہ میں سمجھ سکوں۔ آپ نے فرمایا کہ غصہ مت کرو۔ میں نے دوسرے بار پھر اسی سوال کو دہرایا آپ ہر ایک مرتبہ فرماتے رہے کہ غصہ مت کرو۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ:

أَنْدَسَأَلُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا يُنْقِذُنِي مِنْ غَضَبِ اللهِ قَالَ لَا تَغْضَبْ - (احیاء - طبرانی)

” میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مجھے کیا چیز اللہ کے غضب سے چھڑا سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم غضب ناک نہ ہو۔“

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

مَنْ كَفَّ غَضَبَهُ سَتَرَهُ اللهُ وَعَوَّرَتْهُ - (احیاء - ابن ابی الدنیا)

” جس نے اپنے غضب کو روک لیا اللہ تعالیٰ اس کی پر وہ پوشی فرمائے گا۔“

عکرمہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس قول یعنی سَيِّدًا اَهُوَ حُصُونًا کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ سید وہ ہے جس پر غضب غالب نہ ہو اگر تم اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں میں سے ہونا چاہتے ہو تو اپنے غضب اور غصہ کو پی لیا کرو۔ اور انہی لوگوں کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَأُولَئِكَ ظَمِيرُ الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ (پک ۵۴)

” یہ (لوگ) غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں سے (خطا) درگزر کرنے والے ہیں۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

مَنْ كَفَّ غَضَبَهُ كَفَّ اللَّهُ عَنْهُ عَذَابًا أَبَدًا (احیاء - طبرانی - بیہقی)

” جس نے اپنا غصہ روک لیا اللہ تعالیٰ اس سے اپنا عذاب روک لے گا۔ “

کینہ اور حسد : جانتا چاہیے کہ حسد کینہ کا نتیجہ ہے اور کینہ غضب کا ثمرہ ہے تو حسد

غضب کے فرع کا فرع ہے اور غضب اس کا اصل الاصل ہے اور حسد کے بھی اتنے

بہت بڑے فروغ ہیں جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا اور حسد کی برائی میں بہت سی حدیثیں

وارد ہو چکی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

الْحَسَدُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ . (احیاء - البداء و البدایہ)

” حسد نیکیوں اور مہلکوں کو ایسا کھا جاتا ہے جیسے کہ آگ لکڑیوں کو کھا جاتی (جلا

دیتی) ہے۔ “

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

لَا تَحَاسِدُوا وَلَا تَقَاطِعُوا وَلَا تَبَاغِضُوا وَلَا تَدَابِرُوا وَلَا كُونُوا

عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا . (احیاء - متفق علیہ)

” حسد نہ کرو اور تعلقات نہ توڑو اور ایک دوسرے کے پیچھے برا بھلا نہ کہو۔ “

اور اسے اللہ کے بند و سب آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہو۔ “

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

ثَلَاثٌ لَا يَجُوزُ مِنْهُنَّ أَحَدٌ أَنْ يَطْفُرَ وَالْحَسَدُ وَسَاءُ مَا حَدَّثَكُمْ

بِالْحَسَدِ مِنْ ذَلِكَ إِذَا ظَنَنْتَ فَلَا تَحْقُقْ وَإِذَا طَفُرْتَ فَأَمْنٌ

وَإِذَا احْسَدْتَ فَلَا تَبِغْ . (احیاء - ابن ابی الدنیاء طبرانی)

” تین چیزیں ایسی ہیں جن سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ بدگمانی، بدفالی اور حسد اور

آپ فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ان سے چھٹکارے کی راہ بتلا دوں۔ جب گمان

کو تو اسے یقین اور حقیقت نہ بناؤ۔ اور بدفالی کو خیال میں بھی نہ لاؤ اور

حسد کو تو ظلم نہ کرو اور حق سے برگشتہ نہ ہو۔ “

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

وَبِإِيْتِكُمْ دَاعِيَ الْأَسْمِ قَبْلَكُمْ بِالْحَسَدِ وَالْبَغْضَاءِ وَالْبَغْضَاءُ  
هِيَ الْحَالِقَةُ كَمَا قَوْلُ حَالِقَةِ الشَّعْرِ وَلَكِنْ حَالِقَةُ الدِّمِ  
وَالَّذِي لَفَسَ مُحَسَّنٌ بَدَهُ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا  
وَلَنْ تُؤْمِنُوا حَتَّى تُحَابِبُوا، إِلَّا أَنْتُمْ بِمَا يَثْبُتُ ذَلِكَ لَكُمْ  
أَفْسُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ. (احیاء - ترمذی)

» پچھلی امتوں کی بیماری تم میں بھی سرایت کر گئی ہے (یعنی حسد اور بغض۔ اور  
بغض مونڈنے والا ہے۔ (آپ فرماتے ہیں) کہ میرا یہ مقصد نہیں کہ بال مونڈنے  
والا ہے بلکہ دین کو مونڈنے والا ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ  
قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ تم جنت میں داخل نہیں  
ہو سکتے۔ جب تک کہ ایمان نہ لے آؤ اور آپس میں محبت نہ کرنے لگو۔ کیا میں ایسی  
بات سے تمہیں آگاہ نہ کر دوں جو تمہارے لیے ان دونوں باتوں کو لازم کر دے  
(وہ یہ ہے کہ) آپس میں سلام بہت بہت کہا کرو۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

كَأَدَ الْفَقْرَانِ يَكُونُ كُفْرًا أَوْ كَادَ الْحَسَدِ أَنْ يَغْلِبَ الْقَدَمَ  
» قریب ہے کہ فقر کفر کو پہنچ جائے اور قریب ہے کہ حسد قدر (تقدیر الہی)  
پر غالب ہو جائے۔ (احیاء - بیہقی وغیرہ)

بخل اور مال کی محبت - حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ  
ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ. (پ ۲۸، ۱۴۶)

» اے ایمان والو! غافل نہ بنائیں تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ کی یاد سے اور  
جو ایسا کریں گے تو وہی لوگ خسارہ (لوٹے) میں پڑے ہوئے ہیں۔

اور ارشاد ہے کہ :

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِنْدَ أَجْرٍ عَظِيمٍ - (پ ۱۶۴)

” تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ (آزمائش) ہیں اور اللہ کے پاس اجر عظیم ہے۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

حُبُّ الْمَالِ وَالشَّرَفِ يُنْبِتَانِ النَّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَ (احیاء)

” مال اور جاہ کی محبت نفاق کو دل میں اس طرح اگاتی ہے جیسے پانی سبزہ کو اگاتا ہے۔“

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :-

مَا ذُبُّبَانِ ضَارِيَانِ أَسْلَخْنِي نَارِيْبِيَّةٍ غَلِمٍ بِأَكْثَرِ أَفْسَادٍ فِيهَا مِنْ

حُبِّ الشَّرَفِ وَالْمَالِ وَالْجَاهِ فِي دِينِ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ - (احیاء - ترمذی - نسائی)

” دو خوشخوار بھڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں، وہ اتنا زیادہ فساد

(نقصان) نہیں پہنچا سکتے جتنا کہ جاہ و مال کی محبت ایک مسلمان کے دین کو پہنچا

سکتی ہے۔

### حرص اور طمع کی بُرائی اور قناعت کی مدح کا بیان

جاننا چاہیے کہ فقر اچھا ہے لیکن چاہیے کہ فقیر قانع ہو

یعنی لوگوں سے طمع کو توڑے ہوئے ہو۔ لوگوں کے مال و دولت کی طرف التفات نہ

کرتا ہو اور مال کے حاصل کرنے میں (چاہے وہ حلال اور حرام کسی صورت سے بھی

ہو) حرص نہ ہو۔ اور یہ امور بغیر اس کے ممکن نہیں کہ خورد و نوش کی چیزوں میں

اور بود و باش میں قدر ضروری پر قناعت کی جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :-

لَوْ كَانَتْ لِابْنِ آدَمَ وَاِدْيَانٍ مِنْ ذَهَبٍ لَا يَبْغِي لَهَا ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ

جُوفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التَّرَابُ وَيُشَوِّبُ اللَّهُ مَعَالِيَ مَوْتِ تَابٍ - (احیاء متفق علیہ)

” اگر ابن آدم کے پاس سونے سے بھری ہوئی دو وادیاں (گھٹیاں) بھی ہوتیں تو پھر

بھی وہ تیسری وادی کی خواہش رکھتا۔ اور ابن آدم (انسان) کے پیٹ کو مٹی

کے بغیر کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ اور اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دیتا ہے جسے

چاہتا ہے۔“

ابو اقلیشی روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :  
 اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ اَنْ يَكُوْنُوا قَائِمًا مِّنْهُ وَتُنذِرَ الْغَافِلِيْنَ  
 وَكَوْنَانَ لَهُ الشَّامِيْنَ لِأَحَبِّ اَنْ يَكُوْنَنَّ سَلْمًا اِلَيْكَ وَلَا يَمْلَأُ جُوفَ  
 اَبْنَادِمِ التُّرَابِ وَيُتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ

(احیاء - احمد و بیہقی)

” اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے نماز پر قائم رہنے اور زکوٰۃ دینے کے  
 لیے مال کو اتارا ہے اور اگر ابن آدم کے پاس ایک سونے کی وادی ہوتی تب بھی  
 وہ چاہتا کہ دوسری ہو اور اگر دوسری وادی بھی ہوتی۔ تو اس کی پھر تمنا ہوتی کہ  
 تیسری بھی ہو۔ ابن آدم کے پیٹ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ اور  
 اللہ تبارک و تعالیٰ توفیق دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔“

**بخجل کی برائی کا بیان :-** باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :-

وَمَنْ يُّؤْتِ شَيْئًا مِّنْهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ - (پہ ۴۷)  
 ” اور جو شخص محفوظ رکھا جائے اپنے نفس کے بخجل سے تو وہی لوگ فلاح پانے  
 والے ہیں۔“

اور ارشاد ہے کہ :

وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخُلُوْنَ بِمَا آتٰهُمْ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لِّمَنْ  
 بَلَّ هُوَ شَرٌّ لِّهٖمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (پہ ۹)

” نہ سمجھیں وہ لوگ جو بخجل کرتے ہیں اس مال پر جو ان کو اللہ نے دیا ہے اپنی مہربانی  
 سے کہ یہ ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ یہ ان کے لیے بُرا ہے۔ قیامت کے دن  
 جس پر انہوں نے بخجل کیا تھا۔ اس کا طوق بنا کر (ان کی گردن میں) ڈال دیا  
 جائے گا۔“

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

اَيُّكُمْ وَالشُّحُّ فَازَهُ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَلُوْا



دِمَائِهِمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ (احیاء - ابوداؤد، نسائی وغیرہ)  
 ” بخل سے بچو کہ اس بخل نے ہلاک کر دیا۔ ان لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے۔ اسی  
 بخل نے ان کو اس بات پر برا نگینہ کیا تھا۔ کہ انہوں نے خونریزیاں کیں اور  
 محارم (حرام شدہ چیزوں) کو حلال کر دیا۔“  
 اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :-

ثَلَاثٌ مُّهِلِكَاتٌ شَحْمٌ مُّطَاعٌ وَهَوًى مُّتَّبِعٌ وَاعْتِجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ (احیاء)  
 ” تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ ایسا بخل جو تابع بناوے۔ ایسی خواہش جس  
 کی پیروی کی جائے۔ اور خوردبینی۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :-  
 اَيَّاكُمْ وَانْتِظُمُ فَاِنَّ انْتِظُمَ ظُلُمَاتٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ اَيَّاكُمْ وَالْفَحْشَ  
 اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَاحِشَ وَلَا الْمُتَفَحِّشَ وَ اَيَّاكُمْ وَالشَّحْمَ فَاِنَّمَا  
 اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ الشَّحْمُ اَمْرَهُمْ بِالْكَذِبِ فَكَذَّبُوا وَ  
 اَمْرَهُمْ بِالظُّلْمِ فَظَلَمُوا وَ اَمْرَهُمْ بِالْقَطِيعَةِ فَقَطَعُوا ۔

(احیاء ص ۲۴۴ - حاکم)

” ظلم سے بچو کہ ظلم قیامت کے دن ظلمات (اندھیریاں) بن جائیں گی۔ اور فحش سے  
 بچو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فاحش اور متفحش (اپنا پر وہ در) کو پسند نہیں کرتا اور بخل  
 سے بچو کہ تم سے پہلی قوموں کو بھی بخل ہی نے ہلاک کیا تھا۔ اسی بخل نے ان کو  
 جھوٹ کا امر کیا تو جھوٹ بولنے لگے۔ اور ظلم کا حکم کیا تو ظلم کرنے لگے اور  
 صلہ رحمی کے قطع کرنے کو کہا تو قطع کرنے لگے۔“

**ریا کی برائی کا بیان | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :**

قَوْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الذِّئِثِ

هُم مُّرَاعُونَ۔ (نپا ۳۲۶)

” ویل (خرابی) ہے ایسے نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں یعنی وہ

جو ریا کرتے ہیں۔“

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (پہ ۴۶)

”جو شخص اپنے رب کے ملنے کی امید رکھے تو چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی ایک کو شریک نہ کرے۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

هَيْنَ سَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فِيمَ الْجَنَّةُ فَقَالَ أَنْ لَا يَعْلَمَ الْعَبْدُ بِطَاعَةِ اللَّهِ يُرِيدُ بِهَا النَّاسَ -

”جس وقت ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! نجات کس بات میں ہے تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت نہ کرے جس میں لوگوں کا ارادہ رکھتا ہو۔“

اور دوسری حدیث میں سے کہ :

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ لِمَلَائِكَتِهِ إِنَّ هَذَا الْمُرِيدُ بِي بِعَمَلِهِ فَاجْعَلُوهُ فِي سَجِينٍ (احیاء - ابن ابی الدنیا وغیرہ)

”اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ کو کہے گا کہ اس نے اپنے عمل سے میرا ارادہ نہ کیا تھا اس کو سجین (جہنم) میں دھکیلو۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

إِنَّ أَحْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ الشِّرْكَ الْأَصْغَرَ وَالْوَادِمَ الشِّرْكَ الْأَصْغَرَ يَا رَسُولَ اللَّهِ (احیاء - بیہقی)

”میں تم پر سب سے زیادہ شرک اصغر سے ڈرتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! شرک اصغر کیا ہے؟“

حضور نے فرمایا کہ : قَالَ الرَّيَا - وَهِيَ رِيَاةٌ (احیاء صحیحہ بیہقی)

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :

إِسْتَعِيدُ دَا بِلِلَّهِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ قِيلَ وَمَا هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ  
وَادِي فِي جَهَنَّمَ أُعِدَّتْ لِلْقَرَّاءِ الْمُرَاتِلِينَ - (احیاء - ترمذی)  
” اللہ سے پناہ مانگو جب حزن سے - کہا گیا کہ یا رسول اللہ جب حزن کیلئے ہے۔  
آپ نے فرمایا کہ وہ جہنم کی ایک وادی ہے جو ریاکار قاریوں کے لیے تیار کی  
گئی ہے۔“

کبر کی بُرائی کے بیان میں | کبر قلب کے مرضوں میں سب سے بُرا ہے۔  
اس کے بارہ میں حق تعالیٰ کے یہ ارشاد ہیں :

مَا صُرِفَ عَنْ آيَاتِي الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ لِغَيْرِ الْحَقِّ (پ ۹ ع ۷)  
” عنقریب پھر دوں گا اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کو جو بغیر حق کے زمین  
پر تکبر کرتے ہیں۔“

اور فرمایا کہ :

كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ قَلْبٍ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارًا (پ ۹ ع ۴)  
” اللہ تعالیٰ متکبر سرکش کے پورے دل پر اسی طرح مہر لگا دیتا ہے۔“

اور فرمایا کہ :

وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ (پ ۱۵ ع ۱۵)  
” اور پیغمبروں سے فتح مانگی اور نا امید و نام کام ہوا ہر سرکش ضدی۔“  
اور ارشاد ہے کہ :

إِنَّهَا لَا يَجِبُ الْمُتَكَبِّرِينَ (پ ۱۴ ع ۹)  
” اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔“

اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ ذِئْبَرِينَ (پ ۱۱ ع ۱۱)  
” بیشک جو لوگ تکبر کرتے ہیں میری عبادت سے وہ عنقریب داخل ہونگے

جہنم میں ذلیل بن کر۔“

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرَدٍ مِنْ كِبَرٍ،  
وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرَدٍ مِنْ إِيمَانٍ.  
” جنت میں وہ شخص داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی کبر  
ہوگا اور دوزخ میں وہ شخص داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے  
برابر بھی ایمان ہوگا۔“ (احیاء - مسلم)

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَطْفَةُ إِهْرَارِي فَمَنْ نَازَعَنِي  
وَاحِدًا أَمِنَهَا الْقَيْتَهُ فِي جَهَنَّمَ وَلَا أُبَالِي. (احیاء - مسلم، ابوداؤد)

” اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے کہ کبریا (بڑائی) میری چادر ہے اور عطف (بربرگی)  
میرا تہ بند ہے۔ پس جس شخص نے ان دونوں کے بارہ میں مجھ سے جھگڑا کیا تو  
اس کو میں دوزخ میں ڈال دوں گا اور مجھے پرواہ نہ ہوگی۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

بِسُّ الْعَبْدِ عَبْدٌ تَجَبَّرَ وَ اِخْتَالَ وَ لَسِيَ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ بِسُّ الْعَبْدِ  
عَبْدٌ عَفْلٌ وَ سَهْلٌ وَ لَسِيَ الْمُقَابِرُ وَالْبَلِي بِسُّ عَبْدًا وَ  
لَسِيَ وَ لَسِيَ الْمُبْدَأُ وَالْمُنْتَهَى. (احیاء - مسلم)

” بڑا ہے وہ بندہ جس نے سرکشی اور غرور کیا اور اس نے خداوند کبیر و برتر کو بھلا  
دیا اور بڑا ہے وہ بندہ جس نے غفلت برتی اور مقابر (گورستان) اور اپنے  
بوسیدہ ہونے کو بھول گیا اور بڑا ہے وہ بندہ جس نے گردن کشتی اور لعبادت  
کی اور اپنے مبداء اور منتہی کو بھلا دیا۔“

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

اے یعنی یہ دونوں چیزیں میرے لیے خاص ہیں۔ ۱۲۰ منہ

أَهْلُ النَّارِ كُلُّ جَعَطِرِيٍّ جَوَانٍ مُسْتَكْبِرٍ جَمَاعٌ مَتَاعٌ وَأَهْلُ الْجَنَّةِ  
الصُّعْفَاءُ الْمُقْلُونُ -

” اہل نار یہ لوگ ہیں ہر ایک بد خو۔ اکڑنے والا متکبر۔ جمع کرنے والا (مشرکوں)  
اور منع کرنے والا (خیر سے) اور اہل جنت یہ لوگ ہیں۔ ضعیف۔ درویش  
اور تھوڑی چیز پر قناعت کرنے والے۔“

## فصل

(آفاتِ زبان کے بیان میں)

جاننا چاہیے کہ زبان کا خطرہ بڑا ہے اور خاموشی کے بغیر اس خطرہ سے نجات  
کی کوئی راہ نہیں۔ اسی لیے شرع مشرّف نے خاموشی کی تعریف فرمائی ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

مَنْ صَمَّتْ نَجَا (احیاء - طبرانی)

” جو چپ ہو وہ نجات یاب ہوا۔“

اور حضور اکرم فرماتے ہیں کہ:

الصَّمْتُ حِكْمَةٌ وَقَلِيلٌ فَاعِلُهُ (احیاء - ولیمی، بہیقی)

” خاموشی دانائی ہے اور بہت ہی کم لوگ اس پر عمل پیرا ہیں۔“ یعنی خاموشی میں ہیں

بڑی حکمتیں اور دور اندیشیاں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

مَنْ يَتَكْفَلُ لِي بِمَا بَيْنَ لِحْيَيْهِ وَمِنْ جُلْدَيْهِ أَتَكْفَلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ -  
” جو شخص اپنے دو جبڑوں اور دو ٹانگوں کے درمیانی اعضاء کا میرے لیے

ضامن بنتا ہے تو جنت کے لیے میں اس کا ضامن ہوتا ہوں۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

مَنْ وَتِيَ شَرَّ قَبِيئِهِ وَذَبَذَبَهَا وَلَقَلْبِهِ فَقَدْ وَتِيَ الشَّرَّ كُلَّهُ (احیاء ولیمی)

” جو اپنے قبقب اور ذذب اور لعلق کے شر سے محفوظ رہا تو گویا وہ ساری  
برائیوں سے بچ گیا۔“

قبقب پیٹ ہے۔ ذذب اندام نہانی اور لعلق زبان ہے۔ انہی تین کی  
خواہشوں سے اکثر لوگ ہلاک ہوتے ہیں۔ (خدا ہم کو ان کے شر سے بچا دے بجزمتہ  
سید العباد و آلہ الامجاد)

**فحش۔ گالی بکنا۔ جواس اور بدگوئی** | یہ سب چیزیں بُری ہیں اور ان سے منع  
کیا گیا اور ان کا منبع خباثتِ نفس اور

شامتِ طبع ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :  
إِيَّاكُمْ وَالْفُحْشَ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا الْفُحْشَ  
” فحش سے بچو کہ اللہ تعالیٰ فحش اور فحش داہنی پر وہ درمی کو پسند نہیں کرتا،“  
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ :

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالسَّطَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِي  
” مؤمن لعن طعن کر نیوالا اور فاحش اور بدگو نہیں ہوتا۔“ (احیاء۔ حاکم)

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

الْجَنَّةُ حَرَامٌ عَلَى كُلِّ فَاحِشٍ أَنْ يَدْخُلَهَا۔ (احیاء۔ ابن ابی الدنیا)  
” جنت ہر ایک فاحش شخص پر حرام ہے کہ اس میں داخل ہو سکے۔“

انسان حیوان اور جمادات سب پر لعنت بُرا ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت  
ہے کہ :

كَانَ رَجُلٌ لَيْسَ مَعَهُ سُرٌّ لَإِلَهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَعِيرٍ  
فَلَعَنَ بَعِيرَهُ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللَّهِ لَا تَسِرْ مَعَنَا  
عَلَى بَعِيرٍ مَلْعُونٍ۔ (احیاء۔ ابن ابی الدنیا)

” ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اونٹ پر سفر کر رہا تھا۔ اس نے  
اپنے اونٹ کو لعنت کی۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے نبی خدا

ہمارے ساتھ ملعون اونٹ پر نہ چل۔“

(اس سے مقصد اس کو اس فعل سے روکنا تھا۔)

ابوالدرداءؓ کہتے ہیں کہ:

مَا لَعَنَ أَحَدٌ إِلَّا لَمْ يَرْضَ إِلَّا قَالَتْ لَعَنَ اللَّهُ أَعْصَانًا لِلَّهِ -

وہ کوئی شخص جب زمین کو لعنت کرتا ہے تو زمین اس کے جواب میں کہتی ہے

کہ ہم میں اللہ کی لعنت اس پر ہو جو اللہ کا زیادہ نافرمان ہے۔

شعر ایک کلام ہے اس میں جو اچھا ہو وہ بہتر ہے اور جو بُرا ہے

وہ بُرا ہے مگر اسی کا سو رہنا سخت ناپسندیدہ ہے۔

شعر کا بیان

اصل میں بُری ہے۔ ہاں تھوڑی سی خوش طبعی اس سے مشتق ہے۔

خوش طبعی | اس لیے کہ مزاح خوش طبعی ہی ہے جس سے قلب کو مسرت اور نشاط

حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ جائز ہے اور جو ممنوع ہے۔ وہ افراط ہے یا اس پر مداومت

کرتا ہے۔ اس لیے کہ افراط کرنے سے سنسی زیادہ ہوگی اور زیادہ سنسی سے قلب پر

مردگی چھا جاتی ہے۔ اور اس سے بعض اوقات کینہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

إِنَّ اللَّهَ جَلَّ لِتَكَلُّمِ بَاتِكَلِمَةٍ يُضْحِكُ بِهَا جُلَسَاءَهُ يَلْهَوِي بِهَا

فِي النَّارِ الْعَدْمِ مِنَ الثُّرَيَّا -

وہ جو شخص ایسی باتیں کیا کرتا ہے جس سے اس کا مقصد ہم نشینوں کو منہانا ہی

ہوتا ہے تو وہ اس کی وجہ سے آگ میں گھیٹا جائے گا شریا سے بھی زیادہ اور۔“

یہ بھی حرام ہیں جہاں کہ ان سے ایذا رسانی ہوتی ہو جیسا کہ

ٹھٹھا اور تمسخر | حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا

خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ -

اے ایمان والو! تمسخر نہ کیا کرے ایک قوم دوسری قوم سے کیا بعید ہے کہ وہ

(جن پر ہنستے ہیں) بہتر مومن ان (سننے والوں) سے۔ اور نہ عورتیں تمسخر کریں دوسری عورتوں سے کیا عجب ہے کہ وہ بہتر مومن ان سے۔  
اور سخریہ کے یہ معنی ہیں کہ کسی کی اہانت کی جائے اور اس کو ذلیل کیا جائے اس طرح سے کہ لوگ اس پر ہنسیں۔

جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسم کھانا | یہ بدترین گناہوں اور فاحش ترین عیبوں میں سے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّهُ مَعَ الْفُجُورِ وَهُمَا فِي النَّارِ (احیاء - ابن ماجہ ذنبا)  
”جھوٹ سے بچو کہ جھوٹ فجور کے ساتھ ملا ہوا ہے اور دونوں دوزخ میں لے جانے والے ہیں۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

إِنَّ الْكُذِبَ بَابٌ مِّنَ أَبْوَابِ النِّفَاقِ (احیاء - ابن ماجہ)  
”جھوٹ ایک دروازہ ہے منافقی کے دروازوں میں سے“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

الْكُذِبُ يَنْقُصُ الرِّزْقَ (احیاء - ابوالشیخ)  
”جھوٹ رزق کو گھٹاتا ہے۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

إِنَّ الْجَارِهُمَ الْفَجَّارَ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَيْسَ قَدْ أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ قَالَ لَعَمْرُؤُا لَكِنَّهُمْ يَخْلِفُونَ فَيَأْتُونَ وَحِيدِثُونَ فَيَكْذِبُونَ - (احیاء - احمد و حاکم)

”تجارت پیشہ لوگ فاسق ہوتے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ کیا اللہ نے خرید و فروخت کو جائز نہیں فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا بیشک جائز فرمایا ہے لیکن یہ لوگ (بمضرت) قسمیں کھاتے ہیں اور گنہگار ہوتے ہیں



اور بات کرتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

ثَلَاثَةٌ لَفَرًا لَا يَكْبِرُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمُ الْمَنَانُ  
بِطَيْبَتِهِ وَالْمُنْفِقُ سَلَعْتُهُ بِالْحَلْفِ الْفَاجِرِ وَالْمُسْبِلُ إِسْرَارَهُ (احیاء مسلم)

”تین قسم کے آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہ کرے

گا اور ان پر نظر رحمت نہ ڈالے گا۔ ایک تو وہ جو کچھ دے کر احسان جتا رہا ہو۔ اور

دوسرا وہ جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی پونجی بیچتا ہو۔ اور تیسرا وہ جو اپنا تہہ بندیا

شلوار (حد شرعی سے) نیچے چھوڑ دیتا ہو۔ (جو سحنے کو ڈھانکا لے)

حق تعالیٰ نے غیبت کی برائی کو اپنی کتاب (قرآن مجید) میں ظاہر فرمایا

**غیبت** سے اور غیبت کرنے کو مردار کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے

چنانچہ ارشاد ہے کہ :

وَلَا يَغْتَبُ بَعْضُكُمُ بَعْضًا ۚ أَيُّحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ

أَخِيهِ مَيْتًا فَكِرِهُتُمْ ذَٰلِكَ ۗ (البقرہ ۱۷۶)

”اور نہ غیبت کیا کرے تم میں سے ایک دوسرے کی جلا تم میں کسی کو پسند

آتا ہے کہ گوشت کھائے اپنے مرے ہوئے بھائی کا، سو یہ تو تم مکروہ

سمجھتے ہو۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ وَالْغَيْبَةُ

تَتَنَاوَلُ الْعِرْضَ - (احیاء - مسلم)

”مسلمان کی ہر ایک چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے یعنی اس کا خون اور

اس کا مال اور اس کی آبرو۔ اور غیبت آبرو ہی لے لیتی ہے۔“

ابو بزرہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :

لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَنَاجَسُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا يَغْتَابُ

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَصَا وَكُؤُلُوبُ عِبَادِ اللَّهِ إِخْوَانًا - (احیاء متفق علیہ)  
 ” آپس میں حسد نہ کرو اور آپس میں بغض نہ رکھو اور بھاؤ نہ بڑھاؤ (یعنی  
 بغیر ارادہ خریدنے کے تاکہ دوسرا نہ لے سکے) اور پس پشت باتیں نہ بناؤ۔  
 اور تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کیا کریں۔ اور اسے بدگمان خدا! آپس  
 میں بھائی بھائی ہو کر رہو۔“

جابر اور ابوسعید سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِيَّاكُمْ وَالْغَيْبَةَ فَإِنَّ الْغَيْبَةَ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا فَإِنَّ الرَّجُلَ  
 قَدْ يُزْنِي وَيَتُوبُ فَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَإِنَّ صَاحِبَ الْغَيْبَةِ لَا يَغْفِرُ  
 حَتَّىٰ يَغْفِرَ لَهُ صَاحِبُهُ - (احیاء - ابن ابی الدنیا)

” تم غیبت سے بچو کہ غیبت زنا کاری سے بھی زیادہ سخت اور بُری ہے کیونکہ  
 آدمی بعض وقت زنا کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول  
 کر لیتا ہے اور غیبت کر نیوے کو نہیں بخشا جاتا جب تک کہ جس کی غیبت کی  
 گئی ہے وہ اسے نہ بخشے۔“

برادہ کہتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ سنایا یہاں  
 تک کہ عورتوں نے اپنے گھروں میں سن لیا۔ آپ نے فرمایا کہ:

يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِمْ وَلَمْ يُؤْمِنُ بِقُلُوبِهِمْ لَا تَقْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ  
 وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ فَإِنَّهُم مِّنْ تَتَّبِعَ عَوْرَةَ أَخِيهِ  
 تَتَّبَعَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ تَتَّبَعَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ يُفْضَحْهُ فِي  
 حَبُوتِ بَيْتِهِ - (احیاء - ابن ابی الدنیا وغیرہ)

” اے ان لوگوں کی جماعت جو زبان سے ایمان لا چکے ہو لیکن دل سے  
 ایمان نہیں لائے ہو۔ (خطاب تمام منافقین کی طرف) مسلمانوں کی غیبت  
 نہ کیا کرو۔ اور ان کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے نہ پڑو۔ اس لیے کہ جو شخص  
 اپنے بھائی کے پوشیدہ امور میں پڑے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی پوشیدہ باتوں

میں پڑے گا اور جس کی پوشیدہ باتوں میں اللہ جل و علا پڑا تو اسے گھر کے اندر  
بھی رسوا و خوار کرے گا۔

جابرؓ کہتے ہیں کہ :

كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسِيرِنَا عَلَى قَبْرِ مَنِ  
لِعَذَابِ صَاحِبَاهُمَا فَقَالَ إِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا  
أَحَدُهُمَا فَكَانَ يُغْتَابُ النَّاسَ وَ أَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُهُ مِنْ  
بَوْلِهِ فَذَعَا بِجَرِيدَةٍ رَطْبَةٍ أَوْ جَبْرِيْدَتَيْنِ فَكَسَّهُمَا ثُمَّ أَمَرَ  
بِكُلِّ كِسْرَةٍ فَخَرَّسَتْ عَلَى قَبْرِهِ وَقَالَ أَمَا إِنَّهُ سَيُهَوِّنُ مِنْ  
عَذَابِهِمَا مَا كَانَ تَارَ طَبَّتَيْنِ أَوْ مَالِ مَيْبَسَا. (احیاء - ابن ابی النیاء)

” ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ دو قبروں پر  
تشریف فرما ہوئے کہ جس میں مردوں کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ حضور نے فرمایا  
کہ ان دونوں کو عذاب تو دیا جا رہا ہے لیکن کسی بڑی بات میں نہیں (یعنی  
جس کو بڑی بات نہیں سمجھا جاتا) ان میں ایک تو ایسا تھا جو لوگوں کی  
غیبت کیا کرتا تھا۔ اور دوسرا اپنے پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اس  
کے بعد آپ نے ایک سبز ٹہنی منگائی یا دو ٹہنیاں منگائیں اور ان دونوں  
کو توڑا پھر آپ نے فرمایا کہ ہر ایک ٹہنی کے ٹکڑے کو ہر ایک قبر پر گاڑ دیا جائے  
پس وہ گاڑھ دی گئیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب تک ان ٹہنیوں میں تری باقی  
ہے۔ ان کے عذاب میں تخفیف اور آسانی ہوگی (یا یہ فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں)

حق تعالیٰ مقام ذم میں (ولید بن مغیرہ کے بارے میں فرماتا ہے کہ  
**چغلی کھانا** | هَمَانِ مَشَاءَ زَيْمِمْ هِ وَ طَعْنِ دِينَ وَالْأَجْعِيَا كَهَانِ وَالْأَسِ  
پھر فرمایا ہے کہ عُنَّ بَعْدَ ذَلِكَ زَيْمِمْ هِ بَدُوًّا وَرَانَ سَبَّ كَعْبِ زَيْمِمْ  
(حرانزادہ) بھی ہے۔ - (پ ۳۶)

عبداللہ ابن مبارک کہتے ہیں کہ زیم ولد الزنا کو کہتے ہیں جو کسی بات کو نہ

چھپے اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو بات کو نہیں چھپاتا اور چھپایاں کھاتا رہتا ہے تو یہ صفت اس کی اس بات کی طرف دلالت کرتی ہے کہ وہ ولد الزنا ہے۔ اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

وَيْلٌ تَكُلُّ هُمَزَةٌ لَزًا ۝ (پتہ ۲۹۴)

”ویل (خرابی) ہے ہر ایک سخن چین اور ہمزہ (عیب جو) کے لیے۔  
کہا گیا ہے کہ ہمزہ کے معنی چغلی خور ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَاهُ (احیاء - متفق علیہ)

”جنت میں چغلی خور داخل نہیں ہوگا۔“

اور دوسری حدیث میں ہے کہ:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَاتٌ (احیاء - متفق علیہ)

”جنت میں قنات داخل نہیں ہوگا۔“

اور قنات چغلی خور کو کہتے ہیں۔ اور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

أَحَبُّكُمْ إِلَيَّ اللَّهُ أَحَابِسُكُمْ أَخْلَاقًا الْمَوْطِنُونَ الْكَافَأُ الَّذِينَ يَأْتُونَ  
وَيُولِفُونَ وَإِنَّ الْبُغْضَ كَرِهْتُ إِلَى اللَّهِ الْمَشَاوِدَ بِالنِّمِيَةِ الْمَفْرُقُونَ  
بَيْنَ الْإِخْوَانِ الْمَلْتَمَسُونَ لِلْبُرِّ أَمْرًا الْحَثْرَاتِ.

(احیاء - طبرانی)

”تم میں سے محبوب ترین اللہ کو وہ ہیں جو تم میں بہترین اخلاق والے ہیں اور  
اپنے پڑوسیوں کی تکلیف برداشت کرنے والے ہیں اور دوسروں سے محبت و الفت رکھتے ہیں اور دوسرے لوگ  
ان سے (ان کی خوش خونی کی وجہ سے) محبت کرتے ہیں اور تم میں سب سے زیادہ مبنوعض اللہ تعالیٰ  
کے نزدیک یہ لوگ ہیں چغلی خور کے درپے ہونے والے، بھائیوں اور دوستوں میں تفرقہ ڈالنے  
والے اور پرہیزگاروں کی چھوٹی موٹی لغزشوں کے پیچھے پڑنے والے۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

إِلَّا أَخْبِرْكُمْ لِبَشِيرٍ كَمَا قَالَ: الْمَشَاءُونَ بِالنَّمِيمَةِ

الْمُفْسِدُونَ بَيْنَ الْأَحِبَّةِ الْبَاغُونَ لِلْبُرَاءِ الْعُيُبِ - (احیاء - احمد)

”کہا تم میں جو سب سے بُرے سے وہ میں تمہیں نہ بتا دوں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں

یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا چغلی خوری کے درپے ہونے والے دوستوں میں فساد

ڈالنے والے۔ پرہیزگاروں کا عیب ڈھونڈنے والے۔“

جاننا چاہیے کہ مہلکات میں انسان کے لیے سب سے زیادہ ہلاک کرنے والی پیٹ کی خواہش ہے۔ اسی کے سبب حضرت آدم و حضرت حواء

علیہما السلام عالمِ راحت (جنت) سے اس ذلت و احتیاج کی دنیا میں نکالے

گئے جبکہ ان دونوں کو ایک پٹر کے قریب جانے سے روک دیا گیا تھا۔ تو ان پر ان

کی خواہش نے غلبہ پایا۔ یہاں تک کہ وہ اس سے کچھ کھا بیٹھے۔ پس

فَبَدَأَتْ لَهُمَا السُّوءَ آتَاهُمَا - (پ ۹۶)

”کھل گئیں ان پر ان شر مگاہیں۔“

اور پیٹ حقیقت میں سب خواہشوں کا سرچشمہ اور سب بیماریوں اور آفتوں کا

منبع ہے۔ اسی کے بعد اندامِ نہانی کی خواہشیں بڑھتی ہیں اور مقاربت کی شہوت ہوتی

ہے۔ مقاربت اور طعام کی خواہش کے بعد جاہ و جلال اور مال کی رغبت زور

پکڑتی ہے۔ اس لیے کہ یہی دونوں مطعومات اور منکوحات میں عیاشی اور وسعت

کے وسیلے ہیں۔ مال اور جاہ و جلال کے بڑھانے کے پیچھے طرح طرح کی رعوتیں اور

خود آرائیاں اور حسد ظاہر ہوتے ہیں۔ ان سے پھر ریا کی آفت اور فخر کی مصیبت

نمودار ہوتی ہے اور بڑائی (تکبر) کی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہ کینہ اور عداوت

اور بغض کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔ پھر یہ چیزیں اس کو سرکشی اور فسق و فجور

تک پہنچا دیتی ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ سب نتیجے پیٹ کے ہی بسرِ خود

چھوڑ دینے کے ہیں اور پیٹ بھرنے اور سیر ہونے سے یہ ساری خرابیاں اور نافرمانیاں

صادر ہوتی ہیں اور اگر بندہ اپنے نفس کو بھوکا رکھ کر ذلیل کرے اور اس پر شیطان کے راستے بند کر دے تو یقیناً خداوند تعالیٰ کی فرمانبرداری میں فروتنی برتے اور نافرمانی اور سرکشی پر جاہدہ پیمانہ ہو سکے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ:

**بھوک کی فضیلت** | جَاهِدُوا وَالنَّفْسَ كَمَا بِالْجُوعِ وَالْعَطَشِ فَإِنَّ

الْأَجْرُ فِي ذَلِكَ كَأَجْرِ الْمَجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَنْتُمْ لَيْسَ مِنْكُمْ مَنْ عَمِلَ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْجُوعِ وَالْعَطَشِ - (احیاء)

”اپنے نفس سے بھوک اور پیاس کی صورت میں مجاہدہ (جنگ) کرو۔ اس کا اجر بھی ایسا ہے جیسا کہ راہ خدا میں جہاد کرنے والے کا اور خدا کے نزدیک بھوک اور پیاس سے زیادہ پسندیدہ کوئی عمل نہیں۔“

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

لَا يَدْخُلُ مَلَكُوتَ السَّمَاءِ مِنْ مَلَأَ بَطْنِهِ (احیاء)

”جس نے اپنا پیٹ بھر لیا ہے۔ وہ ملکوت السماء (عالم ارواح) میں داخل نہیں ہو سکتا،“

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ:

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ قَلَّ مَطْعَمُهُ وَضَحْكُهُ

وَرَضِيَ بِمَا يَسْتَرْكُوهُ رَأَتْهُ - (احیاء)

”یا رسول اللہ! لوگوں میں بہترین کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس کا کھانا اور ہنسنا کم ہو۔ اور اپنے اتنے لباس پر کہ جس سے شہر عورت ہو سکے راضی و قانع ہو۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

بَسِطِ الْأَعْمَالَ الْجُوعُ وَذَلَّ النَّفْسَ لِبَاسِ الْمُصْطَوِّفِ (احیاء)

”سب اعمال کی سردار بھوک ہے اور نفس کی ذلت اوننی کپڑے پہننے میں ہے

(جو موٹے اور معمولی ہوں)

حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:  
 الْبُسُؤُا وَكُلُوْا وَاَشْرِكُوْا فِي النُّصَافِ الْبَطُوْنِ فَاِنَّهُ جُزْءٌ مِّنَ  
 النَّبُوَّةِ - (احیاء)

”پہنو اور کھاؤ اور پیو اور حصے پیٹ میں کہ یہ صفت اجزا نبوت میں سے ہے۔“  
 اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:  
 الْفِكْرُ نِصْفُ الْعِبَادَةِ وَقِلَّةُ الطَّعَامِ هِيَ الْعِبَادَةُ (احیاء)  
 ”فکر کرنا (صنع الہی میں) نصف عبادت ہے۔ اور کم کھانا پوری عبادت ہے۔“  
 حضرت حسن ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا  
 ہے کہ:

أَفْضَلُكُمْ عِنْدَ اللَّهِ مَنْزِلَةٌ كَيَوْمِ الْقِيَامَةِ أَطْوَلُكُمْ رُجُوعًا وَتَفَكُّرًا  
 فِي اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَالْغَضُّكُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كُلُّ نَسْوَمٍ  
 أَكْرَدٍ شَرُّوْبٍ - (احیاء)

”تم سب میں بہتر اور افضل ان روزے مرتبہ کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے  
 دن وہ ہے جو تم سب سے زیادہ بھوکا رہتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات  
 میں فکر کیا کرتا ہو۔ اور تم سب میں بدترین اور مبغوض حق تعالیٰ کے نزدیک  
 قیامت کے دن وہ ہے جو زیادہ سوتا ہو اور ڈٹ کر کھاتا ہو اور زیادہ پیتا ہو۔“

## فضل

(نجات دہندہ امور کے بیان میں)

پہلی پہلی منزل منجیات (نجات دہندہ امور) میں توبہ کی ہے۔ اور گناہوں  
 سے تائب ہو کر ستار العیوب اور علام الغیوب کی طرف رجوع کرنا ہی سالیکن کے  
 راستہ کی ابتداء ہے اور فائزین کا سرمایہ اور ارادت مندوں کا پہلا قدم اور برگشتگان  
 کے استقامت کی کنجی ہے۔

جاننا چاہیے کہ دیدارِ الہی سے کوئی چیز محروم کرنے والی نہیں مگر یہ باتیں خواہشوں کا تابع ہونا۔ اس جہانِ فانی سے انس و محبت، اور ان چیزوں کی محبت میں اوندھا ہو کر گر پڑنا۔ جن سے الگ رہنا ضروری ہے۔

اور لقاءِ الہی کی طرف قریب کرنے والی کوئی چیز نہیں مگر یہ صفیٰ۔ اس دنیا کی زینت سے قلب کے علاقے توڑ دینا اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا۔ اور اس کے انس و شفقت کی طلب میں اس کا ذکر کرتے رہنا اور اس کی محبت میں اس کے جلال و جمال کی معرفت میں بقدر اپنی طاقت کے مستغرق رہنا۔  
حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (پہلے ۱۰)

”اے مومنو! سب کے سب اللہ کی طرف رجوع (توبہ) کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔“ اور یہ حکم عام ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا. (پہلے ۲۰)

”اے وہ لوگو! جو تم ایمان لائے ہو اللہ کی طرف توبہ کرو توبۃ النصوح۔“  
توبۃ النصوح وہ توبہ ہے جو خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہو۔  
اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

” إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ. (پہلے ۱۲)

”اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اور پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“  
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

التَّائِبُ حَبِيبُ اللَّهِ وَالتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ  
”توبہ کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔ اور گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔“  
(احیاء - ابن ماجہ و ابن ابی الدنیا)



” اللَّهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ سُرْحَلٍ نَزَلَ فِي أَرْضِهِ  
 دَوِيَّةٌ مَهْلِكَةٌ مَعَهُ، رَأَيْتُهَا عَلَيْهِمْ طَعَامًا وَشَرَابًا فَوَضَعَهُمْ  
 رَأْسَهُ، فَنَامَ نَوْمًا فَاسْتَيْقَظَ وَقَدْ ذَهَبَتْ رَأْحِلَتُهُ، فَظَلَمَهَا  
 حَتَّى إِذَا اشْتَدَّتْ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ قَالَ  
 أَمْ جِئْتُ إِلَى مَكَانِ الَّذِي كُنْتُ فِيهِ فَأَنَا مَحْتَى أَمْ مَوْتٌ فَوَضَعَهُ  
 رَأْسَهُ عَلَى سَاعِدِهِ لِيَمُوتَ فَاسْتَيْقَظَ فَإِذَا رَأَيْتُهَا عِنْدَهُ  
 عَلَيْهَا نَادَةٌ وَشَرَابٌ فَاللَّهُ تَعَالَى أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ  
 الْمُؤْمِنِ مِنْ هَذَا بِرَأْحِلَتِهِ - (احياء - مسلم)

” حق تعالیٰ مؤمن بندہ کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔ جو

کسی ہولناک ویران بیابان میں جا رہا ہو، اس کے ساتھ اس کی سواری بھی  
 ہو جس کے اوپر اس کے کھانے اور پینے کا سامان ہو۔ پھر اس نے اپنا سر  
 رکھا اور تھوڑی دیر سو گیا۔ پھر جب جاگا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی سواری  
 چلی گئی ہے، وہ اس کو ڈھونڈنے لگا۔ یہاں تک کہ گرمی تیز ہو گئی اور اس کو  
 گرمی اور پیاس کی تکلیف نے سخت عاجز کیا تو کہنے لگا کہ اسی جگہ چل کر پھر  
 سو جاتا ہوں تاکہ مر جاؤں۔ اسی مرنے کے ارادہ سے وہ اپنی کلانی سر کے  
 نیچے رکھ کر سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو اچانک دیکھتا ہے کہ اس کی سواری موجود  
 ہے جس پر سارا توشہ اور کھانے پینے کا سامان رکھا ہوا ہے۔ (توحصنور  
 فرماتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ بندہ مؤمن کے توبہ کرنے سے اس سے بھی زیادہ  
 خوش ہوتا ہے جو اس شخص کو اپنی سواری دیکھتے وقت ہوئی ہوگی۔“

بعض روایتوں کے الفاظ یہ ہیں کہ :

” مِنْ شِدَّةِ فَرَحِهِ إِذَا أَدَا شُكْرَ اللَّهِ أَنَا رَبُّكَ وَأَنْتَ عَبْدِي  
 ” اس شخص نے (اپنی سواری کو دیکھ کر) جب حق تعالیٰ کے شکر کا ارادہ کیا تو  
 غایت خوشی میں یوں کہہ بیٹھا کہ ”اے اللہ میں تیرا رب ہوں اور تو میرا بندہ ہے!“

صبر | اے عزیز! جانا چاہیے کہ ایمان کے دو حصے ہیں ایک حصہ صبر ہے اور دوسرا حصہ شکر ہے جس طرح کہ احادیث میں وارد ہو چکا ہے اور یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں سے دو صفتیں ہیں۔ اور اسمائے حسنیٰ میں سے دو نام ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا نام صبور اور شکور بتلایا ہے۔ صبر اور شکر کی حقیقت سے جاہل رہنا گویا ایمان کے دونوں حصوں سے جاہل رہنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے صابریوں کی بہت وصفیں بیان فرمائی ہیں اور قرآن مجید میں صبر کو کچھ اور پرستہ جگہ ذکر کیا ہے اور اکثر مدارج سعادت اور نیکیوں کو صبر ہی کی طرف منسوب کیا ہے اور ان کو صبر کا ثمرہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ حق تعالیٰ جل و علا کا ارشاد ہے کہ:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أُمَّةً يَهْتَدُونَ بِأَمْرِنَا لِمَا صَبَرُوا (پ ۱۶ ع ۱۶)

” اور ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے جب کہ انہوں نے صبر کیا۔“

اور حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَمِمَّتْ كَلِمَةً سَرَّيْكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا (پ ۶ ع ۶)

” اور پورا ہوا نیک وعدہ تمہارے رب کا بنی اسرائیل پر اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا۔“

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (پ ۱۹ ع ۱۹)

” جن لوگوں نے صبر کیا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے ہم ان کو ضرور اس کا بدلہ اور عوض دیں گے۔“

اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أُولَٰئِكَ يُكُوِّنُونَ أَجْرَهُمْ مَسْرَتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا (پ ۴ ع ۴)

” یہی ہیں جن کو ان کا دُہرا اجر دیا جائے گا۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا۔“

اور حق سبحانہ و تعالیٰ کا فرمودہ سے کہ :

إِنَّمَا يُوفَى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ه (پت ۱۶)

” بیشک صابریں کو ان کا اجر بے حساب (بے اندازہ) دیا جائے گا۔ “

پس کوئی بھی عبارت سوائے صبر کے ایسی نہیں جس کا اجر اندازہ اور حساب سے نہ ہو اور اس سبب سے کہ روزہ صبر کے اقسام سے ہے بلکہ نصف ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ :

الصَّوْمُ لِيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهِ (مشکوٰۃ)

” روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ “

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

وَأَمْبُرُوا بِتِلْكَ الْأَيَّامِ مَعَ الصَّابِرِينَ (پت ۲)

” صبر کرو اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ “

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

الصَّبْرُ نِصْفُ الْإِيمَانِ (احیاء - ابو نعیم والنخعی)

” صبر نصف ایمان ہے۔ “

اور حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ :

سُئِلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِيمَانِ فَقَالَ الصَّبْرُ وَالسَّمَاءُ

” حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے بارہ میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ

” ایمان صبر اور جو امر دی ہے۔ “ (احیاء - طبرانی وابن جبان)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

الصَّبْرُ كَنْزُ مَنْ كُنُوْنَا الْجَنَّةِ (احیاء)

” صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ “

وَسُئِلَ مَتَى مَا الْإِيمَانُ فَقَالَ الصَّبْرُ (احیاء - دیلمی)

اور ایک مرتبہ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے؟ تو آپ

نے فرمایا کہ صبر ہے۔“

یہ آپ کے اس قول کے مشابہ ہے کہ ”الْكُحْجُ عَزْفَةٌ“ (حج عرفہ ہے) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے خط میں جو ابو موسیٰ اشعری کو لکھا گیا تھا یہ پایا گیا ہے کہ ”صبر کو لازم پکڑو“

جاننا چاہیے کہ صبر دو قسم پر ہے۔ ایک قسم ان میں سے دوسرے سے افضل ہے۔ ایک مصیبتوں میں صبر کرنا ہے۔ یہ بھی اچھا ہے۔ لیکن اس سے افضل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی کل حرام کی ہونی چیزوں سے کیا جائے۔ اور جاننا چاہیے کہ صبر ایمان کی جڑ ہے۔ یہ اس لیے کہ تقویٰ سب نیکیوں سے افضل ہے اور تقویٰ صبری سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

شکر

فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (پہ ۲۴)

”پس تم یاد رکھو مجھ کو میں یاد رکھوں گا تم کو اور میرا احسان مانو اور زنا شکری نہ کرو“ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

مَا لِفَعْلُ اللّٰهِ لِيَعْدَا بِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ (پہ ۱۸)

”تم کو عذاب دے کر اللہ کیا کرے گا اگر تم شکر کرو اور ایمان پر قائم رہو۔“ اور فرماتا ہے کہ :

وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِيْنَ (پہ ۶)

”ہم جزا (خیر) دیں گے شکر کرنے والوں کو“

اور حق تعالیٰ نے ابلیس لعین کی خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ (وہ کہتا ہے) :

لَا قُعْدَانَ لَكُمْ سِوَا طَلْعِ الْمُسْتَقِيمِ (پہ ۹)

”میں بھی ضرور مٹیوں گا (ان کی تاک میں) تیری سیدھی راہ پر۔“

کہا گیا ہے کہ وہ راہ شکر ہی کی ہے۔ اور شکر کے بلند مرتبے کے سبب شیطان لعین

نے بھی باری تعالیٰ کی خلقت انسان میں اس طرح طعنہ دیا کہ :

وَلَا تَحِدْ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ - "تو نہ پلے گا اکثر میں آدم کو شکر گزار"۔ (پ ۹ ع ۹)  
اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :

وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّاكِرُونَ - "میرے بندوں میں شکر گزار بہت تھوڑے ہیں۔" (پ ۱۲ ع ۸)  
اور ارشاد ہے کہ :

لَمِنَ شَاكِرَتُمْ كَمَا تَرِيدَ فَاكْمُرُوا - "اگر تم شکر بجالاؤ گے تو میں تمہیں بڑھا دوں گا۔" (پ ۱۲ ع ۱۴)

اگر تم شکر بجالاؤ گے تو میں تمہیں بڑھا دوں گا۔  
اس ارشاد میں کوئی استثناء نہ فرمائی جیسا کہ اپنے اس قول میں فرمائی ہے کہ :

وَيَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بغيرِ حِسَابٍ - (پ ۱۰ ع ۱۰)  
"اللہ تعالیٰ بغير حساب کے جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے۔" اور ارشاد ہے کہ :

وَلِيُغْفِرَ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ (پ ۱۵ ع ۱۵)  
"بخشنے کا اس کے علاوہ جس کو چاہے۔" کہ ان میں استثناء ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ الطَّاعِمِ الشَّاكِرِ بِمَنْزِلَةِ الصَّالِمِ الصَّابِرِ (شکر گزار کھانے والا روزہ دار کے برابر ہے۔) (احیاء - بخاری) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ ساری رات اٹھ کر رہتے رہے تو حضرت عائشہ صدیقہ نے عرض کیا کہ :-

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ ساری رات اٹھ کر رہتے رہے تو حضرت عائشہ صدیقہ نے عرض کیا کہ :

قَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ مَا يُبْلِيكَ قَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا (احیاء - ابن ماجہ وغیرہ)  
"آپ کو کون سی چیز رلا رہی ہے آپ کے تو اللہ تعالیٰ نے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے ہیں تو حضور نے فرمایا کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں؟  
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

وَأَنَّ لَعْدُو النَّعْمَةِ اللَّهُ لَا تَحْصُوهُمَا (پ ۸ ع ۸)  
"اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو گے تو شمار نہ کر سکو گے۔"

جاننا چاہیے کہ خداوند تعالیٰ کی نعمتیں بندہ پر اس قدر ہیں جو حساب و شمار میں نہیں آسکتیں اور اگر ہم صرف اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے وہ ذکر کریں جن سے انسان کا بدن قائم ہے تو بھی بیان نہ کر سکیں۔ مثلاً یہ کہ جگر کو قلب اور دماغ کی طرف کیسا احتیاج ہے اور ان اعضاء کے رُسیہ میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف کیسے محتاج ہے اور پھڑکنے والی رگیں (شرائین) قلب سے پھوٹ کر اور شاخ و شاخ ہو کر سارے بدن میں کیسے پھیل گئی ہیں اور ان کے واسطے سے غذا کیسے پہنچتی ہے اور اعضاء کی ساخت و ترکیب کس طرح ہوئی ہے اور ہڈیاں اور مچھلیاں۔ رگیں اور مانتیں اور بندن اور چپنی ہڈیاں اور رطوبتیں کتنی اور کیسی ہیں۔ اگر ان کی تفصیل کی جائے گی تو کلام بہت طویل ہو جائے گا اور ان سب چیزوں کی طرف انسان کھانے اور بہت سی باتوں کے بارہ میں نہایت محتاج ہے بلکہ انسان میں ہزاروں مچھلیاں اور رگیں اور سٹے چھوٹائی اور بڑائی اور تپے پن اور موٹائی میں مختلف مختلف موجود ہیں اور ان کے اقسام بھی بعض کے زیادہ اور بعض کے کم ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی ایک چھوٹی سی چیز بھی ایسی نہیں کہ جس میں ایک یا دو یا تین یا چار دس تک بلکہ اس سے بھی زیادہ حکمتیں اور فائدے موجود نہ ہوں اور یہ سب تم پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ اگر ان سب میں سے ایک بھی ہلتی ہوئی رگ مٹھ رہ جائے یا ایک بھی ساکن رگ متحرک ہو جائے تو بیچارے انسان کی جان پر آئے۔

پس پہلے پہل حق تعالیٰ کی نعمتوں کی طرف نظر غور سے دیکھو تا کہ پھر اچھی طرح شکر ادا کر سکو مگر تم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے اور کسی کو نہیں جانتے۔ جانتے ہو تو صرف کھانے ہی کو۔ حالانکہ یہ سب نجس تر سے اور اگر کچھ جانتے ہو تو بس یہی کہ جب بھوکے ہوتے ہو تو کھانے لگتے ہو۔ اتنا تو گدھا بھی جانتا ہے کہ بھوک کے بعد کھایا جاتا ہے۔ اور جب تھک جاتا ہے تو سو جاتا ہے اور جب شہوت ہوتی ہے تو جماع کرتا ہے اور اٹھنا چاہتا ہے تو اٹھ جاتا ہے اور دو لٹیاں مارنے لگتا ہے تو تم بھی جب اپنے نفس سے آنا جانتے ہو جتنا کہ

گدھا جانتا ہے تو خورد ہی کہو کہ اللہ تعالیٰ کی ان بے شمار نعمتوں کی شکر گزاری کسے کر سکتے ہو جن کی طرف نہایت اختصار سے ابھی ہم نے اشارہ کیا ہے۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے دریاؤں میں سے ایک دریا کا ایک قطرہ لیا گیا ہے۔ اب خداوند تعالیٰ کے قول کو یاد کر کے تصدیق کرو کہ بیشک اور بجا ارشاد ہے کہ:

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا۔ (پک ۸۶)

”اگر تم اللہ کی نعمتیں گننے لگو تو شمار میں نہ لاسکو۔“

اس بارہ میں جو ہم نے کلام کو طوالت دی ہے اس سے ہمارا مقصد یہ نہیں کہ خداوند تعالیٰ کی ساری وہ نعمتیں جو بدن انسان میں ہیں ہم نے اپنے بیان میں گھیر لی ہیں۔ بلکہ مراد خواب غفلت سے بیدار کرنا اور چونکانا ہے اور شکر الہی کو ہر لحظہ دہرانے اور تازہ کرنے کے لیے اتنا کہا گیا ہے۔ اگر تم زیادہ تفصیل چاہو تو کتاب احیاء العلوم دیکھو۔

## خوف اور امید کے بیان میں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ (پک ۲۴)

”اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔“

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا حرام ہے اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللَّهِ تَعَالَى (احیاء سلیم)

”کوئی نہ مرے مگر اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اچھا گمان رکھتا ہو۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ حق جل و علا کا ارشاد ہے کہ:

أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي فَلْيُظَنَّ بِي مَا شَاءَ (احیاء۔ ابنہ حبیب)

”میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں پس گمان رکھے مجھ پر جیسا

چاہے۔“

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس حالت نزع میں تشریف لے گئے۔

فَقَالَ كَيْفَ تَجِدُكَ فَقَالَ أَحَدُنِي أَخَافُ ذُنُوبِي وَأَمْرًا حُبُّ رَحْمَةِ رَبِّي فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اجْتَمَعَانِي قَلْبُ عَبْدٍ فِي هَذَا الْمَوْطِنِ إِلَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ مَا رَجَا وَأَمِنَهُ مِمَّا يَخَافُ " آپ نے فرمایا کہ اپنے کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے کہا میں اپنے تئیں ایسا پاتا ہوں کہ اپنے گناہوں سے تو ڈر رہا ہوں اور اپنے رب کی رحمت کا امیدار ہوں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے وقت میں دو باتیں کسی بند کے قلب میں جمع نہ ہوں گی مگر خداوند تعالیٰ اس کو عطا کر دے گا وہ چیزیں جس کی وہ امید رکھتا تھا اور امن میں رکھے گا اسے ان چیزوں سے جن سے وہ ڈرتا تھا۔" (احیاء - ترمذی سے و نسائی سے)

رجاء (امید) کے بارہ میں آئی آیتیں اور حدیثیں وارد ہو چکی ہیں جن کا حصر نہیں کیا جاسکتا۔ بعض آیتیں لکھی جاتی ہیں: آیتے شریفہ:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيَّ الْفُتُورُ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ - (پ ۳۶)

" (کہہ دو اے نبی) اے میرے بندو جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے کہ تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دینگا۔ واقعی وہ بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

اور ایک قراءت میں ہے کہ حضور نے اس طرح پڑھا کہ "ولا یبالی" یعنی اسے کوئی پرواہ نہیں (اگر وہ سب گناہ بخش دے) بیشک وہ غفور و رحیم ہے۔ اور ارشاد ہے کہ:

وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ (پ ۳۶)



” فرشتے تسبیح کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور بخشش اور معافی

مانگتے ہیں زمین کے رہنے والوں کے لیے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ آگ (دوزخ) کو اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے تیار کیا ہے اور اپنے اولیاء (دوست بندوں) کو تو صرف اس سے ڈرایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ:

مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ذَلِكَ يَخْتَوُونَ  
اللَّهُ بِهِ عِبَادَةً ج (پہ ۱۶۴)

ان کے لیے (دوزخیوں کے لیے) ان کے اوپر سے آگ کے سائبان ہیں اور ان کے نیچے سے بھی مثل سائبان کے۔ یہی ہے جس سے اللہ تعالیٰ ڈراتا ہے اپنے بندوں کو۔“

اور ارشاد الہی سے کہ:

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ (پہ ۵)

” ڈرو اس آگ سے جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔“

ابوموسیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أُمَّتِي أُمَّةٌ مَّرْحُومَةٌ لَا عَذَابَ عَلَيْهَا فِي الْآخِرَةِ مَجَّلَ اللَّهُ عِقَابَهَا  
فِي الدُّنْيَا النَّكَالَ وَالْفِتْنَ فَاذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ دَفَعَ  
إِلَى كُلِّ رَجُلٍ مِّنْ أُمَّتِي رَجُلًا مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَقِيلَ هَذَا فِدَاءُ

مِنَ النَّارِ۔ (احیاء۔ ابوداؤد وابن ماجہ)

” میری امت بخشی ہوئی امت ہے۔ اس پر آخرت میں کوئی عذاب نہیں

اللہ تعالیٰ نے ان کا عذاب یہیں دنیا میں بھیج دیا ہے۔ یعنی فتنے اور زلزلے۔

پس جبکہ قیامت کا دن ہوگا۔ تو میری امت سے ہر ایک شخص کو ایک شخص

اہل کتاب میں سے دے دیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ یہ دوزخ سے بچاؤ

کے لیے تمہارا فدیہ ہے۔“

حضرت انس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے اپنی امت کے بارہ میں اپنے رب سے سوال کیا۔ اس طرح سے کہ فرمایا کہ :

” يَا رَبِّ اجْعَلْ حِسَابَهُمْ إِلَىٰ لَيْلَةٍ يَطَّلِعُ عَلَىٰ مَسَاوِيهِمْ غَيْرِي  
فَاَوْحَىٰ اللَّهُ تَعَالَىٰ إِلَيْهِ هُمْ أُمَّتِكَ وَهُمْ عِبَادِي وَأَنَا الرَّحِيمُ  
بِهِمْ مِنْكَ لَا اجْعَلْ حِسَابَهُمْ إِلَىٰ غَيْرِي لَيْلَةً تَنْظُرُ إِلَىٰ مَسِيرَاتِهِمْ  
أَنْتَ بِكَ لَا غَيْرُكَ - (احیاء)

” اے میرے پروردگار! ان کا (میری امت کا حساب و کتاب مجھے ہی سپرد کیا جائے تاکہ کوئی اور ان کی برائیوں سے مطلع نہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ ” اگر وہ امت تمہاری ہے تو بندے میرے ہیں اور میں تم سے زیادہ ان پر رحیم اور کریم ہوں۔ میں اپنے ماسوا کسی کے حوالے ان کا حساب نہیں کرتا تاکہ آپ خود یا آپ کے علاوہ بھی کوئی اور ان کی برائیوں کو نہ دیکھ سکے۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ” میری حیات بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میری موت بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔ حیات تو یوں کہ میں تمہارے لیے فوز و فلاح کے طریقے اور سنتیں مقرر کرتا ہوں اور تمہارے لیے شریعت بناتا ہوں اور موت یوں کہ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ پس ان میں جو میں اچھا دیکھتا ہوں تو اس پر اللہ کی حمد کرتا ہوں اور جو بُرا نظر آتا ہے تو تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی طلب کرتا ہوں۔“

خوف کے فضائل اس کثرت سے وارد ہو چکے ہیں جن کا حصر

**خوف** نہیں کیا جاسکتا اور فضیلت خوف میں اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خوف رکھنے والوں کے لیے یہ ساری فضیلتیں جمع فرمادی ہیں یعنی ہدایت رحمت علم اور اپنی خوشنودی اور یہی باتیں مقاماتِ جنت کو لے لینے والی ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

وَهْدَىٰ ذَرِّحَمَةً لِلَّذِينَ هُمْ لِأَبْتِهِمْ يَرْهُبُونَ - (پ ۴۴)  
 ” یہ (کلام مجید) ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔“

اور ارشاد الہی ہے کہ :

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (پ ۱۶۴)

” اللہ کے بندوں میں، اس سے (اللہ سے) علماء ہی ڈرتے ہیں۔“

ان کو خوف و خشیت کے سبب ہی وصف علم سے ممتاز فرمایا۔ اور حق جل و علا کا ارشاد ہے کہ :

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ - (پ ۲۲۴)

” اللہ ان سے راضی رہیگا اور وہ اللہ سے راضی رہیں گے۔ یہ اس شخص

کے لیے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے۔“

خوف کا ثمرہ پرہیزگاری اور تقویٰ ہے اور ان کی فضیلت میں جو وارد ہو چکا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ یہاں تک کہ آخرت کا نام ہی تقویٰ پڑ گیا ہے اور تقویٰ کے ساتھ مخصوص ہو گئی ہے جس طرح سے کہ ”حمد“ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور ”صلوٰۃ“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہو گئی ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ :

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ وَ

الصَّلَاةُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ أَجْمَعِينَ.

” حمد“ شری نے لیے ہے جو پروردگار سے تمام جہان کا اور آخرت پرہیزگاروں

کے لیے ہے اور صلوٰۃ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر ہو اور ان

کی تمام آل پر۔“

اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے تقویٰ کو اپنی طرف نسبت دے کر خاص فرمایا۔ چنانچہ

ارشاد ہے کہ :

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لِحُومَهَا وَلَا دِمَائُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهَا التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ  
 ” اللہ کو ان کے (قربانی کے جانوروں کے) گوشت یا ان کے خون نہیں پہنچتے

لیکن اس کو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔“ (پا ۱۲۶)

اور تقویٰ رک جانے سے عبارت ہے کہ جو خوف کا مقتضی ہے۔ جیسا کہ بیان

کیا جا چکا ہے۔ اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

إِنَّ أَوْلَىٰ لَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ التَّقْوَىٰ - (پا ۱۲۶)

” تم سب میں اللہ کے نزدیک معزز و مکرم وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔“

اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اولین و آخرین کو تقویٰ کی وصیت فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد

ہے کہ:

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنْ

اتَّقُوا اللَّهَ. (پا ۱۶)

” ہم نے وصیت کی تھی ان لوگوں کو جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور تم

کو بھی (وصیت کی جاتی ہے) اس بات کی کہ اللہ سے ڈرو۔“

اور فرمایا کہ:

وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ يُرِيدُونَ عِزًّا مِمَّا كَسَبُوا فَاتَّقُوا اللَّهَ

” مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تقویٰ کی فضیلت میں کہ:

إِذَا جَمَعَ اللَّهُ الْأَوْلِيَيْنَ وَالْآخِرِينَ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَعْلُومٍ فَإِذَا

هُمْ بِصَوْتٍ يَسْمَعُ أَصْوَاهَهُمْ كَمَا يَسْمَعُ أَصْوَاهَهُمْ فَيَقُولُ يَا

أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ نَصَبْتُ لَكُمْ مِنْذُ خَلَقْتُكُمْ إِلَى يَوْمِكُمْ

هَذَا فَانصِتُوا إِلَى الْيَوْمِ إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ تَرُدُّ عَلَيْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ

إِنِّي قَدْ جَعَلْتُ نَسَبًا وَجَعَلْتُ نَسَبًا فَوَضَعْتُ نَسَبِي وَفَعَلْتُ نَسَبِي

قُلْتُ إِنَّ أَوْلَىٰ لَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ التَّقْوَىٰ وَإِيَّاكُمْ إِلَّا أَنْ تَقُولُوا

فُلَانُ ابْنُ فُلَانٍ وَفُلَانٌ اَغْنَى مِنْ فُلَانٍ فَالْيَوْمَ اَضَعُ لَسَبَكُمْ  
 وَارْفَعُ لَسَبِي اَيْنَ الْمُتَّقُونَ فَيُرْفَعُ لِلْقَوْمِ لِيَوَاعُرَ فَيَتَّبِعُ الْقَوْمَ  
 لِيَوَاعُرَهُمْ اِلَى مَنَازِلِهِمْ فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بغيرِ حِسَابٍ (احیاء - بیہقی)

” جب کہ خداوند تعالیٰ اولین و آخرین کو قیامت کے دن اکٹھا کرے گا۔ تو وہ ایک  
 ایسی آواز سنیں گے کہ قریب و بعید سب کو سننے میں یکساں ہوگا۔ پھر خداوند تعالیٰ  
 فرمائے گا کہ اے لوگو! جب سے میں نے تم کو پیدا کیا ہے آج تک میں تم سے خاموش  
 رہا ہوں۔ تو آج تم میرے لیے خاموش رہو تاکہ تمہارے اعمال تمہارے سامنے  
 پیش کیے جائیں۔

اے لوگو! ایک نسب میں نے بنایا تھا اور ایک تم نے مقرر کیا تھا۔ تو  
 تم نے میرے نسب کو پست کیا اور اپنے گھڑے ہوئے نسب کو بلند کر دیا میں  
 نے تو یہ کہا تھا کہ تم میں زیادہ مکرم اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ پرہیزگار  
 ہے اور تم نے اس کا انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ فلاں فلاں نے کا بیٹا ہے۔ اور  
 فلاں فلاں نے سے زیادہ غنی ہے۔ پس آج میں تمہارے نسب کو پست کرتا  
 ہوں اور اپنے مقرر کیے ہوئے نسب کو بلند کرتا ہوں۔ کہاں ہیں پرہیزگار!  
 (کہہ کر پکارا جائیگا) پھر اس قوم کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا۔ یہاں  
 تک کہ وہ اس کے پیچھے پیچھے اپنی اپنی منزلوں کو پہنچیں گے اور جنت  
 میں بغیر حساب و کتاب داخل ہوں گے۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

رَأْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللَّهِ - (احیاء - بیہقی)

” حکمت کا سر اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود کو فرمایا تھا کہ:

اِنَّ اَمْرًا دَتَّ اَنْ تَلْقَانِي فَاكْثَرُ مِنْ الْخَوْفِ بَعْدِي - (احیاء)

” اگر تمہارا ارادہ ہے کہ مجھ سے ملو تو میرے بعد زیادہ خائف رہو۔“

حضرت فضیلؓ کہتے ہیں کہ ”جو اللہ سے ڈرتا ہے تو وہ خوف ہی اس کو سب نیکیوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔“

اور حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ”میں اللہ تعالیٰ سے جس دن ڈرا تو اس دن میں نے ایک ایسا دروازہ حکمت اور عبرت کا کھلا پایا کہ میں نے اُسے کبھی دیکھا تھا۔“ اور حضرت یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں کہ کوئی مومن کسی بُرائی کا ارتکاب نہیں کرتا۔ مگر یہ کہ اس کے بعد دو نیکیاں اس کو لاحق ہوتی ہیں (۱) عقاب کا خوف (۲) عفو کی امید۔ جس طرح سے کہ ایک لومڑی دو شیروں کے درمیان گھری ہوئی ہو۔“ اسی طرح سے ذکر الہی کی اتنی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں جو کسی سے پوشیدہ نہیں اور ذکر کو خائفین ہی کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ:

سَيَذَرُكَ مَنْ يَخْشَى (پت ۱۲۶)

”ذکر وہی کرے گا جو اللہ سے ڈرتا ہے۔“

اور ارشاد ہے کہ:

وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ (پت ۱۳۶)

”جو اپنے رب کے سامنے (بروزِ حشر) کھڑے ہونے سے ڈرے اُسے دو باغ عطا ہوں گے۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَعِزَّتِي لَا أَجْمَعُ عَلَى عَبْدِي خَوْفِينَ وَلَا أَجْمَعُ لَهُ أَمْنَيْنِ فَإِنِ أَمَّنِّي فِي الدُّنْيَا أَخَفْتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِذَا أَخَافَنِي فِي الدُّنْيَا أَمَّنْتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (احیاء)

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ میں اپنے بندے پر دو خوف جمع نہ کروں گا۔ اسی طرح سے دو امن بھی جمع نہ کروں گا۔ اگر دنیا میں وہ مجھ سے بے خوف رہا ہے تو قیامت کے دن میں اُسے ڈراؤنگا اور اگر دنیا میں وہ مجھ سے خوف میں رہا ہے تو قیامت کے دن اس کو

(بہ جناب و اہمیت)

بے خوف اور امن میں رکھوں گا۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

مَنْ خَافَ اللَّهَ تَعَالَى خَافَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَمَنْ خَافَ غَيْرَ اللَّهِ  
خَافَهُ اللَّهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (احیاء - ابن حبانہ داہنہ دنیا)  
” جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس سے ہر ایک چیز ڈرتی ہے۔ اور جو غیر اللہ  
سے ڈرتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز سے ڈرتا ہے۔“

## زہد اور فقر کے بیان میں

حق سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ  
” (مال فی) ان فقیروں اور محتاج مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے  
مالوں سے نکالے گئے ہیں۔“ (پ ۴ ع ۴)

(ان کے اوصاف بیان فرمانے کے بعد کہا گیا ہے کہ ”أُولَئِكَ هُمُ

الصَّادِقُونَ“ ”یہی لوگ سچے ہیں۔“)

اور ارشاد ہے کہ :

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا  
فِي الْأَرْضِ. (پ ۵۶ ع ۵۶)

” (حق) ان فقیروں اور ناداروں کا ہے جو اللہ کی راہ میں (دشمنوں کے ترغیب میں)

گھرے ہوئے ہیں جو ملک میں چل پھر نہیں سکتے۔“

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ کلام مقام مدح میں ارشاد فرمایا ہے۔ پھر خاص ان

کے فقر کی صفت کو ہجرت اور احصار (گھرے ہوئے ہونے) کی صفتوں سے مقدم

رکھا ہے :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے اصحاب سے دریافت فرمایا کہ :

اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ فَقَالُوا مُوسِرٌ مِّنَ الْمَالِ يُعْطِي حَقَّ اللَّهِ  
مِنَ نَفْسِهِ وَمَالِهِ -

” لوگوں میں کون بہتر ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ وہ مالدار جو اللہ تعالیٰ کا حق  
اپنی جان و مال سے ادا کرتا ہو۔“

حضور نے فرمایا کہ :

لَعِمَّا الرَّجُلُ هَذَا وَ لَيْسَ بِهِ قَالُوا فَمَنْ خَيْرُ النَّاسِ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
فَقَالَ فَقِيرٌ يُعْطِي جُهْدَهُ (احیاء - دیکھو)

” یہ آدمی بھی اچھا ہے لیکن اس سے بھی بڑھ کر تباؤ۔“ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! پھر کون بہتر ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ” وہ فقیر جو (اللہ کی راہ میں) سب  
اٹھاتا ہو اور کوشش کرتا ہو۔“

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو فرمایا تھا کہ :

اَلْقِ اللّٰهَ فَقِيْرًا وَّ كَا تُلْقَهُ غَنِيًّا - (احیاء - حاکم و طبرانی سے)  
” خدا سے فقیری کی حالت میں ملو غنی ہو کر نہ ملو۔“

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْفَقِيْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِيَالِ (احیاء - ابن ماجہ)  
” اللہ تعالیٰ فقیر کو دوست رکھتا ہے جو پرہیزگار ہو اور جو بال بچوں والا ہو۔“  
اور ایک مشہور حدیث میں ہے کہ :

يَدْخُلُ فُقْرَاءُ اُمَّتِي الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَاءِهَا خَمْسِ مِاَةٍ وَ فِيْ هَذِهِ  
اٰخِرُ يَارُبْعِيْنَ خَرِيْفًا - (احیاء - ترمذی - مسلم)

” میری امت کے فقراء مالداروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہونگے

اور ایک دوسری حدیث میں چالیس سال آیا ہے۔

اور حق تعالیٰ نے قارون کے قصہ میں فرمایا ہے کہ :



فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا لِيَلْبَسُوا مَا آتَيْنَا قَارُونَ  
 إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيَلْتَمِسُونَ ثَوَابَ اللَّهِ خَيْرٌ لَكُمْ مِمَّا كَفَرْتُمْ وَلَا يَلْقَاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ

” قارون نکلا اپنی قوم پر آرائش میں، کہنے لگے وہ لوگ جو دنیاوی زندگی کے

مالک تھے کہ اے کاش! ہم کو بھی ملا ہوتا جیسا قارون کو ملا ہے۔ بیشک وہ بڑا

صاحب نصیب ہے اور کہا ان لوگوں نے جن کو علم عطا کیا گیا تھا کہ والے تم پر!

اللہ کا ثواب بہتر ہے اُس کے لیے جو ایمان لایا اور نیک اعمال کیے۔ اور یہ

بات انہی کے دل میں ڈالی جاتی ہے جو صبر کرنے والے ہیں۔“ (پ ۶، ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے زہد کی نسبت علماء کی طرف فرمائی ہے اور زاہدوں کو وصفِ علم

سے ممتاز فرمایا ہے اور یہ انتہائی تعریف ہے۔

اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ :

أُولَئِكَ يُكْفَلُونَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا - (پ ۶، ۹)

” یہی ہیں جن کو ان کا اجر دہرا دیا جائے گا۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا۔“

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ

كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا فِي الْآخِرَةِ

مِنْ نَصِيبٍ - (پ ۶، ۴)

” جو شخص طالب ہو آخرت کی کھیتی کا، بڑھا دیں گے ہم اُس کے لیے اُس کھیتی

میں۔ اور جو طالب ہو دنیا کی کھیتی کا ہم اس کو دے دیں گے کچھ اس میں سے

اور اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔“

اور جانا چاہیے کہ دنیا کی محبت مہلکات میں سے ہے اور دنیا کا بعض نجات

دینے والے امور میں سے ہے اور یہی معنی ہیں زہد کے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں کہ :

مَنْ أَصْبَحَ وَهَوَّاهُ الدُّنْيَا شَتَّتَ اللَّهُ عَلَيْهِ أَمْرَهُ وَفَرَّقَ

عَلَيْهِ ضَيَعَتْهُ وَجَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا  
إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ وَمَنْ أَصْبَحَ وَهَمَّهُ الْآخِرَةُ حَجَّعَ اللَّهُ لَهُ هَمَّهُ  
وَحَفِظَ عَلَيْهِ ضَيَعَتْهُ وَجَعَلَ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَأَمَّتْ الدُّنْيَا  
وَهِيَ تَرَاغُمَةٌ - (احیاء - ابن ماجہ و ترمذی)

” جو شخص صبح کو اس حال میں اٹھتا ہے کہ اُسے دنیا کا فکر لگا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ  
اس کے کام کو پراگندہ کر دیتا ہے۔ اور اُس کے روزگار اور پیشہ کو تباہ کر  
دیتا ہے اور افلاس و احتیاج سے اس کو دوچار کر دیتا ہے اور پھر بھی دنیا  
میں سے اس سے زائد تو اُسے ملنے کا نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس کے  
لیے مقرر کیا ہے اور جو شخص اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کو آخرت ہی کا  
خیال اور فکر دامنگیر اور پیش نظر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مشکلات  
کو آسان کر دیتا ہے اور اس کے روزگار و پیشہ کی حفاظت کرتا ہے! اور  
اس کے قلب کو غمی بنا دیتا ہے۔ اور دنیا بھی خوار ہو کر اس کے پاس کھنچی  
چلی آتی ہے۔“

## توکل کے بیان میں

اللہ تعالیٰ توکل کی مدح میں فرماتا ہے کہ :  
وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ - (پک ۸ ع ۸)  
” اگر تم مومن ہو تو اللہ ہی پر توکل کرو “  
اور فرمایا کہ :

عَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ - (پک ۱۳ ع ۱۳)  
” اللہ ہی پر توکل کریں توکل کرنے والے۔“

اور فرمایا ہے کہ :  
وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ - (پک ۱۴ ع ۱۴)

” جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ ہی اس کو کافی ہے۔“

اور حق تعالیٰ جل و علا فرماتا ہے کہ :

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ - (پک ۸۴)

” اللہ تعالیٰ توکل رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“

اور اس مقام و مرتبے کو بہت ہی بڑا سمجھنا چاہیے کہ جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ

اس مقام والے سے محبت کرتا ہے اور اس کی بہت ذمیت کا کفیل اور ضامن ہوا ہے۔

پس جس شخص کا اللہ تعالیٰ محب اور کفیل اور رعایت رکھنے والا ہو تو وہ نہایت

بڑی کامیابی کو پہنچا ہوا ہے۔ اس لیے کہ محبوب کو نہ عذاب دیا جاتا ہے اور نہ اس

کی دُوری گوارا کی جاسکتی ہے۔ اور نہ اس سے پردہ کیا جاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :

” أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدًا -“ (پک ۱۴)

” کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں ہے ؟“

پس جو شخص غیر خدا سے کفایت و کفالت کا طالب ہے۔ تو وہ توکل کا تارک

ہے اور اس آیت مبارکہ کو جھٹلا رہا ہے۔

حضرت ابن مسعود کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہے کہ :

أمرت الأمم في المؤمن فرأيت أمتي قد ملأوا السهل والجبل فاعجبني

كثرتهم وهياتهم فقل أرضيت قلت لعمري قتل ومع هؤلاء سبعون ألفاً

قد خلون الجنة بغير حساب قيل : من هم يا رسول الله ؟ قال الذين لا يكتوبون

ولا يتطيرون ولا يسترئون وعلى رأتهم تسوكون فقام عكاشة وقال :

يا رسول الله ادع الله أن يجعلني منهم فقال رسول الله صلى الله

عليه وسلم : اللهم اجعله منهم فقام آخر فقال : يا رسول الله

ادع الله أن يجعلني منهم فقال صلى الله عليه وسلم :

سَبَقَكَ بِهَا كَاشَةً - (احیاء ابن مینع و شیخینے)

” میں نے سب امتوں کو جبکہ وہ جمع کی گئی تھیں دیکھا (شب معراج میں) اور اپنی امت کو میں نے اس کثرت میں پایا کہ اس نے پہاڑوں اور میدانوں کو بھر لیا تھا۔ مجھے ان کی کثرت (بہتات) اور ہیبت پسند آئی۔ پس مجھے کہا گیا کہ کیا راضی ہو گئے؟“ میں نے کہا ”ہاں“ کہا گیا کہ ان کے ساتھ ستر ہزار اور بھی جنت میں بغیر حساب کتاب داخل ہوں گے۔ حضورؐ سے عرض کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہؐ؟ حضورؐ نے فرمایا، ”وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگاتے، اور بدفالی نہیں لیتے، اور گندے اور جھاڑ وغیرہ نہیں کرتے۔ پس اپنے پروردگار ہی پر توکل کرتے ہیں۔“ عکاشہ کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہؐ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس جماعت میں کر دے (جو بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ ”یا اللہ اس کو ان میں سے کر دے۔“ پھر ایک دوسرے شخص نے اٹھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میرے لیے بھی دعا فرمائیے تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے اس معاملہ میں عکاشہ سبقت لے گئے۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

لَوْ اَنَّكُمْ تَشْرَكُونَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلًا لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الْغُلَامَ تَحْتُ وُجْهِ امَّا وَ تَرَوْحُ بَطَانًا - (احیاء - ترمذی و ماہم)

”اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ جیسا کہ حق ہے توکل کا، تو تمہیں بھی اسی طرح سے رزق دیا جائے جیسا کہ پرندوں کو دیا جاتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے اٹھتے ہیں اور شام ہوتی ہے تو سیر سو کر لوٹتے ہیں۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

مَنْ انْقَطَعَ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ كَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالَى كُلَّ مَوْجِدَةٍ وَ

رَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ لُقِطَ إِلَى الدُّنْيَا وَكَلَهَا

اللَّهُ إِلَيْهَا - (احیاء - طبرانی وغیرہ)

” جو شخص سارے علاقے توڑ کر اللہ ہی کا مولیٰ ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب اسباب معیشت اور تکالیف کے لیے کافی ہوگا اور اس کو وہاں سے رزق پہنچائیگا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا اور جو شخص سب باتوں کو چھوڑ کر دنیا ہی کا ہو گیا تو اللہ اس کو دنیا ہی کی طرف سوپ دیتا ہے۔“

## محبتِ الہی کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ محبتِ الہی ہی مقاماتِ عالیہ کا منتہا ہے عروج اور درجاتِ فیض کا انتہائی بلند پایہ ہے۔ مقامِ محبت تک رسائی کے بعد جو مقامات آتے ہیں وہ سب اس کے تابع اور اس کے مشر ہوتے ہیں مثلاً شوق، انس، رضا اور ان جیسے اور۔ اور محبت سے قبل جو مقامات ہیں وہ بھی مقامِ محبت کے مقدمات ہوتے ہیں

مثلاً توبہ، صبر، زہد اور ان جیسے اور۔“

بعض علماء نے محبت کے یہ معنی کہے ہیں کہ ” اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر موافقت اور ہمیشگی کرنا ہی محبت ہے۔“ حقیقتاً محبت کا حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ پایا جانا تو محال ہے اس لیے کہ وہ تو ہم جنس اور مثال سے ہو سکتی ہے۔

اس پردہ کا اٹھانا ضروری ہے۔ اس لیے کہ اُمتِ مرحومہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنا فرض ہے۔ بھلا جس چیز کا سرے سے وجود نہ ہو اس کو اُمت پر کیونکر فرض کیا جاتا ہے۔ اور محبت کے معنی طاعت کہنا بھی ٹھیک نہیں، اس لیے کہ طاعت تو محبت کا ثمرہ اور اس کی تابع ہے۔ اس لیے ضرور ہے کہ محبت طاعت سے پہلے پائی جائے اور اصل میں بھی یہی ہے کہ پہلے محبت ہوتی ہے اس کے بعد طاعت کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اثباتِ محبت پر آیات اور احادیث ذیل دلالت کرتی ہیں، (مومنین کی شان میں

یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ :

يَجْتَبَاهُمْ وَيُجْتَبَاؤُهُ (پ ۱۲)

” اللہ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔“

اور دوسری آیت میں ہے کہ :

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (پ ۴)

” جو لوگ ایمان والے ہیں ان کو اللہ کی محبت بہت زیادہ ہے۔“

یہ آیت کریمہ اثبات محبت پر بھی دلالت کرتی ہے اور اس بات پر بھی کہ محبت کے درجوں میں تفاوت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی محبت کو شرط ایمان میں سے گردانا ہے۔ چنانچہ ابو زرین عقیلی نے جب کہا کہ :

يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِيْمَانُ قَالَ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ

إِلَيْكَ مِمَّا سِوَاهُمَا. (احیاء - احمد)

” یا رسول اللہ! ایمان کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تمہیں

اللہ اور اس کے رسولؐ کو سوائے زیادہ محبوب ہوں۔“

اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ :

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ

مِمَّا سِوَاهُمَا. (احیاء - متفق علیہ)

” تم میں سے کوئی مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اللہ اور اس کے رسول

کے ساتھ ان کے سوائے زیادہ محبت نہ رکھے۔“

اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ :

لَا يُؤْمِنُ الْعَبْدُ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ

وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ وَفِي رِوَايَةٍ وَ مِنْ نَفْسِهِ. (احیاء متفق علیہ)

” کوئی بندہ کمالیت ایمان کا درجہ نہیں پاسکتا جب تک کہ مجھ سے اسے اپنے

اہل و عیال اور اپنے مال اور سب لوگوں سے زیادہ محبت نہ ہو۔ ایک روایت

میں ہے کہ اپنے نفس سے بھی زیادہ۔“

بھلا کیونکر نہ ہو اس لیے کہ حق تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ :

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ (پ ۹۶)

” کہہ دیجئے (اے حبیب) کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی

اور تمہاری بیویاں اور تمہاری برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری

جس کے مندا پر جانے کا خوف کرتے ہو اور جو یلیاں جن کو تم پسند کرتے ہو۔ تم

کو زیادہ عزیز ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی اہم جہاد کرنے سے تو منظر

رمو تا کہ بھیجے اللہ اپنا حکم اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں کرتا۔“

اور یہ کلام مقام تہدید و ملائمت میں کہا گیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی محبت

کا امر فرمایا ہے کہ :

أَحَبُّوْا لِلّٰهِ لِمَا لَيْغِزُكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ وَ أَحَبُّوْا لِي لِحُبِّ اللّٰهِ أَيَّامِي - (احیاء ترمذی)

” خدا سے محبت رکھو اس لیے کہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں میں سے کہلاتا ہے اور مجھ سے

بھی محبت رکھو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی مجھ سے محبت ہے۔“

روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ :

يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَحْبَبْتُكَ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعِدِّ

لِلْفَقْرِ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ اللّٰهَ تَعَالَى فَقَالَ اسْتَعِدِّ لِلْبَلَاءِ - (احیاء ترمذی)

” یا رسول اللہ میں آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ فقر کے لیے

تیار ہو جاؤ پھر اس نے کہا کہ میں اللہ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ

تو پھر مصیبت اور بلا کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے مصعب بن عمیر کو سامنے

آتے ہوئے دیکھا، ان پر ایک دُنْبے کی کھال تھی جس کو انہوں نے اوڑھ کر اپنی کمر پر

باندھ لیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :

انظروا لی ہذا الرَّجُلُ الَّذِي نَسَوَا اللّٰهَ قَلْبُهُ لَقَدْ سَأَيْتُ

بَيْنَ الْبُؤْسِ لِعَدُوِّهَا بِأَطْيَبِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ فَدَعَا  
 حُبُّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى مَا تَرْضَوْنَ - (احیاء - ابو نعیم)  
 ” اس شخص کو دیکھو جس کے دل کو خداوند تعالیٰ نے منور و روشن کر دیا ہے  
 میں نے اس کو اس کے والدین کے پاس دیکھا تھا۔ وہ اسے نہایت اچھا  
 کھانا پینا دیتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسول کی محبت نے اسے  
 اس حد تک پہنچا دیا ہے جسے تم دیکھ رہے ہو۔“  
 ایک مشہور حدیث میں ہے کہ :

إِنَّ ابْنَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِمَلِكِ الْمَوْتِ إِذْ جَاءَهُ لِقَبْضِ  
 رُوحِهِ، هَلْ رَأَيْتَ خَلِيلًا يُبَيِّتُ خَلِيلَهُ، فَأَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَيْهِ  
 هَلْ رَأَيْتَ مُحِبًّا يُكْرَهُ لِقَاعَ جَيْبِهِ، فَقَالَ يَا مَلِكُ الْمَوْتِ أَلَا تَرَى  
 فَأَقْبِضْ - (احیاء)

” حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب ملک الموت روح قبض کرنے کے  
 آیا تو آپ نے کہا کہ کیا کوئی خلیل (دوست) اپنے خلیل کو مارتا ہے! اللہ تعالیٰ  
 نے ان پر وحی کی کہ کیا کوئی محب اپنے جیب کے دیدار کو مکروہ (ناپسند) جانتا  
 ہے اور اس سے پہلو تہی کرتا ہے؟ تب حضرت خلیل نے کہا کہ اے ملک الموت  
 اب میری روح قبض کر لے۔“

اور ایسے جذبہ کو اپنے دل میں کوئی نہیں پاسکتا مگر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی محبت  
 اپنے قلب کی گہرائیوں تک پاتا ہو۔ تو وہ جب یہ جان لیتا ہے کہ موت دیدار اور لقا کا  
 سبب ہے۔ تو اس کا دل موت کے لیے اچھل پڑتا ہے اور موت کے علاوہ کوئی چیز  
 اس کی محبوب نہیں رہتی تاکہ اس کی طرف التفات کرے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :

اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ أَحَبَّكَ وَحُبَّ مَا يُقَرِّبُنِي إِلَيْكَ  
 حُبَّكَ - (احیاء)



» یا اللہ مجھے اپنی محبت اور اس شخص کی محبت جو تم سے محبت کرتا ہے اور ان چیزوں کی محبت جو تمہاری محبت کو قریب کر سکیں نصیب فرما۔“

ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض

کیا کہ :

يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا قَالَتْ لَهَا قَالَتْ مَا أَعْدَدْتُ  
لَهَا كَثِيرٌ صَلَاةٍ وَلَا صِيَامٍ إِلَّا إِنِّي أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَالَ لَهُ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ تَدْمَعْ مِنْ أَحَبِّتَهُ - (احیاء تنقیح علی)

» یا رسول اللہ قیامت کب ہوگی؟ حضور نے فرمایا کہ تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے۔“ اس نے کہا۔ ”میں نے اس کے لیے کوئی زیادہ نماز اور روزے کی تو تیاری کی نہیں البتہ آنا ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہوگا۔“

حضرت انس کہتے ہیں کہ مسلمان اس بشارت سے اس قدر خوش ہوئے کہ اسلام کے بعد اور کسی چیز سے اتنے خوش نہ ہوئے تھے۔

جاننا چاہیے کہ جو شخص غیر اللہ سے محبت کرتا ہے لیکن لوجہ اللہ نہیں بلکہ اسی غیر کو محبت میں مقصود بالذات سمجھا ہوا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں قصور اور جہالت کا سبب ہے۔ خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا کیا کہنا ہے اس لیے کہ حضور کی محبت تو عین محبت الہی ہے۔ اسی طرح علماء اور پرہیزگاروں کی محبت ہے اس لیے کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے۔ ”حقیقت میں یہ ساری محبتیں اسی اصل یعنی محبت الہی کی طرف لڑتی ہیں۔“

(رضا) جاننا چاہیے کہ رضا محبت کے نتائج میں سے اور مقربین کے اعلیٰ مقامات میں سے ہے۔ اور اس کی حقیقت اکثر لوگوں پر پوشیدہ ہے۔ اور اس بحث میں جو شبہ اور وہم پڑتے ہیں وہ اس شخص کے علاوہ جس کو اللہ تعالیٰ نے

تاویل کا علم دیا اور دین میں فہم و تقابہت کا درجہ عطا کیا ہو کسی اور پر نہیں کھلتے۔  
چنانچہ منکرین نے تو اس کا صاف انکار کر دیا ہے کہ جو بات خواہش کے مخالف  
ہو۔ اس پر رضا کا تصور ہی کیونکر کیا جاسکتا ہے۔

## رضاکے فضیلت کے بیان میں

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (پ ۲۴)

”اللہ ان سے راضی رہیگا اور وہ اللہ سے راضی۔“

اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ :

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ (پ ۱۳۴)

”کیا؟ بھلائی کا بدلہ احسان (بھلائی) کے سوا کچھ اور ہے؟“

اور احسان کی منتہا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے راضی ہو جائے اور

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے سے رضا مند ہونا یہی بندے کے (اللہ سے) راضی ہونے کا  
بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔

چنانچہ ارشاد الہی ہے کہ :

مَسَاكِينٌ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ

”جنت میں عمدہ مکانات ہیں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے اور

اللہ کی رضا مندی ان سب سے بڑی ہے۔“ (پ ۱۵۴)

اس میں دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے رضا کا درجہ جناتِ عدن سے بھی بڑھا دیا ہے۔ اور

حدیث میں ہے کہ :

إِنَّ اللَّهَ يَتَجَلَّى لِمُؤْمِنِينَ فَيَقُولُ سَلُونِي فَيَقُولُونَ رَضَاكَ

”حق سبحانہ و تعالیٰ مومنین کو اپنا جلوہ دکھائے گا پھر فرمائے گا کہ مجھ سے مانگو۔

وہ کہیں گے کہ تمہاری رضا مانگتے ہیں۔“ (احیاء - ہزار دہبرائی)

دیدار کے بعد رضا کا سوال کرنا رضا کی بہت بڑی فضیلت ثابت کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ :

يُدْعَى إِلَى الْجَنَّةِ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يَحْمَدُونَ اللَّهَ تَعَالَى عَلَى كُلِّ حَالٍ (عوارف)

” وہ لوگ جو سب سے پہلے قیامت کے دن جنت میں بلائے جائیں گے وہ ہونگے

جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے رہے ہونگے۔“ (عوارف)

عبدالغزیز بن ابی رواد کہتے ہیں کہ ”جو کی روٹی اور سرکہ کھانے اور اونی کپڑے پہننے

میں کیا شان ہے؟ اصل شان یہ ہے کہ اللہ جل و علا سے (ہر حال میں) راضی ہا جائے۔“

اور حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ”میں ایک انگارے کو منہ میں ڈالوں

اور چاٹوں اور وہ مجھے جلادے جتنا بھی جلادے تو یہ بات مجھے بہ نسبت اس کے بہت

پسند ہوگی کہ میں کسی چیز کو موجود ہو یہ کہوں کہ کاش! یہ نہ ہوتی اور جو چیز نہ ہو اس کے لیے کہوں کہ کاش! یہ ہوتی۔“

یہاں پر یہ بحث بھی سمجھ لینی چاہیے کہ دعا رضا کے مخالف نہیں اور دعا کرنے والا

مقام رضا سے خارج نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح سے گناہوں سے کراہت اور گنہگاروں

اور اسباب معصیت سے بغض و عداوت اور اسر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعہ

گناہوں کے زائل کرنے کی کوشش کرنا رضا کے مخالف نہیں۔

اسی مسئلہ میں بعض یہود سے دہوکے میں پڑے ہوئے غلطی کر بیٹھے ہیں۔ ان کا

خیال ہے کہ کفر اور فسق و فجور سب اللہ تعالیٰ کے تضاد قدر رہی سے ہوتے ہیں تو ان پر

بھی رضا واجب ہے لیکن دراصل یہ شریعت کے اسرار سے غفلت اور تاویل سے

جہالت کا نتیجہ ہے۔ اب ان دونوں باتوں کو سمجھ لو۔

دعا جس کا ذکر ہوا۔ یہ تو ہمارے لیے عبادت بنائی گئی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کی دعاؤں کی کثرت اس بات پر

صاف دلالت کر رہی ہے۔ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقاماتِ رضا میں سب

سے بلند درجہ رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بندوں کی اس طرح تعریف فرمائی

ہے کہ:

يَذْعُوْنَ نَارًا عَبَا وَّ سَرَّهَبًا . (پ ۶۴)

” وہ ہم سے ڈر اور رغبت سے دعائیں مانگتے ہیں۔“

اور دوسری بات یعنی گناہوں کی کراہت اور ان پر نہ راضی ہونا ان کو بھی حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے عبادت بنا دیا ہے اور ان باتوں پر رضا مند ہونے کی مذمت فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ:

وَسَرُّنُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأْنَنُوا بِهَا (پ ۶۴)

” بیشک جو امید نہیں رکھتے ہم سے ملنے کی اور راضی ہو گئے دنیاوی زندگی پر اور اسی میں جی لگا بیٹھے۔“

(آخر میں فرماتے ہیں) کہ ”ایسوں کا آگ میں ٹھکانا ہے“ اور ارشاد ہے کہ:

رَضُوا بِأَنْ يَّكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ۔ (پ ۱۸۴)

وہ راضی ہوئے کہ رہ جائیں پیچھے

رہنے والوں کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے پس وہ نہیں جانتے۔“

اور ایک مشہور حدیث میں ہے کہ:

مَنْ شَهِدَ مُنْكَرًا فَرَضِيًّا بِهِ فَكَأَنَّهُ قَدْ فَعَلَهُ (احیاء)

” جو شخص کسی بُرے کام پر حاضر ہوا اور اس سے راضی ہوا تو گویا اس نے خود وہ کام کیا۔“

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

” الدَّالُّ عَلَى الشَّرِّ كَفَاعِلُهُ (احیاء - دیلمی)

” برائی کی طرف رہنمائی کرنے والا برائی کرنے والے کی طرح ہے۔“

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ ہندہ منکر (برائی) سے غائب بھی رہتا ہے مگر اس پر برائی کرنے والے کی طرح برائی لکھی جاتی ہے۔ لوگوں نے کہا یہ کس طرح ہو

سکتا ہے۔ آپ نے کہا کہ یہ اس صورت میں ہے کہ اس برائی کی جب خبر اُسے پہنچے تو وہ اس پر راضی ہو جائے۔

ایک حدیث میں ہے کہ :

لَوْ أَنَّ عَبْدًا قَتَلَ بِالشَّرْقِ وَمَرْضَى بِقَتْلِهِ أَخْرَبَ بِالْمَغْرِبِ كَانَ شَرِيكًا فِي قَتْلِهِ - (احیاء)

» اگر ایک شخص مشرق میں قتل کیا جائے اور دوسرا مغرب میں اس کے قتل پر راضی ہو تو وہ بھی اس کے قتل میں شریک سمجھا جائے گا۔

باقی رہا کفار اور فجار سے بغض و عداوت اور ان کو ملامت کرنا، تو اس بارہ میں اس قدر نصیحتیں داروہمچکے ہیں جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ ارشاد الہی ہے کہ :

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۰﴾  
» مسلمانوں کو چاہیے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔ (پ ۱۱۰)

اور ارشاد ہے کہ :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ﴿۱۱۱﴾  
» اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ۔ (پ ۱۱۱)

اور ارشاد ہے کہ :

وَكَذَٰلِكَ نُبَيِّنُ لِكَافِرِينَ لِبَعْضِ الْمُنَافِقِينَ لِيُكْسِبُوا وَيَسْئَلُوا ﴿۱۱۲﴾  
» اسی طرح ہم ساتھ ملائیں گے بعض گنہگاروں کو بعض سے بہ سبب ان کے اعمال کے۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ :

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ أَخَذَ الْمِيثَاقَ عَلَىٰ كُلِّ مُؤْمِنٍ أَنْ يَبْغِضَ كُلَّ مُنَافِقٍ وَعَلَىٰ كُلِّ مُنَافِقٍ أَنْ يَبْغِضَ كُلَّ مُؤْمِنٍ - (احیاء)

» اللہ تعالیٰ نے ہر ایک مسلمان سے (ازل میں) یہ عہد لیا ہے کہ ہر ایک منافق سے بغض رکھے اور ہر ایک منافق سے عہد لیا ہے کہ ہر ایک مسلمان سے بغض رکھے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

أَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ . (متفق علیہ)

” آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کی محبت ہوگی۔“

اور فرماتے ہیں کہ :

مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا كَرِهَ مَا كَرِهُوا وَ كَرِهُوا مَا كَرِهُوا . (احیاء - طبرانی)

” جو شخص کسی قوم سے محبت اور دوستی رکھتا ہے قیامت کے دن انہیں کے ساتھ

اس کا شتر ہوگا۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

أَوْلَىٰ عُرَى الْأَيْمَانِ الْكُفْبُ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ . (احیاء - احمد)

” ایمان کا سب سے زیادہ مضبوط اور محکم دستاویز اللہ ہی کے لیے محبت اور اللہ ہی

کے لیے بغض رکھنا ہے۔“

یہاں پر اگر یہ سوال کیا جائے کہ آیات اور احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قضائے الہی پر راضی ہونا چاہیے۔ اگر تم کہو کہ معاصی قضائے الہی سے نہیں تو یہ تو محال ہے اور اگر کہو کہ قضائے الہی سے ہیں (چنانچہ واقع میں بھی ایسا ہی ہے) تو پھر ان سے کراہت اور ان کو برا جاننا یہ تو خود قضائے الہی سے کراہت اور دشمنی ہے تو ان دونوں باتوں کے جمع کرنے کی کیا صورت ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ باتیں واقعی ان لوگوں پر جو اسرارِ علوم کے سمجھنے سے قاصر اور عاجز ہیں۔ ملتبس اور پھیدہ ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ایک جماعت پر جب یہ صورت ملتبس ہوئی تو انہوں نے خاموشی کو مقاماتِ رضا میں سے ایک مقام سمجھ لیا اور انہوں نے اس کا نام حسنِ خلق رکھا حالانکہ یہ سراسر جہالت ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ رضا اور کراہت واقعی ضد اور مخالفت ہیں لیکن اس صورت میں جبکہ ایک ہی چیز پر ایک ہی جہت اور ایک ہی حیثیت سے وارد ہوں لیکن اگر ایک چیز پر دو جہت اور دو حیثیتوں سے جمع ہو جائیں تو پھر نہ ضدیت ہے اور نہ مخالفت۔ ہو سکتا ہے کہ ایک ہی چیز کو ایک حیثیت

سے تم اُسے بُرا جانو اور دوسری حیثیت سے اس کو پسند کرو مثلاً تمہارا دشمن مر جائے اور وہ تمہارے دوسرے دشمنوں کا بھی دشمن ہو اور ان کے قتل کے درپے ہو۔ اس صورت میں اس دشمن کی موت کو تم بُرا بھی جانتے ہو اس لیے کہ تمہارے دشمنوں کا دشمن مر گیا اور پسند بھی کرتے ہو۔ اس حیثیت سے کہ وہ تمہارا بھی تو دشمن تھا۔

اسی طرح سے معصیت کی بھی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک حیثیت بہ نسبت خداوند تعالیٰ کے ہے کہ یہ معصیت اس کے حکم، اس کے ارادہ اور اختیار سے ہے تو اس صورت میں اسے پسند کیا جائیگا کہ ملک مالک الملک کو سونپ دیا جاتا ہے۔

اور دوسری حیثیت بہ نسبت بندے کے ہے کہ اسی بندہ نے اس کا کسب کیا ہے اور یہ اسی کی وصف ہو چکی ہے اور یہ علامت ہے اس بات کی کہ یہ بندہ اللہ کا ناپسندیدہ اور مبغوض ہے کہ اس پر دُوری کے اسباب کو مسلط کر دیا ہے تو اس حیثیت سے یہی معصیت منکر اور بری ہو جاتی ہے۔  
حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

## اخلاص

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ  
” اور نہیں حکم کیے گئے تھے مگر اس کا کہ اللہ کی عبادت کریں، اس طرح پر کہ خالص رکھیں اسی کے لیے عبادت کو (سب سے) (پک ۴۲۳)

اور ارشاد ہے کہ:

” أَلِلَّهِ الدِّينِ الْخَالِصُ ” (پک ۱۵۶)  
” خبردار ہو جاؤ کہ اللہ ہی کے لیے خالص عبادت ہے۔“

اور ارشاد ہے کہ:

” أَلَا الَّذِينَ تَأْتِبُوا دَا صَلْحًا وَأَعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ ”  
” مگر جنہوں نے توبہ کر لی اور اپنی حالت سنواری اور مضبوط پکڑ لیا اللہ کو اور خالص کر لیا اپنا دین اللہ کے لیے تو وہ ایمان والوں کے ساتھ ہوں گے۔“ (پک ۱۸۴)

اور ارشاد ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ

رَبِّهِ أَحَدًا (آیہ ۳۶)

” پس جو شخص اپنے رب سے ملنے کی امید رکھے تو چاہیے کہ نیک عمل کرے اور

نہ شریک کرے اپنے رب کی عبادت میں کسی دوسرے کو۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

ثَلَاثٌ لَا يَغُتُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ رَجُلٍ مُسْلِمٍ إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلَّهِ تَعَالَى  
” تین چیزیں ایسی ہیں کہ کسی مسلمان کا دل ان کی وجہ سے کھوٹ میں نہیں پڑتا

ان میں سے ایک اللہ کے لیے اخلاص کے ساتھ عمل کرنا ہے۔“ (احیاء توندی)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ:

يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى الْإِخْلَاصُ سِرٌّ مِنْ سِرِّي أَسْتَوْدِعُهُ قَلْبَ

مَنْ أَحْبَبْتُمْ مِنْ عِبَادِي۔ (احیاء - احمد وغیرہ)

” حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اخلاص میرے اسرار میں سے ایک سر ہے۔ اس کو میں نے

امانت رکھا ہے اس شخص کے قلب میں جس کو میں اپنے بندوں میں سے پسند رکھتا ہوں اور محبت کرتا ہوں۔“

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”تم قلت عمل سے نمکین نہ ہو بلکہ

قبولیت کا اتہام کرو۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو فرمایا تھا کہ

أَخْلِصِ الْعَمَلَ يُجْزِكَ مِنْهُ الْقَلِيلُ (احیاء - ویلی)

” عمل میں اخلاص پیدا کرو تو پھر تمہیں تصوراً عمل بھی کافی ہو گا۔“

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

مَا مِنْ عَبْدٍ يَخْلِصُ لِلَّهِ الْعَمَلَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا إِلَّا ظَهَرَتْ

يَنَابِيعُ الْحِكْمَةِ مِنْ تَلْبِذِ عَلَى لِسَانِهِ۔ (احیاء - ابن عدی وغیرہ)

” جو شخص چالیس دن اللہ کے لیے اخلاص سے عمل کرے تو حکمت کے چشمے

اس کے قلب سے زبان پر پھوٹ پڑیں گے۔“



میں نے ابتداء کتاب میں ذکر کیا تھا کہ اخلاص عمل کا روح ہے پس جس طرح سے کہ جسم بغیر روح کے بیکار ہے۔ اسی طرح عمل بغیر اخلاص کے بھی کوئی نفع نہیں بخشتا۔ فرمایا ہے کہ اخلاص نہایت مشکل ہے مگر جس کے لیے کہ خداوند تعالیٰ آسان فرمادے۔ بہت سے اعمال ایسے ہیں کہ انسان ان میں بہت تکلیف اور بڑی مشقت اٹھاتا ہے اور اس کا گمان یہ ہوتا ہے کہ یہ خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اور اسی کی وجہ سے وہ دھوکے میں پڑ جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس میں جو آفت اور نقصان ہے اس کو نہیں دیکھتا جس طرح کہ ایک بزرگ کی حکایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے تیس برس کی نماز جس کو میں نے مسجد میں اور پہلی صفت میں پڑھا تھا، قضا کر لی (لوٹالی) اس لیے کہ ایک دن کسی عذر کی وجہ سے مجھے دیر ہو گئی اور دوسری صفت میں مجھے نماز پڑھنی پڑی۔ تو مجھے بڑی خجالت ہوئی کہ لوگوں نے آج مجھے دوسری صفت میں دیکھا ہے جب جا کے میں سمجھا کہ پہلی صفت میں لوگوں کا دیکھنا ہی میری مسرت اور میرے قلب کے استراحت کا سبب تھا اور اس بات کو میں آجتک نہ سمجھا کہ اس میں اخلاص نہیں۔

اور یہ بات نہایت باریک اور پوشیدہ ہے بہت ہی کم اعمال ان جیسی صورتوں سے بچتے ہوں گے اور بہت ہی کم وہ لوگ ہوں گے جو اس بات کی تہ کو پہنچ کر اطلاع پاتے ہوں گے۔ ہاں جن کو اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور جو اس سے غافل ہیں وہ اپنی ساری بھلائیوں کو قیامت کے دن برائیوں کی صورت میں دیکھیں گے۔ اور انہی لوگوں کی طرف حق تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ ہے کہ :

وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا۔ (پک ۲۴، ۳۴)

”اور ان کو ظاہر ہوا کہ اللہ کی طرف سے جس کا ان کو گمان ہی نہ تھا اور ان پر کھل جائیں گی برائیاں ان اعمال کی جو انہوں نے کیے تھے۔“  
اور اس ارشاد میں کہ :

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيدهُمْ فِي  
 الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا (۳۴)  
 دو کہدو کیا تم تمکو ایسے لوگ بتلاؤں جو اعمال کے اعتبار سے بڑے گھاٹے میں ہیں۔  
 یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش گئی گزری دنیا کی زندگی میں ہے۔ اور وہ سمجھتے  
 ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔“

اور ساری مخلوق میں سے زیادہ اس فتنے میں علماء مبتلا ہوتے ہیں اس  
 لیے کہ اکثر علماء کی اشاعت علم کا سبب اپنے غلبہ و برتری کی خواہش، اور لوگوں کو تابع فرمان  
 بنانے اور تعریف و توصیف کی خوش کن خبروں کے سننے کی خوشی ہی ہوتی ہے اور شیطان ان  
 پر اس بات کو ملتبس اور پوشیدہ کر دیتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ تمہاری غرض تو محض دین  
 الہی کی اشاعت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی حفاظت ہی ہے۔ تم اکثر واعظوں  
 کو دیکھو گے کہ وہ لوگوں کو پسند و نصیحت کہنے اور سلاطین کے سامنے وعظ کرنے کے سبب  
 اللہ تعالیٰ پر احسان جتلاتے ہوں گے اور آپ اپنی طرف لوگوں کے متوجہ ہونے اور اپنی بات  
 کے قبول کرنے سے خوش ہو رہے ہوں گے۔

لیکن اس کے ساتھ پھر دعویٰ یہ ہوگا کہ ان کی خوشی اور فرحت فقط اس سبب سے ہے  
 کہ اس میں دین کی نصرت ہے۔

لیکن اگر ان کے اقران و امثال میں سے کوئی ان سے بھی اچھا واعظ پیدا ہو گیا اور  
 لوگوں نے اسی کی طرف رخ کر لیا تو یہ بات آپ کو بہت بُری معلوم ہوگی اور سخت غمگین  
 ہو جائیں گے۔ حالانکہ اگر ان کے وعظ کا سبب محض دین ہی دین ہوتا تو حق سبحانہ و تعالیٰ  
 کا شکر بجالتے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مہم کے لیے دوسرے کو بھیجا اور ہمیں فراغت ہو گئی۔  
 لیکن پھر بھی شیطان ان کو نہیں چھوڑتا اور کہتا ہے کہ تمہیں یہ غم تو یوں ہو رہا ہے کہ وہ  
 ثواب تم سے منقطع ہو گیا۔ اس وجہ سے تھوڑا ہی غم ہے کہ لوگ تجھ سے پھر گئے اور  
 دوسرے کے لیے بلکہ یہ اس وجہ سے ہے کہ اگر تمہارے وعظ سے نصیحت لیتے اور  
 بہرہ یاب ہوتے تو اس کا ثواب تمہیں ہی پہنچتا۔ اور ثواب کے منقطع ہو جانے سے

جو تمہیں غم سو رہا ہے یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ بیچارہ اس بات کو نہیں جانتا کہ حق اور امر الہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہی افضل ہے اسی میں ثواب زیادہ ہے اور یہی آخرت میں فائدہ مند ہے بہ نسبت اس کے کہ تم کیسے ہی ہوتے۔

اور سنیئے! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خلافت قبول کرنے سے اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مغموم ہوتے تو تم ہی کہو کہ ان کا یہ غم اچھا ہوتا یا بُرا؟ ہر ایک دیندار شخص بغیر شک و شبہ کے کہہ دے گا۔ کہ اگر ایسا ہوتا تو واقعی یہ صورت بُری ہوتی۔ اس لیے کہ ان کے لیے حق کی اطاعت اور یہ منصب ایسے شخص کو سونپ دینا جو ان سے زیادہ صالح اور لائق تھے دین میں زیادہ فائدہ مند تھا بہ نسبت اس کے کہ خود مصالح مخلوق کے کفیل بنتے۔ اگرچہ اس صورت میں ثواب بھی بہت تھا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت خوش ہوئے کہ اس منصب پر ایسا شخص فائز ہوا ہے جو ان سے اس بارہ میں زیادہ بہتر اور مستحق ہے۔ پس آخر کیا وجہ ہے کہ علماء ان حبیبی باتوں سے خوش نہیں ہوتے۔

## سچائی کے بیان میں

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

رَجُلٌ صَدَقَ قَوْلًا مَا عَاهَدُوا وَاللَّهُ عَلَيْهِ (پا ع ۱۹)

» (صحابہ) ایسے لوگ ہیں کہ سچ کر دکھایا جس بات پر انہوں نے اللہ سے عہد

کیا تھا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

الَّذِي يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَالْبِرُّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ

لَيَكْذِبُ حَتَّىٰ يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدْقًا وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي

إِلَى الْفُجُورِ وَالْفُجُورُ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّىٰ

يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَابًا - (احیاء - متنقوے علیہ)

» سچائی نیکی کی طرف ہدایت کرتی ہے اور نیکی جنت تک پہنچا دیتی ہے۔ اور

جو آدمی سچ بولتا رہتا ہے تو وہ اللہ کے نزدیک صدیق (سچا) لکھا جاتا ہے اور  
جھوٹ بدکاری کا راستہ دکھاتا ہے اور بدکاری و دوزخ تک لے جاتی ہے۔  
اور جو آدمی جھوٹ بولا کرتا ہے۔ تو وہ اللہ کے نزدیک کذاب (جھوٹا) لکھا  
جاتا ہے۔“

اور صدق (سچائی) کی تعریف اور فضیلت میں یہی کافی ہے کہ صدیق اسی سے مشتق  
ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسی لفظ کے ساتھ مدح و ثنا کے موقع پر انبیاء علیہم السلام کا وصف  
بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے :

وَ اذْکُرْنِی الْکِتَابِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا (پ ۶ ع ۶)  
” اور ذکر کرو کتاب میں ابراہیمؑ کا بیشک وہ سچے نبی تھے۔“

اور فرمایا ہے :

وَ اذْکُرْنِی الْکِتَابِ اِسْمٰعِیْلَ اِنَّہٗ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ کَانَ رَسُوْلًا  
نَبِیًّا۔ (پ ۶ ع ۷)

” اور ذکر کرو کتاب میں اسمعیلؑ کا واقعی وہ وعدے کے سچے اور رسول  
نبی تھے۔“

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَ اذْکُرْنِی الْکِتَابِ اِدْرِیْسَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا (پ ۶ ع ۷)  
” اور ذکر کرو کتاب میں ادریسؑ کا بیشک وہ سچے نبی تھے۔“

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ چار چیزیں جس انسان میں ہونگی تو وہ بڑے

فائدہ میں ہے، سچائی، حیا، حسن خلق، اور شکر۔

میں کہتا ہوں کہ سچائی کی تعریف میں یہی کافی ہے کہ آیتہ کریمہ میں نبیین کے درجہ  
کے بعد اور شہداء اور صالحین کے اوپر صدیقین کا درجہ مندرج ہے۔ چنانچہ حق سبحانہ و تعالیٰ  
کا ارشاد ہے :

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ  
النَّبِيِّينَ وَالصَّالِحِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ  
رَمَقًا ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عِلْمًا - (پ ۶ ع ۶)

» جو اطاعت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ  
نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین، اور یہ لوگ اچھے  
رفیق ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ ہی کا علم کافی ہے۔

(احیاء العلوم کا اختصار یہاں تک ختم ہو گیا)۔

نوٹ: شاید تمہارے دل میں یہ بات کھٹکے کہ جو اوراد و نیت اس فصل میں وابت  
کی گئی ہیں ان میں سے بعض صحت کے درجہ پر پوری منہیں اتریں تو اس کے لیے تمہیں  
احیاء العلوم کی شرح مصنفہ زبیدی دیکھنی چاہیے۔

اے عزیز! تمہیں حق سبحانہ و تعالیٰ نے جب نیکیوں کی توفیق دی ہے (اللہ تعالیٰ  
تمہارا علم و عمل اور زیادہ فرمائے) تم کو اس بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ اخلاص (جس  
کو اعمال بدنیہ اور قلبیہ میں وہ درجہ حاصل ہے جو روح کو جسم میں ہے) اس وقت تک  
منتحقق و مستحکم نہیں ہو سکتا جب تک کہ حق تعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملہ میں صدق و صحت  
نہ پیدا کی جائے اور اپنے معاملہ کی درستی اس فن شریف کے جاننے پر موقوف ہے اس  
لیے میں تمہارے سامنے اس فن کا ایک دروازہ کھولتا ہوں جس کو میں نے کتاب حکم  
مصنفہ عارف باللہ شیخ احمد بن محمد بن عبد الکریم بن عطاء اللہ اسکندرانی (اللہ تعالیٰ  
ان کے مزار کو منور فرمائے) سے منتخب کیا ہے۔ اس لیے کہ کتاب مذکور اس فن  
کالبت لباب ہے۔

## فصل

شیخ ممدوح فرماتے ہیں "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" :  
(۱) لغزش اور معصیت صادر ہونے کے وقت عضو کی امید میں نقصان کا ہونا اپنے  
اعمال پسندیدہ پر اعتماد کی علامت ہے۔

(۲) اسباب دنیاوی سے تجرید اور قطع ظاہری کی تیسری خواہش باوجودیکہ خداوند تعالیٰ شانہ نے تجھ کو اسباب میں استقامت عطا فرمائی، شہوت پنہانی ہے۔ اور تیسرا اسباب کا پابند ہونا باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اسباب میں راسخ قدم کیا بلکہ سمیٹی سے پستی کی طرف گزنا ہے۔

(۳) تیسری کی تعب سے اپنے نفس کو راحت دے کیونکہ جو اللہ جل و علا نے تیرے غیر پر مقدر کر کے تجھ سے اٹھالیا ہے۔ اس کو تم اپنے نفس کے لیے نہیں اٹھا سکتے۔  
(۴) ان امور میں تیسری کوشش کرنا جن کا وہ تیرے لیے کفیل ہو چکا ہے اور ان امور میں تیسری کوتاہی کرنا جن کا وہ تجھ سے طالب ہے تیرے چراغ عقل کے گل ہونے کی دلیل ہے!  
(۵) دعائیں گڑ گڑانے کے باوجود عطا میں تاخیر کا ہونا تجھے قبولیت دعا سے کہیں مایوس نہ کر دے۔

(۶) کیونکہ وہ تیسری اجابت کا اس امر میں کفیل ہوا ہے جس کو وہ خود تیرے لیے پسند فرماتا ہے نہ جس کو تو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور جس وقت کہ وہ چاہتا ہے نہ جس وقت کہ تو چاہتا ہے۔

(۷) اسے بندہ! موعود کا باوجود وعدہ الہی کے ظہور پذیر نہ ہونا تجھے شک میں نہ ڈال دے اگرچہ یہ تاخیر آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے تک ہی کیوں نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ شک تیسری عقل کی آنکھ بھوڑ دے اور چراغ قلب کا نور بجھا دے۔

(۸) جب حق تعالیٰ نے تیرے لیے اپنی معرفت کا کوئی دروازہ کھول دیا تو اس کے ہوتے ہوئے قلت عمل کی پرواہ نہ کر کیونکہ اس نے تیرے لیے یہ دروازہ صرف اس لیے کھولا ہے کہ اپنی معرفت تجھے عطا کر دے کیا؟ تم نہیں جانتے کہ نعمت معرفت باری تعالیٰ تمہیں عطا کرتا ہے اور تم اعمال اس کی جناب میں پیشکش کرتے ہو اور تیرے ہدیہ کو باری تعالیٰ کی عطا سے بہلا کیا نسبت ہو سکتی ہے۔

(۹) اعمال کی جنسیں اس لیے مختلف اور متنوع پیدا ہوئی ہیں تاکہ ان پر مختلف اور متنوع واردات الہیہ متفرع ہو سکیں۔

(۱۰) بندے کے اعمال صرف بے جان صورتیں ہیں۔ اور ستر اخلاص کا وجود ان میں بمنزلہ روح ہے۔

(۱۱) اپنے وجود کو گناہی کی زمین میں دفن کر دے اس لیے کہ جو بیج بویا نہ گیا ہو وہ پھلتا نہیں۔

(۱۲) کیا قلب منور ہو سکتا ہے؟ درآئیکہ اغیار موجودات کی صورتیں اس کے آئینہ میں منقش ہوں۔ اور کیا وہ حضور الہی سے مشرف ہو سکتا ہے؟ درآئیکہ ابھی شہواتِ انسانیہ کی قید میں مقید ہے اور کیا وہ بارگاہِ الہی میں داخل ہونے کی امید کر سکتا ہے؟ درآئیکہ ابھی اپنی غفلتوں کی ناپاکی سے پاک نہیں ہوا اور کیا وقاتق امر کے سمجھنے کی توقع رکھتا ہے؟ درآئیکہ وہ ابھی اپنی نازیبا حرکتوں سے باز نہیں آیا۔

(۱۳) موجودات عالم سب کے سب تاریکیاں ہیں اور ان میں جو باری تعالیٰ کا ظہور ہوا ہے اسی نے ان کو منور کر رکھا ہے تو جس کی نظر مخلوقات تک محدود ہے اور اس نے ان میں یا ان کے قریب یا ان سے پہلے یا ان کے بعد حق سبحانہ کا مشاہدہ نہ کیا تو اس کی نظر بصیرت وجود انوار کی جھلک سے محروم رہی اور معارف کے آفتاب اُس سے آثار کے بادلوں میں چھپ گئے۔

(۱۴) حق سبحانہ و تعالیٰ کا تجھ کو اپنے مشاہدہ سے ایسی چیز کے ساتھ محبوب کرنا جو اس کے ساتھ موجود نہیں۔ اس کے قہر اور غلبہ کی بڑی دلیل ہے۔

(۱۵) کس قدر عجیب بات ہے کہ عدم میں وجود ظاہر ہو جائے اور قدیم کے ساتھ حادث ثابت رہ سکے۔

(۱۶) جس نے یہ چاہا کہ حق تعالیٰ کے ظاہر کردہ امر کے سوا اس وقت میں کوئی دوسرا امر ظاہر ہوتا تو اس نے اپنے جہل و نادانی میں کوئی دقیقہ بھی نہ چھوڑا۔

(۱۷) بجائے اعمال کو وقت فرصت و فراغت کے لیے ٹالتے رہنا نفس کی چالوں میں سے ایک فریبانہ چال ہے۔

(۱۸) اثنائے سلوک میں کشف معارف و اسرار اور ظہور انوار کے وقت سالک کی بہت جب توقف اور ٹھہرنے کا ارادہ کرتی ہے تو حقیقت الامر اُسے پکار کر کہتی ہے کہ ابھی

منزل مقصود ذرا آگے ہے اور جب مخلوقات ظاہری کا جمال ظاہر ہوتا ہے، تو ان کے حقائق چلا کر تجھ کو کہتے ہیں کہ ہم فتنہ اور آزمائشیں ہیں، ہم میں مبتلا ہو کر کفرانِ مرت کھینچو۔ (۱۹) حق سبحانہ سے تیرا کسی چیز کا طلب کرنا اس ذاتِ پاک پر تہمت لگانا ہے گویا وہ تمہارے حال سے بے خبر ہے اور تمہاری ضروریات کا کفیل نہیں اور اس کا قریب مشابہہ طلب کرنا یہ اس سے تیرے غائب ہونے کی علامت ہے اور ماسوی اللہ کی طلب تیری بھیمانی پر دلالت کرتی ہے خواہ وہ اغراض و منویہ ہوں یا احوال و مقامات۔ اور اپنے مولا کے سوا دوسرے سے طلب کرنا اس کی بارگاہِ عالی سے بعد اور دوری کی وجہ سے ہے۔

(۲۰) تم پر ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا جس میں تیرے پروردگار نے تجھ پر کوئی حکم نافذ نہ کیا ہو خواہ وہ از قبیل طاعت و معصیت ہو یا از باب نوازش و آزمائش۔ (۲۱) جب تک کہ اس دانا پانڈار میں تجھ کو رہنا ہے، مصائب اور مکروہات کے وقوع کو حیرت کی نظر سے نہ دیکھ، اس لیے کہ پردہِ عنیب سے وہی ظاہر ہوتا ہے اور اس عالم میں وہی افتاد پڑتی ہے کہ وہ بسبب حکمت بالغہ الہیہ مستحق توصیف اور قابل تعریف ہی ہوتی ہے۔

(۲۲) وہ مقصد کچھ دشوار نہیں جس کا تو اپنے پروردگار سے خواستگار ہو اور وہ مطلب کچھ آسان نہیں جس کا تو اپنے نفس ہی کے بل بوتے پر طلبگار ہو۔ (۲۳) ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا ہونا انتہاءِ کار کی کامیابی اور فوز و فلاح کی علامت ہے۔

(۲۴) جس کی ابتدا روشن ہوتی ہے اس کی انتہا بھی درخشاں ہی ہوگی عر  
سالیکہ نکو است از بہارش پیداست

(۲۵) راہِ الہی کے سالکوں نے انوارِ توجہ سے ہدایت پائی اور راستہ دیکھا اور  
واصلینِ بارگاہِ اینردی کے لیے موجدہتہ کے انوار خود بخود حاصل ہیں۔ تو پہلی جماعت انوار  
ہی کے لیے ہوتی ہے اور دوسری جماعت کے لیے ہی انوار ہوتے ہیں، اس لیے کہ گردہ



اخیر اللہ ہی کے ہو رہتے ہیں اور ماسوا کے طوق غلامی سے آزاد ہوتے ہیں۔  
(۲۶) اپنے عیب باطنی کی طرف تیرا نگاہ کرنا ان اشیاء کے حصول کی طرف نظر کرنے

سے جو تجھ سے پوشیدہ اور غائب ہیں زیادہ بہتر ہے۔

(۲۷) حق جل و علا حجاب میں نہیں ہے صرف تو اپنے نفسانی صفات کی وجہ سے اس کے مشاہدہ سے روکا گیا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شے اس کے لیے حجاب ہوتی تو اس کو ڈھانپ لیتی اور اگر اس کے لیے کوئی چیز ڈھانپنے والی ہوتی تو ضرور اس کے وجود کو احاطہ کرنے والی اور روکنے والی ہوتی، کیونکہ ہر ایک احاطہ کرنے والی چیز غالب ہی ہوتی ہے، حالانکہ حق جل و علا سب پر غالب ہے۔

(۲۸) اپنے بشری اوصاف میں سے ہر اس وصف سے جو تیری بندگی کے مخالف ہو باہر نکل تاکہ حق سبحانہ کی نرا اور بلاوے کی اجابت، اور اس کی بارگاہ اقدس کی قربت حاصل کر سکو۔

(۲۹) ہر ایک معصیت، غفلت، اور شہوت کی بنیاد اپنے نفس سے رضا مندی پر اور ہر ایک طاعت، عفت اور ہوشیاری کی بنیاد اپنے نفس سے نارضا مندی پر ہی مبنی ہے۔

(۳۰) بصیرت کی روشنی تجھے حق تعالیٰ کے قرب کا مشاہدہ کراتی ہے اور عین الیقین تجھے اس کی محبت ذاتیہ کے ارادہ کا مشاہدہ کراتا ہے۔ اور حق الیقین محض اس کے وجود کا مشاہدہ کراتا ہے جس میں تیرے وجود اور عدم سے قطع نظر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے تھا اور کوئی چیز اس کے ساتھ نہ تھی۔ اور وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔

(۳۱) اے سالک! اپنے غم مہمت کی باگ کو اپنے مولائے کریم سے ماسوا کی طرف نہ موڑ۔ کیونکہ وہ کریم ہے تیری امیدوں کو رد نہیں فرمائے گا۔

(۳۲) اپنی حاجت روائی غیر سے طلب نہ کر۔ اس لیے کہ اس حاجت میں اسی (حق تعالیٰ) نے تمہیں مبتلا کیا ہے۔ اور غیر اس تکلیف کو اٹھا بھی کس طرح سکتا ہے

جس کا رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہو۔ مجبلاً جو اپنے کشتود کار کی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ کس طرح غیر کی حاجت برلا سکتا ہے۔

(۳۳) اگر تم باری تعالیٰ کی نسبت اس کی صفات کمالیہ کی وجہ سے حسن ظن نہیں رکھتے تو تم اس خوش معاملگی کے سبب سے جو اسے تیرے ساتھ ہے اس کی نسبت حسن ظن پیدا کرو۔ کیا احسانات کے علاوہ اس نے تیرے ساتھ کوئی اور سلوک بھی روار کھا ہے؟ اور فضل و کرم کے سوا بھی اس نے کچھ تم پر نازل فرمایا ہے؟

(۳۴) کس قدر حیرت افزا بات ہے کہ انسان اس سے بھاگتا ہے جس سے اس کو جدائی نہیں اور جس سے کسی طرح وہ چھٹکارا نہیں پاسکتا اور اس کو طلب کرتا ہے کہ جو اس کے ساتھ کسی طرح بقا اور وفا نہیں رکھتا۔ اس کی ظاہری آنکھیں کچھ اندھی نہیں ہیں بلکہ وہ دل اندھا اور بے بصیرت ہے جو سینے میں ہے۔

(۳۵) مخلوق سے مخلوق تک (یعنی اثر سے اثر تک) سفر نہ کر اس صورت میں تم تلی کے بیل کی طرح ہو گے کہ جہاں پر اس کے چلنے کی انتہا ہوئی ہے وہی مقام اس کے چلنے کی ابتدا کا ہوتا ہے بلکہ تم پر لازم ہے کہ مخلوق سے خالق کی طرف اثر سے مؤثر تک سفر کرو کہ بے شک منتہائے سفر بارگاہ الہی تک ہے۔

(۳۶) اے شخص کی ہم نشینی اور رفاقت اختیار نہ کرو کہ جس کا حال تم کو حق تعالیٰ کی محبت کی طرف آمادہ نہ کرے اور جس کا کلام (قال) باری تعالیٰ کی طاعت پر تجھ کو برا لگیختہ نہ کرے۔

(۳۷) اس عمل کو کم نہ سمجھنا چاہیے جو تارک الدنیا قلب سے ظاہر ہوتا ہے اور اس عمل کو زیادہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جو حریص الدنیا دل سے سرزد ہوتا ہے۔

(۳۸) ذکر میں حضور الہی نہ ہونے کے سبب سے ذکر کو نہ چھوڑنا چاہیے اس لیے کہ ذکر سے غافل رہنا زیادہ مضر ہے بہ نسبت اس کے کہ ذکر کیا جاوے لیکن اس میں حضور نہ ہو، بلکہ اس صورت میں اُمید ہے کہ حق تعالیٰ تمہارے مرتبہ کو ذکر بے حضور سے بڑھا کر ذکر جس غفلت نہ ہو چمک پہنچا دے اور ذکر بیداری سے ذکر حضور تک اور ذکر حضور سے اس ذکر تک تمہارا رتبہ بلند

فرائے جس میں کل ماسوئی اللہ چیزیں نظر سے غائب ہو جاتی ہیں اور یہ صورت اللہ تعالیٰ پر کچھ دشواری نہیں  
(۳۹) طاعات و حشرات کے فوت ہو جانے پر غم نہ ہونا، اور معاصی اور سیئات کے  
واقع ہونے پر شہمائی کا نہ ہونا۔ موت قلب کی علامت ہے۔

(۴۰) کوئی گناہ تیرے خیال میں اتنا بڑا نہ ہونا چاہیے کہ تجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن  
ظن رکھنے سے روک دے اور اس کی رحمت اور فضل سے مایوس کر دے۔ اس لیے  
کہ جس نے اپنے رحیم و کریم پروردگار کو پہچانا، اس نے اپنے گناہوں کو اس کے عفو و کرم  
کے مقابلہ میں صغیر و حقیر جانا۔

(۴۱) اگر اس کے عدل و انصاف سے معاملہ ہوا تو کوئی گناہ بھی صغیرہ نہیں اور اگر  
اس کے رحم و کرم سے سامنا ہوا تو کوئی گناہ بھی کبیرہ نہیں۔

(۴۲) انوار معرفت قلب سالک کے شکر میں جس طرح سے کہ غفلت کی تاریکیاں نفس  
کی فوجیں ہیں جب لطافت الہی اپنے بندہ کی مدد کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کو انوار معرفت  
کے شکر سے لگک پہنچاتے ہیں اور اختیار اور تارکیوں کے دستبرد سے اُسے بچا لیتے ہیں۔  
(۴۳) طاعت پر اس اعتبار سے نہ اترانا چاہیے کہ وہ تجھ سے (تیرے اختیار سے)  
ظاہر ہوئی ہے، بلکہ اس معنی کر کے خوش ہونا چاہیے کہ یہ طاعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے  
(اس کی توفیق ہی سے) عمل میں آئی ہے

قُلْ لِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ

”کہہ دو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوش ہونا چاہیے یہ بہتر ہے ان چیزوں

سے جو وہ جمع کرتے ہیں۔“ (پطع ۱۱)

(۴۴) ذات کی شائیں طمع کے بیج سے ہی بھڑک کر بڑھتی اور بھڑکتی ہیں۔

(۴۵) جس چیز سے تو ناامید ہے اس سے آزاد ہے۔ اور جس کا تو طامع ہے اس کا بند ہے۔

(۴۶) جس نے اپنے پروردگار کی طرف سے اس کے الطاف اور احسانات کی وجہ

سے رنج نہیں کیا تو وہ آزمائش کی زنجیروں میں جکڑ کر اس کے سامنے کھینچا گیا۔

(۴۷) جو نعمتوں کا شکر بجا نہ لایا۔ وہ اُن کے زوال کے لیے ہوا۔ اور جس نے شکر گزاری

کی تو گویا اس نے نعمتوں کو مضبوط اٹکیل (رستی) میں باندھ دیا۔

(۴۸) بارئیتعالیٰ کے احسان اور اپنی دائمی برائیوں سے ڈرنا چاہیے کہ مبادا یہ تمہارے لیے استدراج (ڈھیل) کی صورت ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ:

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ (پ ۱۳۷)

” ہم آہستہ آہستہ پکڑیں گے ان کو جہاں سے وہ نہ جانیں گے۔“

(۴۹) جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ توفیق الہی نے اس کو اوراد کا پابند و خوگر بنایا ہے تو اس عطائے الہی کو اس لیے حقیر نہ سمجھو کہ تم اس پر عارفین کی علامت اور واصلین کی نورانیت نہیں دیکھ رہے ہو۔ اگر تجلیات الہی کا اس پر ڈر نہ ہوتا تو ورود کی مدد سے اور یہ استقامت بھی نہ ہوتی۔

(۵۰) بارئیتعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک گروہ کو اپنی طاعت اور خدمت کے لیے مقرر فرمایا ہے اور ایک جماعت کو اپنی محبت کے لیے مخصوص کیا ہے:

كَلَّا مَدَّ لَهُمْ كَاعًا وَهُوَ كَاعٌ مِّنْ عَطَائِكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا - (پ ۱۳۸)

” ان کو اور ان کو (غرضیکہ سب کو) تمہارے رب کی عطا سے مدد کرتے ہیں اور تیرے رب کی عطا بند نہیں۔“

(۵۱) واردات الہیہ بسا اوقات اس لیے اچانک پیش آجاتے ہیں تاکہ بندے اپنی قابلیت اور استعداد کی وجہ سے کہیں ان کے مدعی نہ بن بیٹھیں۔

(۵۲) جس کو تو بہ سوال کا جواب دینے والا ہر شاہدہ کا ظاہر کرنے والا اور ہر علم کا بیان کرنیوالا دیکھے تو ان باتوں سے اس کا جہل سمجھ لو۔

(۵۳) صرف دار آخرت کو ہی اپنے مومن بندوں کے اعمال کے لیے محل جزا مقرر فرمایا، ایک تو اس وجہ سے کہ جو کچھ وہ ان کو دینا چاہتا ہے یہ دار دنیا اس کو سمانہیں سکتی۔ دوسرے یہ کہ دار بے بقا میں بدلہ دینے سے ان کی قدر و مرتبہ کو بہتر و بلند ٹھہرایا۔ (۵۴) جس نے اپنے عمل کا ثمرہ دنیا میں پالیا تو یہ اس کے آخرت میں قبول ہونے

کی دلیل ہے۔

(۵۵) اگر تم باری تعالیٰ کے نزدیک اپنی قدر و منزلت معلوم کرنا چاہو تو یہ دیکھو کہ اس نے تمہیں کس کام میں لگا رکھا ہے۔

(۵۶) جب تجھ کو اس نے اپنی طاعت کی توفیق کے ساتھ ماسوا سے مستغنی کر دیا تو سمجھ لو کہ تجھ کو اس نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔

(۵۷) ان سب چیزوں میں بہترین جو تم اپنے مولا سے طلب کرتے ہو وہ چیز ہے جس کا کہ وہ خود تجھ سے طالب ہے (یعنی عبودیت پر استقامت)

(۵۸) طاعت بجا نہ لانے پر غمگین ہونا اور باوصف اس غم کے پھر طاعت کے لیے نہ اٹھنا دھوکے میں پڑے ہوئے ہونے کی علامت ہے۔

(۵۹) عارف وہ نہیں ہے کہ جب اُس ذات کی طرف اشارہ کرے تو حق تعالیٰ کو اپنی طرف اپنے اشارہ سے بھی قریب تر پائے۔ بلکہ عارف حقیقی وہ ہے کہ جو حق تعالیٰ کے وجود میں فنا اور اس کے مشاہدہ میں محو ہو کر اپنے اشارہ ہی سے بے نیاز و بے خبر ہو جائے۔

(۶۰) امید دراصل وہی ہے جو اعمال پسندیدہ کے ساتھ مقرون ہو عمل صالح کے سوا محض رضا (امید) آرزوئے بے جا ہے۔

(۶۱) عارفین کا اللہ تعالیٰ سے بہترین مقصد یہ ہے کہ عبودیت میں سچائی اور حقوق الہی کی پوری بجا آوری ہو۔

(۶۲) بسط تجھ پر اس وجہ سے فرمایا کہ قبض ہی میں نہ رہ جاؤ، اور قبض اس وجہ سے کیا کہ بسط ہی کے نہ ہو جاؤ۔ اور دونوں سے تجھ کو اس لیے نکالا کہ تو سوائے اپنے مولیٰ کے کسی کا نہ ہو۔

(۶۳) عارفین حالت قبض کی نسبت حالت بسط سے زیادہ خائف رہتے ہیں۔ اس لیے کہ حالت بسط میں بہت ہی کم لوگ حدودِ ادب پر ٹھہر سکتے ہیں۔

(۶۴) بسط کی حالت میں نفس سرود کے ہونے سے اپنا حصہ لے لیتا ہے اور قبض کی حالت میں نفس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

(۶۵) کائنات عالم کا ظاہر فریب سے آراستہ ہے۔ اور اس کا باطن عبرت سے معمور ہے۔ پس نفس کی نظر اس کے فریب ظاہر ہی تک محدود ہوتی ہے اور قلب کی نگاہ اس کے باطنی مواقع عبرت ہی پر پڑتی ہے۔

(۶۶) اگر عزت دائمی کے خواہاں ہو تو عزت فانی کی طلب میں پڑو۔

(۶۷) ”طی“ حقیقی (جو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو کرامت فرماتا ہے) یہ ہے کہ تو دنیا کی مسافت کو اپنی نظر بصیرت سے یہاں تک لپیٹ دے کہ تجھے آخرت اپنے وجود سے بھی قریب تر نظر آنے لگے۔

(۶۸) مخلوق کی داد و دمش فی الحقیقت حرمان ہے اور اللہ تعالیٰ کا نہ دنیا بھی تیرے لیے اس کا احسان ہے۔

(۶۹) ہمارے پروردگار کی شان اس سے برتر و بالا ہے کہ بندہ تو اس کے ساتھ (اپنی طاعتوں سے) نقد کا معاملہ کرے اور وہ اس کا بدلہ قیامت کے اور ہار پر چھوڑ دے۔

(۷۰) طاعت پر دنیا میں تجھ کو یہی بدلہ کافی ہے کہ تجھے اس نے طاعت کی توفیق دی اور اس کا اہل بنایا۔

(۷۱) جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت حصول ثواب یا دفع عقاب عذاب کے لیے کی تو گویا اس نے حق جل و علا کی صفات کمال و عظمت و جلال کا اندازہ نہیں کیا اور نہ ان کا حق بجالایا۔

(۷۲) جب وہ تمہیں دیتا ہے تو یہ اس کے جوہ و کرم کی یاد دہانی ہوتی ہے اور جب نہیں دیتا تو اپنے قہر و غلبہ کا مشاہدہ کراتا ہے۔ دونوں صورتوں میں تجھ کو اپنی معرفت سے بہرہ ور فرماتا ہے اور اپنے لطف و کرم کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہے۔

(۷۳) جس مصیبت سے مولیٰ جل و علا کے سامنے ذلت و افتقار پیدا ہو۔ وہ اس عبادت سے بہتر ہے جو نخوت اور کبر پیدا کرے۔

(۷۴) جب بار تعالیٰ نے تجھے ماسوا سے متوحش اور دل برداشتہ کر دیا ہے تو سمجھ لے کہ وہ تیرے لیے اپنے ساتھ دل بستگی اور انس کا دروازہ کھولنا چاہتا ہے۔

(۷۵) جب اس نے تیری زبان کو طلب کرنے کے لیے قوتِ گویائی عطا کی۔ تو یقین جان کہ وہ تجھے دنیا بھی چاہتا ہے۔

(۷۶) عارف وہ ہے جس کی بقیاری کبھی زائل نہ ہو اور ماسوی اللہ کے ساتھ اسے کبھی قرار حاصل نہ ہو۔

(۷۷) جس نے یہ گمان کیا کہ مصائب اور تکالیفِ مقدرہ میں اس کے الطاف کا سایہ انسان کے سر سے اٹھ جاتا ہے۔ تو یہ اس کی نظر عقل کا تصور ہے۔

(۷۸) پاک ہے وہ ذات جس نے معارف اور اسرارِ الہیہ خاصہ کو اوصافِ بشریت کے ظہور کے پردہ میں چھپایا۔ اور اپنی عظمت ربوبیت کو اپنے بندوں کے لیے ان کی عبودیت کے آثار ظاہر کر کے ظاہر فرمایا۔

(۷۹) مقصد کے حصول میں تاخیر واقع ہونے سے اپنے پروردگار پر اعتراض و مطالبہ نہ کر بلکہ آدابِ دعا کے بجا نہ لانے پر اپنے نفس سے باز پرس کر۔

(۸۰) جب تجھ کو ظاہر میں اس نے اپنے حکم (مشرع شریف) کا فرمانبردار بنایا اور باطن میں اپنی مقدرات کی تسلیم کی تمہیں تو فوق بخشی۔ تو تجھ پر اس نے بہت بڑا احسان فرمایا۔

(۸۱) جب صبح ہوتی ہے تو غافل سوچتا ہے کہ آج میں کیا کروں گا اور دانشمند اس فکر میں غلطان رہتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ کیا کرے گا۔

(۸۲) عابد اور زاہد ہر اس چیز سے جو خلاف طبع ہو وحشت اور نفرت کرتے ہیں اس لیے کہ وہ ہر ایک بات میں حضورِ الہی سے محبوب رہتے ہیں اگر وہ ہر چیز میں اُسی کا

جلوہ دیکھ لیتے تو کسی چیز سے متنفر و متوحش نہ ہوتے۔

(۸۳) اسی دنیا میں تجھے اس نے اپنی مخلوقات میں نظر اعتبار سے دیکھنے کا حکم فرمایا اور عنقریب اپنی ذاتِ کاملہ آخرت میں تجھ پر عیاں کر دے گا۔

(۸۴) حق تعالیٰ نے جانا ہے کہ تم اس کے مشاہدہ کے بغیر صبر نہیں کر سکتے۔ اس لیے اپنے آثارِ قدرت کا تمہیں جلوہ دکھایا

(۸۵) جب حق جل و علا نے عبادت سے تیری ملائت و گرائی دیکھی تو رنگ بزرگ کی عبادت میں تیرے لیے مقرر فرمائیں اور جب عبادت پر تیری حرص دیکھی تو ان کو اوقات مخصوصہ میں محدود کر دیا۔ اس لیے کہ تیرا قصد کامل نماز ادا کرنے کا ہونہ محض صورت نما کیوں کہ ہر ایک نماز پڑھنے والا کامل نماز ادا کرنے والا نہیں ہوتا ہے۔

(۸۶) نماز فی الحقیقت معاصی کے میل کھیل سے دلائل کو پاک کرنے والی اور پوشیدہ اسرار کا دروازہ کھولنے والی ہے۔

(۸۷) نماز سرگوشی کا محل اور محبت و اخلاص کی منزل ہے۔ اسرار کی فضائیں قلب کے لیے اس میں کشادہ ہو جاتی ہیں اور اس میں انوار کے ستارے چمکتے ہیں۔

(۸۸) تیرا ضعف دنا تو اتنی معلوم کر کے نماز کی تعداد گھٹا دی اور فضل خداوندی کا محتاج جان کر اس کا ثواب بڑھا دیا (یعنی پچاس سے پانچ کر دیں اور پچاس کا ثواب پانچ ہی میں دے دیا)

(۸۹) جب تم کسی عمل پر عوض کے خواہاں ہو گے تو تم سے اس میں صدق و اخلاص کا مطالبہ ہوگا اور اخلاص کے ہونے میں تو متردد ہی ہوگا۔ اور متردد کو اپنے اس ناکارہ عمل کی عقوبت میں جزا و مواخذہ خداوندی سے سلامت رہنا ہی عنایت ہے۔

(۹۰) اپنے کسی عمل پر جس کے دراصل تم فاعل ہی نہیں ہو عوض کے طلبگار مت ہو۔ ایسے عمل پر تجھ کو یہی عوض کافی ہے کہ اس کو اس نے قبول فرمایا اور اس پر کچھ مواخذہ نہیں کیا۔

(۹۱) جب اپنا فضل و احسان تجھ پر ظاہر کرنا چاہتا ہے تو کسی نیک عمل کی تمہیں توفیق دے کر اس کو تیری طرف منسوب کر دیتا ہے۔

(۹۲) اگر اس نے تجھے تیرے اعمال ہی کی طرف لوٹا دیا تو تمہاری برائیوں کی کوئی انتہا نہ ہوگی اور اگر اپنا جو دو کرم تجھ پر ظاہر فرمایا تو پھر تیری خوبیوں کی کوئی حد نہ ہوگی۔

(۹۳) اس کے اوصاف ربوبیت کے ساتھ متعلق اور اپنے اوصاف عبودیت کے ساتھ متحقق ہو جاؤ۔



(۹۳) مخلوق کی مملوکہ چیزوں پر تمہیں دعویٰ کرنے سے جب اس نے روک دیا ہے تو کیا تمہیں جائز ہو سکتا ہے کہ تم اس کی کسی صفت پر دعویٰ کرو۔ حالانکہ وہ رب العلیین ہے۔  
(۹۵) تجھ سے خوارقِ عادات کیونکر ظاہر کیے جائیں۔ حالانکہ تم نے ابھی تک اپنی نفسانی عادتوں تک کو چھوڑا ہی نہیں۔

(۹۶) اپنے مولیٰ سے دعا و سوال کرنے میں کیا خوبی ہے۔ خوبی تو اس میں ہے کہ سوال میں حسن ادب کے طریقہ کو تم ملحوظ رکھو۔

(۹۷) تیرے اضطراب و بقیاری سے زیادہ اسے کوئی چیز مطلوب نہیں اور تیری ذلت و احتیاج کے برابر مواہب الہی کو تیری طرف جلد لانے والی کوئی چیز نہیں۔

(۹۸) اگر یہ ہوتا کہ تو اس تک بجز اپنی خرابیوں کے نصیحت کرنے اور دعویٰ کے مٹانے کے کسی طرح نہیں پہنچ سکتا۔ تو تم کبھی اس تک نہ پہنچ سکتے۔ لیکن جب اُس نے تجھ کو اپنے تک پہنچانا چاہا تو تیرے وصف کو اپنے وصف کے آغوش میں چھپایا اور تیری لغت کو اپنی لغت کے پردہ میں ڈھانکا۔ پس تجھ کو ان الطاف کی وجہ سے جو اس کی طرف سے تیری جانب متوجہ ہوئے نہ ان اعمال کی وجہ سے جو تیری طرف سے اس بارگاہ میں پیش ہوئے اس نے اپنے تک پہنچایا۔

(۹۹) اگر اس کی خوش آمد پر پردہ پوشی نہ ہوتی تو کوئی عمل لائق قبولیت نہ ہوتا۔

(۱۰۰) گناہ و نافرمانی کی صورت میں جس قدر تم حلم خداوندی کے محتاج ہو اس سے زیادہ بندگی اور طاعت کی حالت میں اس کے حلم کی تم کو ضرورت ہے۔

(۱۰۱) پردہ پوشی کی دو قسمیں ہیں ایک تو گناہ کے صدور ہی سے پردہ پوشی، دوسرے گناہ واقع ہونے کے بعد مخلوق سے پردہ پوشی۔ عوام تو اس وجہ سے کہ خلق کی نظروں میں ان کا مرتبہ نہ گر جائے۔ گناہ کے بعد پردہ پوشی کے طلبگار ہیں۔ اور خواص اس لیے کہ اپنے حقیقی مالک جل و علا کی نظر بطف سے نہ گر جائیں گناہ کے واقع ہونے ہی سے پردہ پوشی کے اللہ تعالیٰ سے طلبگار رہتے ہیں۔

(۱۰۲) جس نے تیری تعظیم و تکریم کی درحقیقت اس نے تیری تعظیم و تکریم نہیں کی بلکہ اس

نے تیرے مولائے حقیقی کی پردہ پوشی کی تعظیم و تکریم کی ہے (کہ اس نے تیرے عیوب کو چھپا دیا) تو تیری حمد و ثنا کا مستحق تیرا مولائے پردہ پوش ہے نہ تیرا تعظیم و تکریم کرنے والا شخص۔

(۱۰۳) اگر نور یقین تجھ پر روشن ہو جاتا تو آخرت کو اپنے نفس سے اس قدر قریب پاتا کہ اس کی طرف کوچ ہی نہیں کر سکتا۔ اور دنیا کی نعمتیں اس حال میں دیکھتا کہ ان پر فدا کے گھن چھا گئے ہیں۔

(۱۰۴) تمہیں اللہ تعالیٰ سے کسی موجود کے وجود نے محبوب نہیں کیا ہے لیکن تمہیں اس توہم نے کہ اس کے ساتھ کوئی موجود ہے اس ذات سے محبوب کر رکھا ہے۔

(۱۰۵) مخلوقات میں مشاہدہ جمال حق کو تیرے لیے مباح فرمایا اور خود ذات مخلوق کے مشاہدہ پر توقف کی اجازت نہیں دی۔ چنانچہ اس ارشاد سے ثابت ہوتا ہے جس میں تیرے فہم کا دروازہ کھول دیا گیا ہے کہ:

قُلْ أَنْظَرُوا مَا ذَا فِي السَّمَوَاتِ (پلا ۱۵۴)

”کہہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اسے دیکھو جو آسمانوں میں ہے۔“

یہ نہ فرمایا کہ آسمانوں ہی کو دیکھو کہ اس صورت میں یہ ارشاد اجسام کے وجود پر دلالت کرتا جو مقصود نہیں ہے۔

(۱۰۶) لوگ سبب ان اوصاف حمیدہ کے جن کا وہ تجھ میں گمان کرتے ہیں تیری صفیت کہتے ہیں تو بسبب ان بُری خصلتوں کے جن کو اپنے نفس کے اندر یقینی طور پر جانتا ہے اپنی مذمت کر۔

(۱۰۷) مومن کامل کی جب مدح کی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس لیے شرماتا ہے کہ اس کی ایسی بات پر تعریف ہو رہی ہے۔ جس کو وہ اپنے نفس کے اندر نہیں دیکھتا۔ (۱۰۸) سب سے جاہل شخص وہ ہے جو اپنے عیوب کے یقین کو اس وجہ سے چھوڑ دیتا ہے کہ لوگ اس کی بہ نسبت اچھا گمان رکھتے ہیں۔

(۱۰۹) جب تیرا مولیٰ تیری ایسی تعریف میں خلقت کی زبان کو گویا کر دے جس کے

تم لائق بھی نہیں ہو۔ تو تم اپنے پروردگار کی ایسی شناکھو، جو اس کے لائق ہو۔  
 (۱۱۰) زاہدوں کی جب مدح کی جاتی ہے تو دل تنگ ہوتے ہیں اس وجہ سے کہ مدح  
 کو مخلوق کی طرف سے سمجھتے ہیں اور جب عارفین کی مدح کی جاتی ہے تو وہ خوش ہو جاتے  
 ہیں اس لیے کہ وہ اس کو حق عمل و علا سے ہی مشاہدہ کرتے ہیں۔

(۱۱۱) جب تیری ایسی حالت ہو کہ عطا سے تجھے فراخدلی اور منع سے دل تنگی ہو  
 تو یہ تمہاری نادانی اور لڑکپن کا ثبوت ہے اور تمہاری عبودیت میں سچے نہ ہونے پر  
 دلیل ہے۔

(۱۱۲) جب تم سے کوئی گناہ سزاد ہو تو وہ تجھ کو تیرے پروردگار کے ساتھ حصول  
 استقامت سے یابوس نہ کرے۔ اس لیے کہ شاید کہ یہ تیرا آخری گناہ ہو جو تیری تقدیر  
 میں تھا۔

(۱۱۳) جب تو یہ چاہے کہ امید کا دروازہ تجھ پر مفتوح ہو تو اپنے مولا کے احسانات  
 کا (جو تجھ پر ہیں) مشاہدہ کر اور اگر چاہے کہ خوف کا دروازہ تجھ پر کھلے تو جو کچھ تجھ  
 سے نافرانیاں اور بے ادبیاں اس کی جناب میں صادر ہوئی ہیں ان کا ملاحظہ کر۔  
 (۱۱۴) بسا اوقات قبض کی اندھیری رات میں وہ انعام و معارف تمہیں دیتا ہے  
 جس کو تم بسط کی روز روشن میں نہیں پاسکتے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ :  
 لَا تَدْرُونَ أَيُّكُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا. (پک ۱۳۷)

”تم نہیں جانتے کہ تمہاری بھلائی کس بات میں ہے۔“

(۱۱۵) تقدس و پاکی اسی ذات کو سزاوار ہے جس نے اپنے اولیاء کی طرف راہ یابی کا  
 وہی طریقہ رکھا ہے جس کو اپنی راہ یابی کا طریقہ بٹھرایا ہے اور اپنے اولیاء تک اسی کو  
 پہنچاتا ہے جس کو اپنی طرف پہنچانا چاہتا ہے۔

(۱۱۶) بسا اوقات تم کو وہ اپنے رموز مملکت سے تو آگاہ فرما دیتا ہے لیکن اپنے بندوں  
 کے بھیدوں پر تجھے مطلع نہیں کرتا۔

(۱۱۷) جس شخص نے بندوں کے بھیدوں پر واقف ہو کر رحمت الہی کو اپنی عادت نہ

بنایا تو یہ آگاہی اس کے لیے فتنہ اور اس پر وبال آنے کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔  
(۱۱۸) تیری یہ خواہش کہ لوگ تیرے ظاہری اعمال اور باطنی احوال کی خصوصیت

جان لیں۔ عبودیت میں تیرے سچے نہ ہونے کی دلیل ہے۔

(۱۱۹) خداوند تعالیٰ کی نظرِ لطیف اپنی طرف دیکھ کر لوگوں کی نظر کو اپنے خیال سے  
دور کر۔ اور التفات و توجہ خداوندی اپنی طرف مشاہدہ کر کے لوگوں کے التفات کی

طرف متوجہ نہ ہو۔

(۱۲۰) حق جل و علا کو تجھ سے اس کے نہایت قرب ہی نے محبوب کر دیا ہے۔

(۱۲۱) حق جل و علا اپنی شدتِ ظہور ہی کی وجہ سے محبوب، اور اپنے نور کی عظمت

ہی کے سبب آنکھوں سے مخفی ہو گیا ہے۔

(۱۲۲) دعا اور طلب سے تیرا مقصود حصولِ بخشش نہ ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ اس

صورت میں تیرا فہم حکم دعا کے اسرار و حکمت کے سمجھنے سے قاصر رہ جائے گا۔

بلکہ تیرا دعا کرنا صرف اپنی عبودیت کے اظہار اور اس کی ربوبیت کے حقوق کی نگہداشت

کے لیے ہی ہونا چاہیے۔

(۱۲۳) تیری یہ طلب اور دعا جو تم اب کر رہے ہو اس عطا کا کیونکر سبب ہو سکتی

ہے جو روز ازل ہی سے مقدر ہو چکی ہے۔

(۱۲۴) اس کا ازلی حکم اس سے برتر کہ علل و اسباب کی طرف منسوب ہو۔

(۱۲۵) اس کی یہ عنایتیں جو تجھ پر ہیں تیری کسی خوبی کی وجہ سے نہیں ہیں (خود

ہی کہو) تم کہاں تھے۔ جب ازل میں اس کی عنایت تیری طرف متوجہ ہوئی اور

اس کی رعایت تیرے سامنے آئی۔

(۱۲۶) ازل میں نہ عمل کا اخلاص تھا اور نہ احوال کا وجود بلکہ وہاں تو بجز فضلِ الہی

اور کرم نامتناہی اور کچھ تھا ہی نہیں۔

(۱۲۷) ستر عنایت کے ظاہر ہونے کے لیے (یعنی یہ بھید کہ عنایت ہر ایک پر یکساں

نہیں) حق تعالیٰ نے جب اپنے بندوں کو مشتاق پایا تو فرمایا کہ :

يَخْتَصِرُ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ (پا ۱۳۶)

”و اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت و عنایت کے ساتھ مخصوص کر دیتا ہے۔“

اور جب حق تعالیٰ نے یہ دیکھا کہ اگر ان کو اسی بات پر چھوڑ دیا جائے تو وہ تقدیر

ازلی پر اعتماد کر کے عمل کرنا چھوڑ دیں گے تو فرمایا کہ:

إِنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ - (پا ۱۲۶)

”اللہ کی رحمت نیکو کاروں کے نزدیک ہے۔“

(۱۲۸) سب چیزیں مشیتِ ایزدی کا سہارا پکڑتی ہیں اور وہ کسی چیز کا سہارا نہیں پکڑتی۔

(۱۲۹) فاقوں کا نازل ہونا سالکوں اور سرمدیوں کے لیے عید ہوتی ہے۔

(۱۳۰) بسا اوقات فقر و فاقہ میں اس قدر الوار و معارف کا نزول ہوتا ہے کہ ان کو

تم نماز و روزہ میں بھی نہیں پاسکتے۔

(۱۳۱) مواہب الہی کے پھولوں کے لیے فقر و فاقہ بمنزلہ دامن ہیں۔

(۱۳۲) اگر مواہب الہیہ کا نزول اپنے اوپر چاہتا ہے تو فقر و فاقہ کی تلخیوں کو اپنے

اوپر گوارا بنائے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ (پا ۱۲۶)

”صدقات فقرا ہی کے لیے ہیں۔“

(۱۳۳) تم اپنی عبودیت کے اوصاف میں نچتے ہو جاؤ۔ وہ اپنے اوصاف ربوبیت

کے ساتھ تیری امداد فرمائے گا۔ تم اپنی ذلت میں ثابت قدم رہو وہ اپنی عزت سے تیری

اعانت کرے گا۔ تم اپنے عجز میں محکم ہو جاؤ۔ وہ اپنی قلدت سے تیری یادری کرے گا۔

تم اپنی ناتوانی و ضعف میں مضبوط ہو جاؤ۔ تو وہ اپنی قوت طاقت سے تیری دستگیری فرمائے گا۔

(۱۳۴) گاہے ظاہری کرامت ان کو بھی مل جاتی ہے جو مرتبہ استقامت شریعت

میں بھی کامل نہیں ہوتے۔

(۱۳۵) مخلوق سے لینے کے لیے ہاتھ نہ بڑھاؤ مگر جب ان میں بھی اپنے مولائے حقیقی

کو سی عطا کرنے والا مشاہدہ کرنے لگو۔ اور جب تم اس درجہ پر پہنچ گئے تو خلایق سے

وہ چیزیں لے سکتے ہو جن کے حلال و طیب ہونے پر تیرا علم ظاہر و باطن گواہی دے۔

(۱۳۶) اکثر اوقات عارف اپنے مولیٰ کی مشیت پر اکتفا کر کے اس کی طرف اپنی حاجت پیش کرنے سے حیا کرتا ہے تو بھلا وہ اس کی مخلوق کی طرف حاجت لے جانے میں کیونکر حیا نہ کرے گا۔

(۱۳۷) جب تجھ پر دو امر مشتبہ ہو جائیں تو دیکھ کہ ان دونوں میں سے نفس پر جو زیادہ گراں گزرتا ہے اسے اختیار کر۔ کیونکہ نفس پر وہی صورت شاق ہوتی ہے جو حق ہوتی ہے۔

(۱۳۸) نفسی عبادتوں میں حسنی اور جلدی کرنا اور واجبات کی بجا آوری میں سستی اور غفلت برتنا خواہش نفسانی کے اتباع کی علامت ہے۔

(۱۳۹) تیرے لیے عبادات کو اوقاتِ معینہ کے ساتھ اس لیے مقید کر دیا۔ تاکہ کسل اور لیت و لعل تجھ کو مانع نہ ہو۔ اور اوقاتِ فراخ مقرر کیے تاکہ کچھ حصہ اختیار کا بھی تیرے لیے باقی رہے۔

(۱۴۰) حق جل و علانی نے وظائفِ عبودیت کی بجا آوری میں جب اپنے بندوں کی کوتاہی معلوم فرمائی تو اپنی طاعت و عبادت ان پر واجب فرما کر گویا ایجاب کی زنجیروں میں جکڑ کر ان کو اپنی طرف ہانکا ہے۔ تیرا پروردگار ان لوگوں سے تعجب فرماتا ہے جو زنجیروں میں باندھ کر جنت میں بھیجے جلتے ہیں۔

(۱۴۱) بظاہر تم پر اپنی خدمت و طاعت کو واجب گردانا ہے۔ اور فی الحقیقت طاعت کو اس لیے واجب فرمایا ہے۔ تاکہ تیرا جنت میں داخل ہونا واجب ہو جائے۔

(۱۴۲) جس نے اس بات کو انوکھا اور دشوار جانا کہ خداوند تعالیٰ اس کو شہواتِ نفسانیہ کے پنجے سے چھوڑا اور قیدِ غفلت سے نکالے گا تو اس نے غیر متناہی قدرتِ الہی کو عجز کا دھبہ لگایا۔

وَكَانَ اللَّهُ مُقْتَدِرًا (پہ ۱۵) (۱۸۶)

« حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے »

(۱۴۳) بسا اوقات تجھے ظلمتِ فراق میں اس لیے مبتلا کر دیتا ہے تاکہ انوارِ وصال کی قدر معلوم ہو جائے۔

(۱۴۴) جس نے نعمتوں کی قدر نعمتوں کے ہوتے ہوئے نہ پہچانی تو ان کے زوال کے بعد آپ ہی ان کی قدر جان جائے گا۔

(۱۴۵) خواہشاتِ نفسانیہ کی حلاوت و لذت کا قلب میں مستحکم ہو جانا سخت لا علاج بیماری ہے۔

(۱۴۶) شہوتِ نفسانیہ کو دل میں سے بجز لڑا دینے والے خوف کے (جو مشاہدہ صفتِ جلالیہ سے ہو) یا بقرار کرنے والے شوق کے (جو معائنہ صفتِ جمالیہ سے ہو) اور کوئی چیز نہیں نکال سکتی۔

(۱۴۷) حق جل و علا جس طرح کہ عمل مشترک یعنی ریا آمیز کو پسند نہیں فرماتا اس طرح قلب مشترک کو جس میں غیر خدا کی محبت ہو محبوب نہیں رکھتا۔ عمل مشترک کو قبول نہیں فرمایا اور قلب مشترک کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

(۱۴۸) اوقات میں جو حقوق واجب ہیں (جیسے صوم و صلاۃ وغیرہ ظاہری عبادات) اگر فوت ہو جائیں تو ان کی قضا ممکن ہے۔ اور جو خود اوقات کے حقوق ہیں (یعنی وارداتِ قلبیہ و معاملاتِ باطنیہ) ان کی قضا کسی طرح ممکن نہیں۔ اس لیے کہ کوئی وقت ایسا نہیں آتا کہ جس میں تجھ پر حق تعالیٰ کا کوئی نیا حق یا کوئی تاکید یا حکم وارد نہ ہوتا ہو تو تم اس وقت میں غیر کا حق کس طرح ادا کر سکتے ہو جبکہ ابھی تم نے حق اللہ بجا نہیں لایا ہے۔

(۱۴۹) عمر گزشتہ کا کوئی عوض نہیں اور عمر موجودہ کی کوئی قیمت نہیں (یعنی بے بہا)۔

(۱۵۰) جس چیز کی محبت کو تم نے اپنے دل میں جگہ دی تو فی الحقیقت تم اس کے غلام ہو گے اور حق تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا کہ تم غیر کے غلام بن جاؤ۔

(۱۵۱) نہ تیری طاعت اس کو کچھ نفع بخشی ہے اور نہ تیری معصیت اسے کوئی نقصان پہنچاتی ہے۔ صرف اس لیے اس نے طاعت کا حکم دیا ہے اور معصیت

سے روکا ہے کہ اس کا نفع بھی تیرے ہی طرف لوٹائے۔

(۱۵۲) کسی متوجہ ہوئیوے کی توجہ نہ اس کی بے پایاں عزت و عظمت کو کچھ بڑھاتی

ہے اور نہ کسی روگردانی کرنیوالے کی روگردانی اس کی عزت گھٹاتی ہے۔  
 (۱۵۳) اللہ تعالیٰ تک تیرے پہنچنے کا مقصد یہ ہے کہ تم اس کے علم و عرفان تک پہنچ جاؤ۔  
 ورنہ حق جل و علا اس بات سے برتر و بالا ہے کہ کوئی چیز اس سے متصل ہو۔ یا وہ کسی چیز  
 سے متصل ہو جائے۔

(۱۵۴) تیرا قرب اس سے یہ ہو سکتا ہے کہ تو اس کے قرب کا مشاہدہ کرے۔ ورنہ تو کہاں  
 اور اس کا قرب کہاں؟

(۱۵۵) حق جل و علا کسی چیز سے کیونکر محبوب ہو سکتا ہے اس لیے کہ جو چیز اس کی حجاب  
 ہوگی اس میں بھی اس کا جلوہ ظاہر موجود و حاضر ہوگا۔

(۱۵۶) جس عمل میں تو نے لذت حضور نہیں پائی اس کے قبول ہونے سے مایوس نہ  
 ہو۔ کیونکہ بسا اوقات جس عمل میں تجھ کو ثمرہ دنیاوی (لذت و حلالت) معلوم  
 نہیں ہوتا وہ بھی قبول شدہ ہوتا ہے۔

(۱۵۷) جس معرفت کا ثمرہ تجھے معلوم نہ ہو اس پر خوش نہ ہو اور اس کی ستائش نہ کر اس  
 لیے کہ بادلوں سے مقصود پھلوں کا وجود ہوتا ہے نہ محض بارش۔

(۱۵۸) جب تجھ پر معارف و واردات کے انوار پھیل گئے اور ان کے امرا تیرے قلب  
 میں ودیعت رکھے گئے تو ان کے بقا کا طالب نہ ہو۔ کیونکہ تو اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ میں  
 مستغرق ہو کر ہر ایک چیز سے بے نیاز ہے اور اس سے کوئی چیز تجھ کو بے نیاز نہیں کر سکتی۔  
 (۱۵۹) حق تعالیٰ کا تجھ کو بقدر کفایت دینا اور جو چیز تجھ کو سرکش بنا دے اس سے  
 روک دینا یہ اس کی تجھ پر پوری نعمت ہے۔ اس میں یہ فائدہ مضمحل ہے کہ ان چیزوں  
 کے کم ہونے سے جن سے تو خوش ہوتا ہے ضرور ہے کہ تیرا رنج و غم بھی کم ہوگا جبکہ ان  
 چیزوں کا فقدان ہوگا۔

(۱۶۰) اگر تو چاہے کہ مغزولی کے غم سے محفوظ رہے تو بے بقا اور ناپائدار ولایت دنیاوی  
 اختیار نہ کر۔

(۱۶۱) اگر تجھ کو ولایت دنیاوی کی ابتدا اس کی طرف رغبت دلاتی ہے تو اس کی انتہا



یعنی مغزولی یا موت اس سے تمہیں بے رغبت اور بنیرا کرتی ہے۔ اگر اس کا ظاہر تجھے اس کی طرف بلاتا ہے تو اس کا باطن تجھے اس سے روکتا ہے۔

(۱۶۲) خداوند تعالیٰ نے دنیا کو اغیار کا محل اور کدورتوں کا معدن اس لیے بنا دیا ہے کہ تجھے کو اس سے بے رغبت کر دے۔

(۱۶۳) اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تو ترک دنیا کی نصیحت قبول نہیں کرے گا۔ تو اس نے دنیا کے مصائب کی چاشنی کا ایسا تلخ ذائقہ چکھایا کہ تجھ پر دنیا کی مفارقت سہل کر دی۔

(۱۶۴) فائدہ بخش علم وہی ہے جس کی شعاعیں سینہ میں پھیل جائیں اور دل پر سے شکوک اور ہام کے تاریک پردے اٹھائے۔

(۱۶۵) عمدہ علم وہ ہے جس کے ساتھ خشیتِ الہی بھی شامل ہو۔ علم کے ساتھ اگر تجھے خوفِ خدا بھی ہے تو وہ علم تجھے فائدہ رساں ہے ورنہ وہ تیرے لیے نقصان بخش ہے۔

(۱۶۶) اگر لوگوں کی تیری طرف بے توجہی یا تجھے بدگوئی کے ساتھ یاد کرنا تجھے تکلیف دے تو تجھ کو اپنے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف (جو تیرے افعال کی بہ نسبت ہے) رجوع کرنا چاہیے۔ اگر تجھ کو حق تعالیٰ کے علم پر قناعت نہ ہو۔ تو یہ آفت یعنی اللہ تعالیٰ کے علم پر قانع نہ ہونا ایذائے خلق کی مصیبت سے بدرجہا سخت تر ہے۔

(۱۶۷) مخلوق کے ہاتھوں تجھ کو صرف اس لیے اذیت پہنچاتا ہے کہ تیرا دل ان کے ساتھ وابستہ نہ ہو۔ نہ اس کا ارادہ ہے کہ تجھ کو مخلوق کی اذیت پہنچا کر ہر ایک چیز سے دل برداشتہ کر دے تاکہ کوئی چیز اس سے تجھے غافل نہ کر دے۔

(۱۶۸) جب تو یہ جانتا ہے کہ شیطان تیرے بہکانے اور اغوا سے غافل نہیں رہتا تو تم بھی اپنے اس مولا سے جس کے قبضہ قدرت میں تیری جان ہے غفلت نہ کرو۔

(۱۶۹) جس نے اپنے لیے تواضع کو ثابت کیا تو وہ شخص بے شبہ متکبر ہے۔ کیونکہ تواضع کا دعویٰ تو اپنی رفعت قدر کے مشاہدہ کے بعد ہی ہوگا۔ پھر جب اپنے لیے تواضع کا دعویٰ کرتا ہے تو گویا اسے اپنے بلند مرتبہ پر نظر ہے تو وہ متکبر ہوا۔

(۱۷۰) حقیقت میں وہ شخص متواضع نہیں کہ جب کبھی تواضع سے کوئی کام کرے تو اپنے

آپ کو اس سے بلند وبالا سمجھے۔ بلکہ متواضع وہ ہے کہ جب تواضع کا کوئی کام کرے تو اس سے بھی اپنے کو کمتر و پست خیال کرے۔

(۱۶۱) حقیقی تواضع وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی تسخلی کے مشاہدہ سے پیدا ہو۔

(۱۶۲) مومن کو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اپنے نفس کی خود پسندی و شکر گزاری سے روک دیتی

ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کی بجا آوری کا خیال اسے اپنے خطوط انسانی کی یادداشت سے باز رکھتا ہے۔

(۱۶۳) محب صادق وہ نہیں جو اپنے محبوب سے عوض کا امیدوار یا حصول غرض کا طلبگار ہو۔ بلکہ محب حقیقی وہ ہے جو اپنے محبوب کے لیے سب کچھ نثار کر دے۔ نہ یہ کہ محبوب ہی اس کے لیے کچھ ایتار کرے۔

(۱۶۴) تجھ کو اپنے عالم شہادت اور عالم غیب کے درمیانی عالم میں اس لیے پیدا کیا کہ

تیری عظمت قدر اور سب مخلوقات پر تیری فوقیت منزلت تجھے معلوم کرادے۔ اور یہ

جتلادے کہ تو ایسا گوہر مکتبہ ہے جس پر تمام مخلوقات صدف کی طرح سے لپٹے ہوئے ہیں۔

(۱۶۵) عالم سفلی تیری جسمانیت کے اعتبار سے ہی تجھے سمائے ہوئے ہے۔ ورنہ بلحاظ

تیری روحانیت کے تجھے کبھی سما نہیں سکتا۔

(۱۶۶) جو دنیا میں موجود ہو اور اس کے لیے علوم و معارف غیبیہ کے دروازے مفتوح

نہ ہوئے تو وہ شخص اپنی شہوات کے ساحطہ میں مقید اور اپنی ہستی آب و گل کے چکر میں گھرا ہوا ہے۔

(۱۶۷) تم مخلوقات کے ساتھ اس وقت تک پابند ہو جب تک کہ تمہیں خالق کی معرفت کا مشاہدہ

نہیں پھر جب تم نے مشاہدہ کر لیا تو ساری مخلوقات تیرے ساتھ ہو لے گی۔

(۱۶۸) طاعت پر دنیا میں ہی ثمروں کا پانا آخرت میں طاعت کرنے والوں کے لیے

ان پر بدلہ ملنے کی مبارکبادیاں ہیں اور خوشخبریاں۔

(۱۶۹) اسی کے بخشے ہوئے عمل پر تم کیونکہ عوض طلب کر سکتے ہو اور اس کی دی ہوئی

سچائی و اخلاص پر کس طرح سے جزا کا سوال کر سکتے ہو۔

(۱۸۰) اللہ تعالیٰ شانہ نے تجھ کو تین طرح سے بزرگی عطا فرمائی۔ اول یہ کہ تجھے اپنے

ذکر کی توفیق دی۔ اور اگر اس کا فضل نہ ہوتا تو تم میں یہ نیاقت و اہلیت نہ تھی کہ تم اپنی زبان اور قلب پر اس کے ذکر کو جاری رکھ سکو۔

دوسرے یہ کہ تجھے اپنی طرف منسوب کیا جس کی وجہ سے تجھے عبد اللہ (نبدہ خدا) کا معزز خطاب دیا جاتا ہے۔

تیسرے تیرے ذکر کو اپنے یہاں فرما کر اپنی نعمتیں تجھ پر تمام کر دیں۔

(۱۸۱) بعض عمروں کی مدت دوازد ہوتی ہے لیکن اس کے منافع کم ہوتے ہیں اور بعض عمروں کی مدت کم لیکن اس کے فوائد زیادہ ہوتے ہیں۔

(۱۸۲) جس کی عمر میں برکت دی جاتی ہے وہ تھوڑے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے انکسار و احسانات اس قدر پالیتا ہے جن تک نہ اشارہ پہنچ سکتا ہے اور نہ دائرہ عبادت و بیان کے احاطہ میں آ سکتے ہیں۔

(۱۸۳) تمام مشاغل سے فارغ ہو کر پھر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہ ہوتا اور مولح کی قلت کے باوجود بھی اس کی طرف رجوع نہ کرنا پوری رسوائی اور بے توفیقی ہے۔

(۱۸۴) سالک کو ضروری ہے کہ اس وجود کے ستونوں کو گرا دے۔ تاکہ اس کی بنائیں محکم ہو جائیں اور عبادت و مقصدنیات جو اس کو اس سے چھین لے۔ پس دانا وہی ہے جس کی

خوشنودی خانی کے بہ نسبت باقی کے ساتھ زیادہ ہو جس کا نور پاک اٹھا ہے اور جس کی خوشنودہ ملائمتیں ظاہر ہو جاتی ہیں تو اس عارض نے ایسے خانی دار سے آنکھیں بند کر کے دو گزالی کی

اور پشت پھیر کر اس سے اعراضی کیا۔ نہ اس نے اس کو اپنا وطن بنایا۔ اور نہ اپنا مکان شیرایا۔

(۱۸۵) بلکہ اس نے وہ گرا کر اپنی سمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھایا اور اللہ تعالیٰ کی طرف

پیش قدمی کر کے میں اسی سے اعانت طلب کرتا ہوں اس کی طرف چلا۔

وَقُلْ تَرَبَّتْ أَدْعِيَّتِي مَدِينَتِي وَمَدِينَتِي وَأَخْرَجْتَنِي مَخْرَجَ مَدِينَتِي  
لِيَكُونَ لِي مَخْرَجٌ إِلَى مَدِينَتِكَ وَتَسْوِيَتِكَ إِذَا أَرَادَتْ نِي وَاسْتَمَدَّتْ حِي وَ  
أَنْفِي بِكَ إِذَا أَخْرَجْتَنِي وَأَجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَهِيئًا  
يُنْصِرُنِي وَنُصْرِي عَلَى شَهْوَتِي

Marfat.com

وَلْيَغْنِيَنِي عَنْ دَائِرَةِ حَبْنِي -

” اور کہو کہ اے میرے پروردگار! میرا مدخل اور مخرج مقام صدق و اخلاص فرما تاکہ داخل ہونے کے وقت میری نظرتیری طاقت اور قوت کی طرف لگی ہوئی ہو۔ اور خارج کرنے کے وقت میری گردن تسلیم و رضا تیرے آگے جھکی ہوئی ہو! اور اپنی جناب سے میرے لیے ایسا صاحب شوکت مددگار مقرر فرما جو میری اعانت کرے اور مجھ سے دوسروں کی اعانت کرائے اور مجھ پر کوئی غالب نہ ہو جائے اور نفس کے مشاہدہ پر وہ میری اعانت کرے اور دائرہ محوسات سے میرے وجود کو نکال کر فنا کر دے۔“

(۱۸۶) حق تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ ”اے داؤد! میرے سچے بندوں سے کہہ دے کہ وہ میرے ہی ساتھ خوش ہوں اور میرے ہی ذکر کے ساتھ اپنا دل ٹھنڈا کریں۔“ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مسرت اور فرحت اپنی ہی ذات اور اپنی رضامندی کے ساتھ فرمائے اور ہم کو اپنے سمجھنے والوں میں سے بنائے اور عافلیں میں سے نہ کرے اور اپنے کرم و احسان سے ہم کو اہل تقوائے کے راستے پر چلائے۔

(اب یہاں سے حکم بطور مناجات شروع ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔)

(۱۸۷) اَنَا الْفَقِيرُ فِي غِنَايَ فَكَيْفَ لَا اَكُونُ فَقِيرًا فِي فَقْرِي -

” الہی! جب میں اپنی غنا کی حالت میں بھی محتاج ہوں تو فقر کی حالت میں کیوں کہ محتاج نہ ہوگا۔“

(۱۸۸) اِلٰهِي اَنَا الْجَاهِلُ فِي عِلْمِي فَكَيْفَ لَا اَكُونُ جَاهِلًا فِي جَهْلِي -

” الہی! جب میں اپنے علم کی حالت میں بھی جاہل ہوں تو اپنے جہل کی حالت میں کس طرح جاہل نہ ہوں گا۔“

(۱۸۹) الہی! تیری تدبیر کے اختلاف اور تیری تقدیر کے سرعت نزول نے تیرے عارفین

بندوں کو تیری عطا پر مطمئن ہونے سے اور مصیبت میں تجھ سے ناامید ہونے سے روک دیا ہے۔

(۱۹۰) اَللّٰهُمَّ مَنِّىْ مَا يَلِيْقُ بِرُؤْحِيْ وَمِنْكَ مَا يَلِيْقُ بِكَرَمِكَ۔

” اَللّٰهُمَّ! مجھ سے وہی صادر ہوتا ہے جو میری ذمات اور ملامت کے لائق ہے

اور تجھ سے وہی ظہور پذیر ہوتا ہے جو تیرے لطف و کرم کو سزاوار ہے۔“

(۱۹۱) اَللّٰهُمَّ! وَصَفْتَ نَفْسَكَ بِاللُّطْفِ، وَالْحَقُّ اَنَّ قَبْلَ وُجُوْدِ ضَعْفِيْ۔

” اَفْتَمَعْتَنِيْ مِنْهُمْ مَّا لَبَدَدَ وُجُوْدِ عَصِيْ۔“

اَللّٰهُمَّ! تو نے میری ناتوانی کے وجود سے پہلے اپنے آپ کو لطف و مہربانی

سے متصف فرمایا ہے تو کیا اب میری ناتوانی کے وجود کے بعد مجھ کو لطف و مہربانی

سے محروم فرما دے گا۔“

(۱۹۲) اَللّٰهُمَّ! اِذَا كَرَّمْتَنِيْ سَيِّئَاتِيْ سَيِّئَاتِيْ تَوَيَّرْتَنِيْ اَفْضَلُ مِنْ اِحْسَانِ اِحْسَانِيْ۔ اور اگر مجھ سے برائیاں صادر ہوں۔ تو یہ تیرا عدل ہے اور تیرا مجھ پر احسان ہے۔

(۱۹۳) اَللّٰهُمَّ! كَيْفَ تَكَلُّمِيْ اِلَى النَّفْسِيْ وَقَدْ تَوَسَّلْتَ لِيْ ذَكِيْفَ اَضْمَامٍ وَاَنْتَ

النَّاصِرُ لِيْ اَمْ كَيْفَ اُخِيْبُ وَاَنْتَ الْكَفِيُّ لِيْ۔ هَا اَنَا التَّوَسَّلُ اِلَيْكَ

بِفَقْرِيْ اِلَيْكَ وَكَيْفَ اَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِمَا هُوَ مُحَالٌ اَنْ يَّصِلَ اِلَيْكَ

اَمْ كَيْفَ اَشْكُوْ اِلَيْكَ خَالِي وَهِيَ لَا تَخْفَى عَلَيْكَ اَمْ كَيْفَ اَتَرَجَّمُ لَكَ

بِمَقَالِيْ وَهُوَ مِنْكَ بَرَزَ اِلَيْكَ اَمْ كَيْفَ تُخِيْبُ اِمَالِيْ وَهِيَ قَدْ وَفَدَتْ

اِلَيْكَ، اَمْ كَيْفَ لَا تَحْسُنُ اِحْوَالِيْ وَرَبِّكَ قَامَتْ وَاِلَيْكَ۔

” اَللّٰهُمَّ! جب تو میرا کفیل ہے تو میرے نفس پر مجھے کیوں سپرد کرتے ہو۔ اور جب تو میرا

مددگار ہے تو میں کیوں نگر ذلیل ہو سکتا ہوں۔ اور جب تو مجھ پر مہربان ہے تو میں کس

طرح ناکام رہ سکتا ہوں۔ میں اپنے فقر و مسکنت کو تیری بارگاہ میں وسیلہ پکڑتا

ہوں اور جس چیز کا تیری بارگاہ عالی میں پہنچنا محال ہو۔ اس کو کیوں نگر وسیلہ

بنا سکتا ہوں اور اپنے حال کی کس طرح تجھ سے شکایت کر سکتا ہوں۔ جبکہ وہ

تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اور جبکہ میرا کلام بھی تیرے ہی حکم سے تیری بارگاہِ عالی میں نکلا ہے تو میں اس کو اپنا کلام ہونا کیونکر ظاہر کر سکتا ہوں۔ اور میری امیدوں کی جماعت و فخر ہو کر جب تیری بارگاہِ عالی تک چل کر پہنچی ہے تو وہاں سے کیونکر ناکام واپس ہو سکتی ہے اور جب میرے احوال کا مبداء و مرجع تو ہی ہے۔ تو وہ کیونکر عمدہ اور پسندیدہ نہ ہونگے۔“

(۱۹۳) اَللّٰہِیْ! مَا اَلطَّفُکَ بِیْ مَعَ عَظِیْمِ جَهْلِیْ وَمَا اَرْحَمَکَ بِیْ مَعَ قَبِیْحِ فَعْلِیْ۔

”الہی! باوجود میری بڑی نادانی اور ناعاقبت اندیشی کے تو مجھ پر کس قدر مہربان ہے۔ اور باوجود میرے قبیح افعال کے تو مجھ پر کس قدر رحیم و کریم ہے۔“

(۱۹۵) اَللّٰہِیْ! مَا اَقْرَبَکَ مِنِّیْ وَمَا اَبْعَدَ نِیَّ عَنْکَ۔

”الہی! تو مجھ سے کس قدر نزدیک اور میں تجھ سے کس قدر دور ہوں۔“

(۱۹۶) اَللّٰہِیْ! مَا اَرَفَاکَ بِیْ فَمَا الَّذِیْ یُجَلِّیْ عَنکَ۔

”الہی! تو مجھ پر کس قدر مہربان ہے پھر کونسی چیز مجھ کو تیرے مشاہدہ سے مانع و حاجب ہو سکتی ہے۔“

(۱۹۷) اَللّٰہِیْ! کَلَّمَا اَخَّرَ سَنِیَّ لُثُوْمِیْ اَنْطَقَنِیْ کَرَمُکَ وَ کَلَّمَا اَلِیْسَنِیْ اَوْصَافِیْ اَطْمَعَتَنِیْ مِنتَّکَ۔

”الہی! جب کبھی میری بدی نے میری زبان بند کی۔ تو تیرے کرم نے مجھ کو گویا کر دیا اور جب کبھی میرے اوصافِ رذیلہ نے مجھے مایوس کر دیا تو تیرے احسان نے میری ڈھارس بندھائی۔“

(۱۹۸) اَللّٰہِیْ مَنْ کَانَتْ مَحَاسِنُهُ مَسَاوِیْ فَلَیْفَ لَا تَکُوْنُ مَسَاوِیْہُ مَسَاوِیْہِیْ وَمَنْ کَانَتْ حَقَائِقُهَا دَعَاوِیْ فَلَیْفَ لَا تَکُوْنُ دَعَاوِیْہُ۔

”الہی! جس کی نیکیاں بھی برائیاں ہوں تو بھلا اس کی برائیاں کیونکر برائیاں نہ ہونگی

اور جس کے علوم و حقائق بھی دعویٰ ہی دعویٰ ہوں تو پھر اس کے دعویٰ کیونکر  
محض دعویٰ نہ ہوں گے؟

(۱۹۹) الہی! تیرے حکم نافذ اور مشیت غالب نے کسی صاحب مقال کے لیے جائے  
مقال اور کسی صاحب حال کے لیے مقامِ حال باقی نہ چھوڑا ہے۔

(۲۰۰) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَعْلَمُ دَانَ لَمْ تَدِّمِ الطَّاعَةَ مِنْيْ فِعْدًا فَقَدْ دَامَتْ  
مَحَبَّةٌ وَعَزْمًا۔

” الہی! تو جانتا ہے کہ اگرچہ مجھ سے طاعت کی بجا آوری پر مداومت نہیں ہوئی  
لیکن طاعت کی محبت و عزم پر یقیناً مداومت رہی ہے۔“

(۲۰۱) الہی! جب تو ظاہر و غالب ہے تو میں کیونکر عزمِ راسخ کر سکتا ہوں اور جب  
تو حکم فرما ہے تو میں کس طرح نچتہ ارادہ نہ کروں۔

(۲۰۲) الہی! جو چیز اپنے وجود میں تیری محتاج ہے اس سے تیرے وجود پر کیونکر استدلال  
ہو سکتا ہے۔ کیا ماسویٰ کو ایسا ظہور ہو سکتا ہے جو تجھے حاصل نہ ہو۔ یہاں تک کہ وہ  
تجھے ظاہر کر نیوالا بنے۔ تو غائب ہی کب ہے جو تیرے وجود پر کسی دلیل لانے کی حاجت  
پڑے اور تو بعید ہی کب ہے جو مخلوقات اور آثار کے ذریعہ تجھ تک رسائی ہو سکے۔

(۲۰۳) اَللّٰهُمَّ عَيْنٌ لَا تَرَاكَ عَلَيْهِمْ اَرْقِيْبًا وَخَيْرٌ حَنَفَقَةٌ عَبْدٌ لَمْ  
يَجْعَلْ لَهٗ مِنْ حُبِّكَ نَصِيْبًا۔

” الہی! وہ آنکھ جو تجھ کو اپنے اوپر نگہبان و محافظ نہ دیکھے، اندھی ہو۔ اور اس  
بندے کی تجارت جس نے اپنے لیے تیری محبت کا حصہ نہیں لیا ٹوٹے میں ٹری ہوئی ہو۔“

(۲۰۴) اَللّٰهُمَّ اَمْرٌ بِالرُّجُوْعِ اِلَى الْاَثَارِ فَارْجِعْنِيْ اِلَيْهَا بِكُسُوَةِ الْاَنْوَارِ  
وَهِدْ اَيْدِيَ الْاَسْتَبْصَارِ حَتّٰى اَرْجِعَ اِلَيْكَ مِنْهَا كَمَا دَخَلْتُ اِلَيْكَ  
مِنْهَا مَصْنُوْنٍ اَلْتَسِرُ عَنِ النَّظْرِ اِلَيْهَا وَمَرْفُوْعٍ اَلْهَمَّةِ عَنِ الْاِعْتِمَادِ  
عَلَيْهَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

” الہی! تو نے آثار کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمایا ہے تو مجھے اپنے انوار کے





دساؤں شیطانی پر مدد مانگتا ہوں تو میری مدد کر۔ اور تجھی پر بھروسہ کرتا ہوں  
کسی دوسرے کے سپرد نہ فرما۔ اور تجھی سے سوال کرتا ہوں مجھ کو ناامید نہ کر۔ اور  
تیرے فضل و کرم کا امیدوار ہوں مجھے محروم نہ فرما۔ اور تیری ہی بارگاہ عالی کی  
طرف منسوب ہوں۔ مجھ کو وہاں سے دور نہ کر اور تیرے ہی دروازہ پر کھڑا  
ہوں مجھے وہاں سے نہ دھکیل۔“

(۲۰۹) الہی! جب تیری رضا اس سے بھی پاک اور منترہ ہے کہ تیری طرف سے اس  
کے لیے کوئی علت یا سبب ہو۔ تو بھلا میرا کوئی عمل یا حال اس کا سبب کیونکر ہو سکتا ہے۔  
(۲۱۰) الہی! جب تو اپنی ذات کاملہ میں اس سے بھی غنی ہے کہ تجھ کو تجھ سے کوئی  
نفع پہنچے تو بھلا مجھے ناقص و ناکارہ سے تو کیونکر غنی نہ ہوگا۔

(۲۱۱) اَللّٰہِیْ اِنَّ الْقَضَاءَ وَالْقَدْرَ عَلَیَّ وَاِنَّ الْاَلٰہِیَّ بِوِثَاقِ  
الشَّہْوَةِ اَسْرَیْ فَلَئِنْ اَنْتَ النَّصِیْرُ لِیْ حَتّٰی تَنْصُرَنِیْ وَتَنْصُرَنِیْ  
وَ اَعِیْنِیْ بِفَضْلِکَ حَتّٰی اَسْتَغْنِیْ بِکَ عَنْ طَلْبِیْ۔

” الہی قضا و قدر مجھ پر غالب آئی۔ اور ہوائے نفسانی نے شہوت کی مضبوط  
زنجیروں میں مجھے جکڑ لیا ہے۔ تو اب تو ہی میرا مددگار ہو جا۔ کہ میری بھی انتہا کے  
اور میرے واسطہ سے دوسروں کی بھی مدد فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے  
مجھے اس قدر غنی کر دے کہ تیرے مشاہدہ جلال و جمال کے ساتھ اپنی طلب سے  
بھی مستغنی ہو جاؤں۔“

تو وہ پاک ذات ہے جس نے اپنے دوستوں کے دلوں میں معارف کے انوار  
یہاں تک روشن کیے کہ انہوں نے تجھے پہچانا اور تیری وحدانیت کا اعتراف کیا۔ و  
تو وہ ذات پاک ہے۔ جس نے اپنے دوستوں کے دلوں سے اغیار کے تعلق یہاں تک  
قطع کر ڈالے کہ انہوں نے تیرے سوا کسی کو محبوب نہ بنایا اور نہ تیرے سوا کسی دوسرے  
کا سہارا پکڑا۔ عالم کے کدورات نے جب ان کو متوحش و پریشان کیا تو تو ہی ان کا مؤنس  
و رحق کے راستے ان پر اسی لیے منکشف ہوئے کہ تو نے ہی ان کی رہنمائی فرمائی۔

جس نے تجھ کو نہ پایا اس نے کیا پایا۔ اور جس نے تجھ کو پایا اس نے کیا نہ پایا۔ جو تیرے بدلے کسی دوسرے سے راضی ہوا وہ غائب و خاموش رہا۔ اور جس نے تیری بارگاہ عالی سے دوسری طرف منہ موڑا۔ اس نے سخت نقصان اٹھایا۔

(۲۱۲) اَللّٰهُ كَيْفَ يُرْجَىٰ سِوَاكَ وَ اَنْتَ مَا قَطَعْتَ الْاَحْسَابَ وَ كَيْفَ يُطَلَّبُ مِنْ غَيْرِكَ وَ اَنْتَ مَا بَدَّلْتَ عَادَةَ الْاِمْتِنَانِ  
 ” اللہ! تو نے اپنا احسان کم نہیں کیا ہے تو پھر کس طرح سے تیرے سوا کسی دوسرے سے امید کی جائے اور تو نے اپنی بندہ نوازی کی عادت کو نہیں بدلا ہے تو تیرے غیر سے کیونکر سوال کیا جائے۔“

(۲۱۳) اے وہ ذات جس نے اپنے دوستوں کو اپنی مہبت کا لباس پہنایا۔ تو وہ اس کی عزت کیساتھ عزت والے ہو کر قائم ہوئے۔ ذکر کرنیوالوں کے وجود سے پیشتر تو اپنے احسان سے ان کو یاد کرنے والا ہے۔ اور عبادت کرنے والوں کی توجہ سے پہلے تو لطف و احسان کی ابتدا کرنے والا ہے۔ اور سوال کرنے والوں کے سوال سے پہلے تو بخشش کرنیوالا ہے۔ تو ہی بخشنے اور دینے والا ہے۔ پھر خود ہی دے کر اپنی عطا ہم سے بطریق قرض مانگنے والا ہے۔

(۲۱۴) اللہ! اگرچہ میں تیری نافرمانی کروں پھر بھی میری امید منقطع نہیں ہوتی جس طرح سے کہ اگرچہ تیری فرمانبرداری کروں تو تیرا خوف مجھ سے زائل نہیں ہوتا۔  
 (۲۱۵) اَللّٰهُ كَيْفَ اُخْتِيبُ وَ اَنْتَ اَمَلِي وَ كَيْفَ اُهَانَ وَ عَلَيْكَ مُتَّحِلِي  
 ” اللہ! تو ہی میری اصل امید ہے تو پھر میں کیونکر ناامید ہو سکتا ہوں اور تو ہی میرا سہارا ہے پھر میں کیونکر ذلیل ہو سکتا ہوں۔“

(۲۱۶) اے وہ ذات! کہ جو اپنی رحمانیت سے عرش پر اس طرح مستوی و غالب ہوئے کہ عرش بھی اس رحمانیت میں غائب و مستور ہو گیا۔ جس طرح کہ سارے عالم اس عرش کے اندر ہی غائب پوشیدہ ہیں۔

(۲۱۷) اے وہ ذات! جو اپنی عزت و عظمت کے پردوں میں آنکھوں کے ادراک

سے بالاتر اور محبوب ہے۔

(۲۱۸) اسے وہ ذات جس نے اپنی صفات کمالیہ کے ساتھ عارفین کے قلوب پر تجلی فرمائی تو اس کی بے نہایت عظمت ان کے قلوب کے اندر متحقق و راسخ ہو گئی۔ تو بھلا کیونکر چھپ سکتا ہے۔ جبکہ تو ظاہر و آشکارا ہے۔ اور تو بھلا غائب کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ تو ہی نگہبان و حاضر ہے۔  
اللہ ہی توفیق دینے والا ہے اور اسی سے ہم اعانت طلب کرتے ہیں۔

یہاں تک حکم کے چیدہ مقامات کی تلخیص ختم ہوئی۔  
فقط

میں ہوں اپنے پروردگار کی رحمت کا محتاج بندہ محمد حسن فاروقی اللہ تعالیٰ اپنے لطفِ حسی سے مجھے بخش دے۔ اپنے رب کی بارگاہ میں یہ مناجات پیش کرتا ہوں؛  
”اے میرے پروردگار! اگر تو مجھے عذاب دے تو بسبب ان گناہوں کے جو مجھ سے سرزد ہو چکے ہیں۔ میں بیشک اس کا سزاوار ہوں۔“  
اور کتنی میری خطاؤں کی لغزشوں پر تم نے پردہ پوشی فرمائی ہے۔ بیشک تو صاحبِ فضل و کرم ہے۔“  
لوگ مجھے اچھا اور نیک خیال کرتے ہیں اور میں سب سے بدتر ہوں گا۔  
اگر تو نے مجھے عفو نہ فرمایا۔

میرے پاس میری نجات کے لیے کوئی بھیل نہیں مگر ایک تیرے عفو کی امید اگر تو نے مجھے بخش دیا۔ اور دوسرا میرا حسن ظن جو تیرے لطف سے وابستہ ہے۔

اللہی عَبْدُكَ الْعَاصِي أَتَاكَ  
مَقْرَبًا بِالدُّنُوبِ وَقَدْ دَعَاكَ  
فَإِنَّ لَعْفَرًا فَانْتَ لِذَلِكَ أَهْلٌ  
وَإِنْ تَطَرَّدْتَهُمْ يَرْحَمُ سِوَاكَ

ترجمہ

اے پروردگار۔ تیرا نافرمان بندہ تیرے دربار میں حاضر ہوا ہے اس حال

میں کہ اپنی خطاؤں کا اقرار کرتا ہے۔ اور تجھے پکار رہا ہے۔“  
 اگر تم اسے بخش دو گے تو تم اس بخشش کے ہر طرح سے لائق ہو۔ اگر  
 تم اسے نکال دو گے تو تیرے سوا اس پر بھلا کون رحم کرے گا۔“

اے میرے پروردگار۔ کسی عناد یا سرکشی کی وجہ سے میں نے تیری نافرمانی  
 نہیں کی۔ بلکہ میری کم سختی اپنی آرزو کو پہنچ گئی۔  
 اگر مجھے بخش دو گے تو تم اس بخشش کے ہر طرح سے اہل ہو اور اگر یہ کمال  
 دو گے تو نہایت افسوس کا مقام ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی نیک توفیق سے رسالہ ”طریق النجات“ کی تالیف  
 سے پیر کے دن اوائل ربیع الاول سن تیرہ سو انچاس (۱۳۴۹) ہجری میں فراغت حاصل ہوئی۔

اللَّهُمَّ اَحْتِمْنَا بِالْخَيْرِ وَالسَّعَادَةِ وَنَجِّنَا بِفَضْلِكَ مِنْ  
 اَهْوَالِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ بِجَاهِ مَنْ لَمْ يَعْزُ وَانْكَرْ اُمَّتًا وَصَلَّى  
 اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ سُفِينِ النَّجَاةِ  
 وَنَجْوَى الْهُدَايَةِ اٰمِيْنَ ۝

اے میرے پروردگار۔ ہمارا خاتمہ سعادت و خوبی کے ساتھ کیجیو! اور اپنے  
 فضل و کرم سے بجزمت ذات معظمہ و مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روز  
 قیامت کے ہولناک مصائب سے ہمیں نجات بخشیو۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ

و اصحابہ و بارک وسلم

(امین)

## رسالہ تنویر و در بیان مسئلہ تقدیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد الہی اور برگزیدہ بندوں پر سلام کہنے کے بعد  
جاننا چاہئے (اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق دے) کہ تقدیر کا  
مسئلہ علم کلام کے دقیق ترین مسائل میں سے ہے۔

حاصل یہ کہ تقدیر پر ایمان لانا واجب ہے  
اور اس کی حقیقت اور ماہیت کی بحث میں پڑنا ممنوع  
ہے۔ جس کی طرف ابتدائی کتاب میں ہم اشارہ کر چکے  
ہیں۔

مسئلہ روح کو بھی بالکل اسی طرح سمجھنا چاہئے۔  
چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لوگ آپ سے (حنوؤر

کو خطاب ہے) روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں۔ آپ  
کہہ دیجئے کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے اور تم

لوگوں کو تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔ اس لئے ہم بھی اپنی  
کو تاہی عقل کی بنا پر کہ ان دونوں مسئلوں کے درمیان

ہمارا فہم قاصر ہے۔ ان کی حقیقت اور ماہیت کی بحث  
نہیں چھیڑتے۔ اور ان کا علم اللہ ہی کو سونپ دیتے

ہیں۔ لیکن مسئلہ تقدیر کی اس حیثیت سے بحث کرتے  
ہیں کہ اس کو افعال عباد سے کیا تعلق ہے۔ اور مسئلہ

روح کی یوں بحث کی جاتی ہے کہ اس کو ابدان عباد سے  
کیا لگاؤ ہے۔

بیک گروہ نے تو قدر کا صاف انکار کر دیا ہے۔  
ان کو "قدیر" کہا جاتا ہے۔ اور ایک جماعت قدر

## رسالہ التنویر بیان مسئلہ التقدر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

المحمد لله و سلام علی عبادہ  
الذین اصطفیٰ اعلم و نفاک  
اللہ تعالیٰ ان مسئلہ التقدر

من ادق مسائل علم الکلام  
والایمان بہ واجب والبعث  
عن کذا ما ہیتہا ممنوع

کما اشارنا الیہ فی اول کتاب  
طریق النجاة و کذا لک مسئلہ  
الروح قال اللہ تعالیٰ و

یسئلونک عن الروح قل  
الروح من امر ربی  
وما و تیتم من العلم

الاقلیلا فحق لا یبحث  
عن کذا ما ہیتہا ما تین  
المسئلین لقصور انہا

منا عن درکھا و نفوض  
علہا الی اللہ العزیز العلیم  
لکن البعث عن مسئلہ التقدر

من حیث تعلقھا بافعال العباد  
والبعث عن الروح من حیث تعلقھا  
بابدان العباد۔ فقوم انکر و القدر

وہم القدرتیر۔ و قوم اثبتوہ

کا تو اثبات کرتی ہے لیکن پھر اس کے ساتھ بعد  
کو بھی بالکل مجبور سمجھتے ہیں۔ ان کو "مرجیہ" کہا  
جاتا ہے۔ درمیانی اور محتاط طریقہ پر اللہ تعالیٰ نے  
اہل سنت و الجماعت ہی کو ہدایت فرمائی ہے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو قسم کے لوگ میری  
امت میں سے ایسے ہوں گے کہ جو اسلام سے بالکل  
بے بہرہ ہوں گے ایک مرجیہ اور دوسرے قدریہ۔

شیخ علی قاری "مرقات میں لکھتے ہیں کہ مرجیہ  
وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ کل افعال اللہ تعالیٰ کی  
تقدیر سے ہیں اور بندوں کو ان میں کوئی اختیار نہیں  
اس لئے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی معصیت  
ضرر رسان نہیں جس طرح سے کہ کفر کے بعد کوئی نجات  
فائدہ مند نہیں۔ اور قدریہ وہ ہیں جو قدر کا انکار  
کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال بندوں  
کی ہی قدرت سے پیدا شدہ ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت  
امدادیہ کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ اس جماعت  
کو قدریہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ لوگ مسئلہ قد  
میں بحث بہت کرتے ہیں۔ (انتہا)

ہماری غرض مسئلہ تقدیر کی بحث سے یہ ہے  
کہ مسلمانوں کے عقائد کجروی اور اللہ تبارک و تعالیٰ  
کی طرف ظلم کی نسبت کرنے سے نجات پائیں۔ اور  
یہی بات ہمارے لکھنے کی باعث ہوئی کہ اس  
مسیبیت میں بہت سے اللہ کے بندے مبتلا نظر

وجعلوا العبد محبوبا وھم  
المرجیة وھدی اللہ تعالیٰ  
اہل السنة والجماعة الى الطریق  
الوسط الاحوط۔ راقی ابن  
عباس عن ان النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم قال صنفاں  
من امتی لیس لھما فی  
الاسلام نصیب المرچیة  
والقدریة قال الشیخ علی  
القاری فی المرات المرچیة  
ھم الذین یقولون الافعال  
کلھا بتقدیر اللہ تعالیٰ و  
لیس للعباد فیھا اختیار فانه  
لا یضر مع الایمان معصیة  
کما لا ینفع مع الکفر طاعة۔  
والقدریة ھو المنکون  
للقد والقائلون بان افعال  
العباد مخلوقة بقدرہم  
لا بقدر اللہ تعالیٰ و ارادہ  
وانما نسبت هذه الطائفة الى  
القدر لانهم یبحثون فی لقد کثیرا  
انتہی۔ والباعث علینا فی البحث  
عن مسئلة التقدير نجات عقائد  
المسلمین عن الزیغ وعن نسبة الظلم  
الی اللہ تعالیٰ وقد ابتلی بهذا المصیبة

كثير من العباد فانك ترى  
 كثيرا من المنهكين في الضلالة  
 التاركين لفرائض الله تعالى  
 اذا عاتبهم بذلك يقولون هذا  
 شيء قدده الله علي قبل خلقي و  
 انما اقدر على تغيير خلق الله  
 فعنف هذه العبارة التي مجبور  
 في ترك الواجبات فعل المنهيات  
 والمجبور معذوم وكيف يعذبني  
 الله تعالى على امر قدده الله  
 علي قبل خلقي - وهذه العقيدة  
 مفرقة الى ابطال الشرائح وتوضيح  
 ارسال الرسل عيانا باالله منها  
 وقد وقع لي مناظرة مع من يدعي  
 العلم والصلاح في هذه المسئلة  
 فقال العبد مجبور لان الله تعالى  
 قال والله خلقكم وما تعلمون  
 فاعمال العبد لما كانت مخلوقة  
 لله تعالى فكيف يقدر العبد  
 على تغيير خلق الله - نقلت له  
 العبد مختار في فعله وان كان  
 مجبوراً في اختياره لان الله  
 تعالى يقول فمن شاء فليؤمن  
 ومن شاء فليكفر فعلم

آتے ہیں۔ اور بہت دیکھا جاتا ہے کہ لوگ گمراہی میں  
 منہمک اور فرائض الہی کو ترک کئے ہوئے ہیں۔ لیکن  
 اگر تم ان کو طاعت اور تنبیہ کرو تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ  
 ”یہ باتیں تو اللہ تعالیٰ نے ہماری تقدیر میں ہماری  
 پیدائش ہی سے پہلے لکھ دیں تھیں اب ہمیں کیا قدرت  
 و اختیار ہے کہ خلق الہی میں تغیر و تبدل کر سکیں۔ اس  
 کے یہ معنی ہوئے کہ واجبات کے ترک کرنے اور  
 محرمات کے ارتکاب پر ہم مجبور ہیں اور مجبور تو معذوم  
 ہی ہے اور اللہ تعالیٰ بھلا ہمیں ایسی بات پر کیونکر  
 عذاب دے گا۔ جس کو ہماری پیدائش سے ہی پہلے  
 اس نے ہماری تقدیر میں لکھ دیا ہو۔ اصل میں  
 یہ عقیدہ اس بات پر جا کر ختم ہوتا ہے کہ عیاذہ تعالیٰ  
 باللہ سب شریعتیں باطل اور بیکار ہیں اور اللہ تعالیٰ  
 نے رسولوں کو فضول بنا دیا ہے۔“

ایک ایسے شخص کے ساتھ جو علم و فضیلت  
 دعوائے کرتا تھا میرا اس مسئلہ میں مناظرہ ہوا۔ تو  
 اس نے یہ کہا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ نے  
 تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو بھی۔ پس جبکہ  
 بندے کے اعمال اللہ تعالیٰ ہی کے مخلوق ہیں تو  
 بندہ بے چارہ تغیر خلق الہی پر کیونکر قادر ہو سکتا ہے؟  
 میں نے اس سے کہا کہ بندہ اپنے فعل میں  
 مختار ہے اگرچہ اپنے اختیار میں مجبور ہے اس لئے  
 کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص چاہے ایمان لائے  
 اور جو شخص چاہے کافر بنے۔ اس سے ثابت ہوا کہ

بندہ مشیتہ (چاہنے کی قوت) رکھتا ہے اور مشیت  
ہی اختیار ہے ۱۱

اس نے کہا کہ یہ بھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے  
کہ اور تم نچا ہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ اس سے  
ثابت ہوا کہ بندہ مشیت نہیں رکھتا ۱۲

میں نے کہا کہ یہی تو ہمارے اس قول کل معنی  
ہے کہ بندہ اپنے اختیار میں مجبور ہے۔ اس بات کو  
اس مثال سے سمجھو کہ تندرست آدمی کی حرکت اس  
آدمی کی حرکت کے مخالف ہوتی ہے جس کو ریشہ  
کا مرض ہو۔ سر قش اپنی حرکت میں مجبور ہوتا ہے اور  
تندرست حرکت دینے میں مجبور نہیں اس لئے کہ

وہ تو اپنے ارادہ ہی سے حرکت دیتا ہے۔ جو ضرور  
ہے کہ کسی دینی یا دنیوی۔ نفسانی یا روحانی  
مصلحت کے بنا پر ہوگی۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ خود  
طاقت ارادہ یہ تمہارے عزم کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ

پیدا کر دیتا ہے یعنی اللہ کی مخلوق ہے۔ اور یہی اس  
آیت معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا

ہے اور تمہارے اعمال کو بھی پس وہ شخص جس  
ہو گیا لیکن چونکہ ابھی اس مسئلہ میں پیمیدگی اور  
اشکال باقی ہے۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ

اس مسئلہ کی پیمیدگی کو کچھ کھول دوں۔ زاور  
اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق مانگتا ہوں)

اس سیرے عزیز بھائی! پہلے اللہ تعالیٰ کی  
وسعت علم کو خود اللہ ہی کے کلام سے معلوم کرو

ان للعبد مشیۃ والمشیۃ  
ہی الاختیارہ نقال و ما  
تشاءن الا ان یشاء اللہ  
نشیۃ العبد منفیۃ۔ قلت  
هذا هو معنی قولنا انه مجبور  
فی اختیاریہ فحركة العاصم  
خلاف حركة المرئش فالمرئش  
مجبور فی حركته والعاصم لیس  
مجبور فی تحركه لان تحركه با ارادته  
لا بد ان تكون لمصلحته ویدیۃ  
او دنیویۃ نفسیۃ او روحیۃ  
نعم الطاقۃ الارادیۃ مخلوقۃ  
للہ تعالیٰ بعد عنہمک لذلك  
افعل وهذا معنی الایۃ واللہ  
خلقکم وما تعلمون فسکت۔  
ولما كان فی المسئلۃ اغراض  
الہیۃ بنذامن شرحها  
فنقول وباللہ التوفیق۔

اعلم

یا اخی

اولاً سعة علم اللہ

تعالیٰ من قوله تعالیٰ و

ان اللہ قد احاط بكل

شیء علماً



وَمَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى يَلْعَلُ مَا بَيْنَ  
 اَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا  
 يَحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِ الْاِلهِ  
 شَاءَ وَمَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى عَالِمِ  
 الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ شَيْءٌ  
 فِي السَّمَاءِ وَلَا  
 فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي الْكِبَرِ  
 فِي كِتَابِ مَبِينٍ وَمَنْ قَوْلِهِ  
 تَعَالَى وَلَوْ اَنَّ مَا فِي  
 الْاَرْضِ وَالْبَحْرِ مِثْقَالَ  
 ذَرَّةٍ سَبِغْتُمْ اَبْحَرًا  
 مَا نَفَعْنَا اللهُ شَيْئًا  
 وَالْمُرَادُ مِنْ كَلِمَاتِ  
 اللهُ الْعِلْمُ الْعَقْلِيُّ  
 الْعَلِيِّ سَعَةِ عِلْمِهِ  
 تَعَالَى اَنَّكَ تَرَى مَا  
 خَلَقَ اللهُ فِي الْاَرْضِ مِنَ  
 الْاَنْبِيَاءِ وَالْمَجَادَاتِ  
 وَذَوِي الْاَرْوَاحِ بِحَيْثُ  
 يَتَخَيَّرُ عَقْلُكَ فِي عَدِّهَا  
 وَتَعْلَمُ يَقِينًا اَنَّ خَالِقَ  
 الْجَمِيعِ هُوَ اللهُ تَعَالَى  
 وَهُوَ رَازِقُهُ وَحَافِظُهُ  
 وَعِلْمُهُ كُلُّ شَيْءٍ مُقَدَّمٌ  
 عَلَيْهِ خَلْقُهُ وَالْمَخْلُوقُ  
 نَسْرٌ مِنْ فَرْعِ الْعِلْمِ  
 لِاَنَّ مِنْ اَرْوَاحِ الْاَنْبِيَاءِ  
 يَلْعَلُ اَوْ لَا غَايَةَ مِنْ  
 نَفْعِهِ وَضَرَّتْ خَيْرُهُ  
 وَشَرُّهُ دَانَفَاسُهُ  
 اَرْزَاقُهُ وَحَالُهُ  
 وَمَالُهُ

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر ایک چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور ارشاد ہے کہ وہ جانتا ہے جو کچھ خلق کے روبرو ہے اور جو ان کے پیچھے ہے۔ وہ نہیں احاطہ کر سکتے اس کے معلومات میں سے کسی چیز کا۔ اور ارشاد ہے کہ وہ عالم الغیب ہے اس سے ذرہ برابر چیز پوشیدہ نہیں نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی (کوئی چیز ایسی نہ ہوگی) جو کتاب ظاہر میں موجود نہ ہو۔ اور ارشاد ہے کہ اگر جتنے کچھ زمین میں درخت ہیں۔ قلم ہوں اور سمندر سیاہی ہو کہ اس کے پیچھے سات سمندر اس کی حد کو کرے۔ (جب بھی) اللہ کے کلمات تمام نہ ہوں گے۔ کلمات سے مراد اللہ تعالیٰ کے معلومات ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی وسعت علم پر عقلی دلیل یہ ہے کہ زمین پر جو چیزیں نباتات، جمادات، اور حیوانات اللہ کی پیدا کی ہوئی اس انداز میں دیکھی جاتی ہیں کہ ان کے شمار میں عقل چکر کھا جاتی ہے۔ اور اس بات کو یقیناً ہر ایک جانتا ہے کہ ان سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہی ان کا رازق اور نگہبان ہی ہے۔ اور علم ہر ایک چیز کا اس کے پیدا کرنے سے پہلے ہی ہوتا ہے اور خلق تو علم کے فروغ میں سے ہے اس لئے کہ جو شخص کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے ضرور ہے کہ پہلے اس کی غایت، نفع و نقصان، خیر و شر، انفاس و ارزاق، حال و مال

سب کچھ جان لے۔ جب ان تمام امور کو جان لیتا ہے تو اس کے خلق پر اقدام کر سکتا ہے۔

اس صورت سے علم اور خلق میں عموم و خصوص کی نسبت ہوئی۔ پس افراد مخلوقات غیر متنناہیۃ کے ہر ایک فرد کے لئے اس کا خالق یقیناً علوم غیر متنناہیۃ رکھتا ہے۔ اگر تم عالم سموات اور جو اس سے بھی اوپر ہیں ان کے مخلوقات کو دیکھ لو تو زمین کی مخلوقات ان کی بہ نسبت ایسے معلوم ہونگی جو نسبت ایک قطرے کو بحرِ مجیہ کے ساتھ ہو سکتی ہے۔

تو اب خود ہی سوچو کہ درختوں کی قلمیں اور دریاؤں کی سیاہیاں کہ جو سب متنناہی ہیں علوم غیر متنناہیۃ کے لکھنے کے لئے کیسے کافی ہو سکتی ہیں۔ تو تمہیں تسلیم کرنا چاہئے کہ تقدیم ان سب پر قادر ہے اگرچہ حادث اس کے جاننے سے عاجز ہے۔ اور اس بات کو بھی سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہمارے علوم کی طرح نہیں ہے کہ معلومات اور محسوسات کے ادراک کے بعد پیدا ہوتا ہو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں سارے معلومات چھوٹے اور بڑے نئے اور پرانے کہ جو ازل سے اب تک ہونے والے ہیں سب کے سب ظاہر و منکشف ہیں بانکشاف تام بسیط۔ اس طرح پر کہ ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی چیز اس سے آسمان اور زمین میں پوشیدہ نہیں ہے۔

ہم نے جو علم الہی کی تعبیر "انکشاف تام بسیط" کے لفظ سے کی ہے تو یہ باعتبار ہمارے افہام ناقص کے

فبعد ما علم جميع ذلك يقدم  
على خلقه بين العلم والخلق  
عموم وخصوص فلكل فرد من  
افراد المخلوقات الغير المتناہية  
علوم غير متنناہية لخالق  
ذلك المخلوق وان نظرت في  
ملكوت السموات وما فوقها  
من المخلوقات ترى الارض  
بمخلوقاتها بالنسبة اليها كقطرة  
الى البحر المحيط فكيف تفى اقلام  
الاشجار ومداد البحار المتناہية  
بكتابة العلوم الغير المتناہية  
نسلوا لقديم به قدیر وان كان  
الحديث به ضعیفا۔ ثم اعلم ان  
علمه تعالى ليس كعلمنا حيث  
يتكون بعد ادراك المحسوسات  
والمعلومات فان المعلومات جميعها  
من الازل الى الابد صخيها و  
كبیرها قدیمها وحدثها منكشفة  
في علمه تعالى انكشافا تاما بسیطا  
بحث لا يعزب عنه مثقال ذرة  
في الارض ولا في السماء وان ما  
اشرفنا الى علمه تعالى بالانكشاف  
البسيط انما هو بحسب افهامنا الناقصة

والا فاعلم تعالیٰ صفة ذاتہ  
 له تعالیٰ فکمالا نقد رعلی  
 معرفتہ ذاتہ تعالیٰ کذلک لا  
 تقدیر علی معرفتہ صفاتہ اذا  
 علمت هذا فاعلم انه تعالیٰ  
 علم فی الازل انی اخلق  
 العبد الفلانی فی یوم کذا فی  
 ساعه کذا من سنه کذا و یوم  
 فی بطن امه کذا من الشهر  
 و الایام و یولد فاعلم عمره و علمه  
 و مرزقه و اجله و خیر و شره  
 و صحته و سقمه و کلامه  
 و صمته و طاعته و عصیانہ  
 و اکلہ و شربہ و اخلاصہ و  
 نفاقہ و سعادتہ و شقاوتہ  
 و غترکہ و سکونہ و نومہ و یقظہ  
 و حیاتہ و مماتہ و جمیع اطوارہ  
 و اصنافہ من حین یولد الی  
 حین یموت و بعد لموت الی ابد  
 الابد و علم انه یفعل کذا فی  
 ساعه کذا و اجازیر یکنی و کان  
 هذا العلم مستکنا فی خزائن العلوم  
 الغیر المتناهیة فلما ان اراد الله  
 تعالیٰ الملائع بعض خواص عباده

ہے۔ ورنہ علم الہی خداوند تعالیٰ کی صفت ذاتی ہے  
 اور جس طرح سے کہ ہم خداوند تعالیٰ و تقدس کی معرفت  
 ذات پر قدرت نہیں رکھتے۔ اسی طرح سے  
 معرفت صفات پر بھی ہم قادر نہیں ہیں۔  
 اس کے بعد یہ سمجھو کہ خداوند تعالیٰ نے ازل  
 میں جان لیا تھا۔ کہ میں فلاں بندہ کو فلاں  
 دن اور فلاں ساعت اور فلاں برس میں  
 پیدا کروں گا۔ اور یہ بندہ اپنی ماں کے  
 پیٹ میں اتنے مہینے اور اتنے دن رہے گا۔  
 اور اس کے بعد تولد ہوگا۔ اسی طرح سے  
 اس کی عمر اور عمل۔ رزق اور اجل  
 خیر و شر۔ تندرستی اور بیماری۔ گفتگو اور  
 خاموشی۔ فرمانبرداری اور نافرمانی۔  
 کھانا اور پینا۔ اخلاص اور منافقتی۔ نیک  
 بختی اور بدبختی۔ حرکت اور سکون۔ سونا اور  
 جہنم۔ حیات اور موت۔ اور سب سے پیدا ہوا ہے  
 اوضاع و اطوار جب سے پیدا ہوا ہے  
 مرنے کے دم تک اور مرنے کے بعد بلا آباد  
 تک سب جان لئے تھے۔ اور یہ بھی جان  
 لیا تھا کہ یہ بندہ ایسا کام فلاں ساعت  
 میں کرے گا۔ اور اس کی یہ جزا اسے  
 ملے گی۔ یہ علم دراصل خداؤں علوم غیر  
 متناہیہ میں پوشیدہ تھا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ  
 نے ارادہ فرمایا کہ اپنے بعض خاص بندوں

عليه من المشكاة المقربين  
عبادة الصالحين قابل  
ذلت العلم المكنون  
باللوح المحفوظ فشهد  
جميع ذلك في اللوح بطريق  
الانعكاس بواسطة القلم  
الرباني فذلك هو التقدير  
الذي امرنا بالايمان  
به والقضاء الذي امرنا  
بالرضا به ولا بد ان يظهر  
جميع ما كتب في اوقاته المحضوة  
المقدرة لها لا تبدل  
لكلمات الله تعالى كما قال  
النبي صلى الله عليه وسلم  
جف القلم بما هو كائن  
في هذا المحل يحول الله ما  
يشاء بسبب من الاسباب  
ويثبت ما يشاء بسبب من الاسباب  
لان القادر على الابدان قادر  
على الاعلام بالطريق الاولى

و  
ذلت تقدير

العزیز

العلیم

یعنی ملائکہ مقربین اور صالح بندوں  
کے ارواح کو اس سے اطلاع دے تو  
اس پوشیدہ علم کو لوح محفوظ کے سامنے  
کر دیا تو وہ سب لوح محفوظ میں بواسطہ قلم  
ربانی بصورت انعکاس ظاہر ہو گئے۔  
اسی کو تقدیر کہتے ہیں جس کو ایمان  
لانے کا امر کیا جاتا ہے اور یہی قضا  
ہے جس پر راضی رہنے کا حکم دیا جاتا  
ہے۔

اور ضرور ہے کہ جو کچھ وہاں لکھا جا  
چکا ہے وہ اپنے اوقات مخصوصہ معینہ  
پر ہی ظاہر ہوا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ  
کے کلمات میں تبدیل کی گنجائش نہیں  
اور جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا ہے کہ "جو چیزیں ہونے والی  
ہیں ان کو لکھ کر قسم فرغ ہو گیا ہے۔"  
اور اسی محفل میں یہ آیت وارد ہے  
کہ محو کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے کسی سبب سے  
اور ثابت رکھتا ہے جو چاہتا ہے  
کسی سبب سے۔ اس لئے کہ جو پیدا کرنے  
پر قادر ہو وہ ناپید کرنے پر بطریق  
اولیٰ قادر ہوگا۔

اور یہ خداوند غالب و دانا کی تقدیر

ہے۔

اذا علمت هذا فاعلم  
ان التقدير على نوعين  
النوع الاول ما كان لكسب  
العبد فيه مدخل و  
تسبب حصول الرزق و  
الافعال البدنية والحركات  
الارادية والنوم واليقظة  
والطاعة والعصيان وغيرها  
والنوع الثاني ما لم يكن لكسب  
العبد فيه مدخل  
كالحيوة والمهمات والصحة  
والتقوى وعروض الافات  
الارضية والتماوية وتولد  
الذكور والاناث من  
الاولاد وغيرها ولا كلام  
لنا فيما لم يكن لكسب العبد  
فيه مدخل واللازم على  
العبد فيها التسليم والرضا  
واما النوع الاول وهو ما كان  
لكسب العبد فيه مدخل  
فنقول ان عمل العبد سبب  
لتقديره تعالى خيراً كان  
او شراً  
والجزء

جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا تو اب  
جاننا چاہئے کہ تقدیر دو قسم پر  
ہے۔ پہلی قسم وہ ہے کہ جس میں  
بندے کے کسب و عمل کو اس میں  
دخل ہو اور کسب اس کا سبب بن  
جاتا ہو۔ جیسے حصول رزق۔ افعال بدنیہ  
اور حرکات ارادیہ نیند اور بیداری  
طاعت و عصیان وغیرہ۔  
اور دوسری قسم وہ ہے جس میں  
کسب عباد کو مطلق دخل نہیں جیسے  
حیات و موت صحت و مرض۔ آفات  
سماویہ و ارضیہ کا عارض ہونا۔ اولاد  
میں نر و مادہ کا پیدا کرنا وغیرہ۔  
اور اس صورت میں جس میں  
کہ بندہ کے کسب کو دخل نہیں  
ہماری گفتگو بے سود ہے بلکہ بندہ پر  
اس صورت میں یہ لازم ہے کہ تسلیم اور  
رضا کو اپنا مسلک بنائے۔  
لیکن پہلی قسم جس میں بندے  
کے کسب کو دخل ہوتا ہے اس  
کے بارہ میں ہم تمہیں بتلا دیتے  
ہیں کہ بندہ کا عمل نیک ہو چاہے  
بڑا شدت تعالیٰ کی تقدیر کا سبب  
بن جاتا ہے۔ اور جزا جو اس پر

المرتب علیہ متبب  
 له لان العبد یعمل  
 باختیاره خیرا  
 کان او شرًا ویجذبہ  
 اللہ تعالیٰ علیہ  
 ان کان خیرا فحزیر  
 وان کان شرًا فشر  
 ان لم تسبقه العناء  
 بالتوبة او بالشفاعة  
 او غیر ذلک حتی انه  
 لم ینکتب علیہ شره  
 برهتہ من الزمان  
 لعده یتوب کما ورد  
 فی الحدیث قال اللہ  
 تعالیٰ من عمل صالحا  
 فلنفسه ومن اساء  
 فعلیها وما ربک  
 بظلام للعبید و  
 قال تعالیٰ  
 فاما من اعطی  
 واتقى  
 وصداقا بالحنی  
 فنیسره  
 للیسری

مرتب ہوتی ہے وہ اسی کا نتیجہ یا سبب  
 ہوتی ہے اس لئے کہ بندہ بُرا یا  
 بھلا عمل اپنے اختیار ہی سے کرتا  
 ہے حق سبحانہ و تعالیٰ پھر اس  
 عمل کے لحاظ سے بُری یا بھلی  
 جزا دے دیتا ہے بشرطیکہ عنایت  
 ازلی نے توفیق توبہ سے اس کی  
 دستگیری نہ کی اور شفاعت نے  
 اس کو اپنے سایہ رحمت میں  
 نہ لیا وغیر ذلک۔

یہ صورت نہیں ہوتی کہ یکایک بُری  
 جزا اس کے لئے لکھ دی جاتی  
 ہے اس لئے کہ شاید توبہ کی  
 توفیق اسے نصیب ہو جائے۔  
 چنانچہ ایسا ہی حدیث شریف  
 میں وارد ہو چکا ہے ۛ

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس کسی  
 نے نیک عمل کیا تو اپنے بھلے کے  
 لئے کیا اور جس نے بدکاری کی  
 تو وبال بھی اسی پر ہے اور تمہارا رب  
 بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے ۛ  
 اور ارشاد ہے کہ جس نے دیا  
 اور تقویٰ کیا اور سچ سمجھا اچھی بات  
 (یا جنت) کو تو ہم آسان کر دیں گے

واما من بخل واستغنى و  
 كذب بالحسنى فنيستره  
 للعسرى و انت تعلم  
 ان فاء التعقيبۃ تقتضى  
 الترتيب والتعقب فعلم  
 ان الجزاء يحدث بعد  
 العمل والتقدير الازلي  
 وهو علم الله تعالى بهذا  
 القصة لا يجبر العبد  
 على العمل وليس تقديره  
 تعالى في الازل سببا  
 لمعصية العبد حتى  
 يكون العبد مجبوراً في  
 المعصية وينسب الظلم  
 الی حضرت الله تعالى  
 وتقدير بتعذيبه  
 اية بعد  
 مجبوراً بآية تعالى  
 الله  
 عما يقول الظالمون  
 علواً  
 كبيراً  
 لان الله  
 تعالى

اسے آسانی کے لئے۔ اور جس  
 نے بخل کیا اور بے پروا رہا اور  
 جھوٹ سمجھا اچھی بات (یا جنت)  
 کو تو ہم اس کو آسان کر دیں گے  
 سختی اور تنگی کے لئے۔

اس آئیہ کریمہ میں (نحوی قاعدہ)  
 تم جانتے ہو گے کہ قاء "تعقیبہ ترتیب  
 اور درپے ہونے کو چاہتی ہے اس سے  
 ثابت ہوا کہ جزا عمل کے بعد  
 ہی پیدا کی جاتی ہے۔ اور تقدیر  
 ازلی یعنی علم الہی جو اس کام کے  
 متعلق تھا بندہ کو اس کام کرنے  
 پر مجبور نہیں کرتا۔ اور تقدیر الہی جو ازل  
 میں ہو چکی ہے بندے کی معصیت  
 کا سبب نہیں بن جاتی یہاں  
 تک کہ بندہ اپنی معصیت میں  
 بالکل مجبور ہو۔ اور حق سبحانہ و تعالیٰ  
 کی طرف ظلم کی نسبت کی جا  
 سکے کہ بندہ کے مجبور ہونے کے  
 ساتھ اسے عذاب دیا جا رہا  
 ہے۔ "ظالموں کے اس کہنے سے  
 حق سبحانہ و تعالیٰ برتر ہے اور  
 بہت برتر  
 اس لئے کہ خداوند تعالیٰ

لین بظلام للعین بل  
هو ارحم الراحمین  
بعبادہ و کیف یکلف  
الله

عبادہ بامرک

لهم بآمر و امر  
و نهيہ لهم عن المناهي  
و الحال

ان العباد لا یقدرون  
على شیء

من ذلک و ینیب التوفیق  
عنہم

کن یا سر الامی بقراءۃ  
کتاب لم یعرفہ و  
قدا

قال الله تعالى لا یکلف  
الله نفسا الا وسعها

لها ما کسبت

و علیها ما اکتسبت

و هذه العقیدۃ

من اجبت العقائد الفاسدۃ

لان فیها ابطال الشرائع

راسا

و ارسال الرسل فضولا

اپنے بندوں پر ظالم نہیں ہے  
بلکہ وہ تو اپنے بندوں پر ارحم الراحمین  
ہے۔ خود ہی سوچو کہ خداوند تعالیٰ اپنے  
بندوں کو کیسے اس بات کی  
بھلا تکلیف دے سکتا ہے کہ وہ کام کرو  
اور یہ کام نہ کرو اس حال میں کہ  
بندے بے چارے کسی چیز قدرت  
ہی نہ رکھتے ہوں اور توفیق ان سے  
پھین لی گئی ہو؟

یہ تو ایسا ہوا جیسے کوئی شخص کسی آدمی  
کے سامنے کوئی کتاب کھول دے  
کہ اس کو بیٹھے پڑھا کر جس کو  
وہ بے چارہ جانتا ہی نہ ہو؟

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد  
ہے کہ اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی

کو مگر اس کی طاقت کے موافق

اسی کو بلاتا ہے جو اس نے کمایا

اور اسی پر پڑتا ہے جو اس نے

کیا۔

یہ عقیدہ سب عقائد فاسدہ

میں نہایت ناپاک اور بُرا ہے

اس لئے کہ اس کی بنا پر سب

شریعتیں سرے سے بالکل باطل

ٹھہریں گی۔ اور رسولوں کے مبعوث



و عبثا عیاذ ابا اللہ منہا۔  
 فَاَنْ قُلْتَ كَيْفَ يَكُوْنُ عَمَلُ  
 الْعَبْدِ الْحَادِثِ سَبَبًا  
 لِتَقْدِيْرِهِ تَعَالَى وَتَقْدِيْرُهُ  
 تَعَالَى اَنْزَلِي وَتَقْدِيْرُهُ  
 السَّبَبِ عَلٰى الْمَسْبُوْبِ مَسْلُوْمٌ  
 عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ فَيَلْزَمُ  
 تَقْدِيْمُ الْمَسْبُوْبِ عَلٰى السَّبَبِ اِذَا  
 غَيْرَ جَائِزٍ - قُلْتَ التَّبَسُّ  
 عَلَيْكَ الْعِلْمُ بِالْعَمَلِ  
 فَاَنْ عَلِمَهُ تَعَالَى بِاَنَّ الْعَبْدَ  
 الْفُلَانِيَّ يَفْعَلُ الْفَعْلَ الْفُلَانِيَّ  
 فِي الزَّمَنِ الْفُلَانِيَّ وَاجَازِيَهُ  
 بِالْحِزَاءِ الْفُلَانِيَّ هَذَا هُوَ  
 التَّقْدِيْرُ الْاَزَلِيُّ وَنَسَلِمُ تَقْدِيْمَهُ  
 عَلٰى الْعَمَلِ الْحَادِثِ لِلْعَبْدِ  
 وَلَيْسَ هَذَا التَّقْدِيْرُ الْعَلِيَّ  
 فِي الْحَقِيْقَةِ سَبَبًا وَلَا مَسْبُوْبًا  
 بَلِ السَّبَبُ عَمَلُ الْعَبْدِ الْحَادِثِ  
 وَالْمَسْبُوْبُ جِزَاءُ الْعَمَلِ  
 الْحَادِثِ قَالَ اللهُ تَعَالَى وَاللهُ  
 خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ - فَكَمَا  
 اَنْ خَلَقَ الْعَبْدَ حَادِثًا وَ  
 مَبَاشِرَةً الْاَبُوْبِيْنَ سَبَبًا لَهُ

ہونے کو فضول اور عبث کہنا پڑے گا۔  
 پناہ بخداہ۔

سوال ! بندے کا عمل جو حادث  
 رونپیدا ہے تقدیر الہی ازلی کا کیسے سبب  
 بن سکتا ہے۔ اس لئے کہ سبب کا  
 مسبب پر مقدم ہونا اہل علم کے نزدیک  
 ثابت ہے اس صورت میں تو مسبب  
 سبب پر مقدم ہو رہا ہے حالانکہ یہ جائز  
 نہیں۔

جواب ! تم پر علم اور عمل کا التباس ہو  
 گیا ہے اس وجہ سے یہ اشکال پیدا ہوا ہے  
 صورت واقعہ یہ ہے کہ علم الہی میں جو یہ  
 بات تھی کہ فلاں بندہ فلاں نے زمانہ  
 میں یہ کام کرے گا اور اس کو اس پر یہ  
 جزا دی جائے گی یہی تقدیر ازلی ہے اور  
 اس کی تقدیم بندے کے حادث فعل پر ہم  
 ضرور مانتے ہیں لیکن یہ تقدیر علی و حقیقت  
 نہ سبب ہے نہ مسبب۔ بلکہ اس کا سبب  
 بندے کا وہ حادث عمل ہے اور اس  
 حادث عمل کی جزا اس کا مسبب ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ نے

تم کو پیدا کیا ہے اور تمہارے اعمال کو۔  
 پس جس طرح سے کہ بندہ خود حادث  
 ہے اور والدین کی مقاربت اس کا سبب

لذٰلک خلق عمل العبد  
حادث و مباشرۃ  
العبد سبب  
وجزاء اللہ  
تعالیٰ

ایا ہ بعد عملہ الحادث  
سبب لذٰلک

الفعل

فلا یلزم تقدماً المتبب  
علی التبب

فان قلت اما سمعت  
فی الحدیث الصحیح

معاتبۃ

موسیٰ لا آدم علی نبینا  
وعلیہما

الصلوۃ و التلاۃ

فی اکلہ الشجرۃ

فقال لہ

ادم علیہ السلام

بکم علمت تقدیرہ علی امر

قدرہ اللہ علی قبل خلقی

باربعین عاما قال النبی

صلی اللہ علیہ وسلم فخر آدم

موسیٰ او کما قال صلی اللہ علیہ

وسلی

ہے اسی طرح سے بندے کا عمل کرنا حادث  
ہے۔ اور خود بندے کا اس کام کو کرنا اس کا سبب  
ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جو اس کو اس عمل حادث  
کے بعد جزا دے گا یہ اس عمل کا مسبب ہے  
پس کہاں سبب مسبب پر مقدم ہوگا؟

سوال کیا تم نے صحیح حدیث  
میں نہیں دیکھا ہے کہ حضرت موسیٰ

نے حضرت آدم کے ساتھ شجرہ کے

کھانے کے بارہ میں مناظرہ اور معاتبہ

کیا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے کہا

کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس بات کی

تقدیر میری پیدائش سے کتنا زمانہ

پہلے ہو چکی تھی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام

نے کہا چالیس سال پہلے۔ تو حضرت

آدم نے کہا کہ کیا تم مجھے ایسی بات

پر ملامت کر رہے ہو جس کو حق تعالیٰ

نے میری پیدائش سے بھی چالیس

سال پہلے میرے

لئے

مقرر کر رکھا تھا

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

ہیں۔

پس اس حجت میں حضرت آدمؑ حضرت

موسیٰؑ پر غالب ہو گئے۔

فلو لو یکن العبد مجبوراً  
لقضاء الله تعالى ما حقر  
ادم موسى۔

قلنا القصة صحيحة وهي  
تؤيد مقصودنا من وجوه  
الأول ان موسى عليه  
السلام كان نبياً و  
رسولاً اتاه الله التوراة  
فيها تبين كل شيء فلو  
كان آدم مجبوراً في اكله  
الشجرة ما عاتب عليه۔  
الثاني ان كان آدم عليه  
السلام مجبوراً في فعله  
ذلك لقال في عذره  
من خطيئة ربنا انك  
ابتليتني بهذا ولكنه  
قال ربنا ظلمنا  
انفسنا فان لم يكن  
له اختيار لما نسب الظلم  
الى نفسه والثالث شهادة  
رب العالمين على  
ادم بقوله وعصى ادم  
ربه فغوى ثم  
تاب عليه وهدى۔

تو سوال یہ ہے کہ اگر بندہ قضائے الہی سے  
مجبور نہ ہوتا تو کیسے حضرت آدم حضرت موسیٰ  
پر غالب آتے؟

جواب: یہ قصہ برابر صحیح ہے۔ لیکن یہ  
تو اور کئی وجوہ سے ہمارے مقصود کی تائید  
کر رہا ہے۔

وجہ اول یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام رسول  
اور نبی تھے حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان پر تورات  
آزاری تھی! جس میں ہر ایک چیز کا بیان تھا  
پس اگر حضرت آدم اس شجرہ دگیہوں یا کھجور جو  
انہوں نے خلاف فرمان الہی جنت میں کھایا تھا  
کے کھانے پر مجبور ہوتے تو حضرت موسیٰ ان پر  
عتاب و ملامت نہ کرتے!

وجہ ثانی یہ کہ اگر آدم علیہ السلام اپنے فعل  
میں مجبور ہوتے تو اپنی اس خطا کے عذر میں یوں  
کہتے کہ "اے پروردگار تمہیں نے تو مجھے اس  
کام میں مبتلا کیا۔۔۔"

لیکن انہوں نے کہا تو یہ کہ "اے پروردگار،  
ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے" تو اگر ان کا کچھ بھی  
اختیار نہ ہوتا تو ظلم کو اپنی طرف کیا کیوں نسبت دیتے؟  
وجہ ثالث یہ کہ خود پروردگار عالم کی گواہی حضرت

آدم پر ان الفاظ میں ہے کہ آدم نے نافرمانی کی  
اپنے رب کی پس گمراہ ہوئے۔ پھر ان پر توبہ  
فرمائی (ان کی توبہ قبول فرمائی) اور راہ راست پر

فلو كان مجبوراً لما نسب العصيان  
والغواية اليه - بقى كلام فى  
قوله عليه الصلوة والسلام  
فجر آدم موسى ومفهومه والله  
اعلم باسرار كلام جيبه  
ان آدم قال له هذا امر قد  
فرغ منه ومعنى ما اراد الله  
على فى علمه قبل خلقى فلا  
ينفع ايلامك لى فى هذا الامر  
فان قلت سلنا ان للعبد  
اختيار فى الفعل والترك و  
سلنا ان فعل العبد سبب  
للجزاء المرتب عليه فمن  
اين حصل له الطاقة على  
ذلك الاختيار قلنا ذلك من  
الله العزيز العليم وذلك  
معنى قولنا مجبور فى اختياره  
بمعنى ان طاقة الاختيار  
حصلت له من الله تعالى - فان  
قلت اذا كان طاقة الاختيار  
من الله تعالى رجعت الكلام الى  
اول البحث وصار العبد  
مجبوراً فى اختياره فصار  
مجبوراً فى افعاله ولزم المدعى

لائے تو اگر آدم علیہ السلام مجبور ہوتے تو نافرمانی اور گمراہی  
کی نسبت انکی طرف کیوں کیجاتی۔ البتہ یہاں پر یہ بات  
ایک کھٹکتی ہوئی رہجاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ  
سلم کے اس فرمودہ کا کیا مقصد ہے کہ "حضرت آدم  
حضرت موسیٰ پر رحمت میں غالب آگئے" جبکہ ثابت  
ہو کہ حضرت موسیٰ کا سوال ٹھیک تھا بحقیقت  
میں اللہ تعالیٰ ہی اپنے جیب کے کلام کے سرانجام  
جانتا ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کے  
کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں  
میری پیدائش سے پہلے میرے متعلق جو مادہ فرمایا  
تھا وہ ہو چکا اور اسکا وقت گزر چکا۔ اب سوچت  
تمہاری طاقت آخر کیا فائدہ؟

سوال! ہم نے تسلیم کر لیا کہ بندے کو کام کرنے  
اور نہ کرنے میں اختیار ہے اور یہ بھی ان گئے کہ بندے کا  
فعل ہی اس جزا کا سبب جو اس پر مرتب ہوگی۔ لیکن خود  
یہ اختیار کہاں آیا اور اس پر طاقت کس نے دی؟  
جواب! اس اختیار کی طاقت اللہ تعالیٰ ہی کی جانب  
سے ہے اور یہی معنی ہے ہمارے اس قول کے کہ بندہ  
اپنے اختیار میں مجبور ہے۔ اس سے یہی مراد ہے کہ اختیار  
کی طاقت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے حاصل ہوتی ہے  
سوال! جب اختیار کی طاقت خداوند تعالیٰ سے  
ہی ہوتی اور بندہ اپنے اختیار سے مجبور رہتا تو اپنے افعال  
میں بھی مجبور ہوا اس صورت میں دور لازم آجاتا ہے اور پھر  
ابتداء سے بحث شروع ہو جاتی ہے؟

قلنا ليس الامر كما زعمت  
لان الاختيار معناه تساوى  
الطرفين اعنى الفعل و  
الترك فترجيح احدى  
الطرفين على الاخر بقصد  
وعزمه و استعمال الجوارح  
فيما رجحه بقصد عمل الجسد  
المرتب عليه الجوارح حسب  
فعله ان خيرا فخير وان  
شرا فشر و نسبة الاجبار  
في الاختيار اليه سبحانه و  
تعالى مجازي - قال الله  
تعالى و من يضل الله فما  
له من هاد - و من يشاء  
يضلله - و يضل الله  
الظالمين و يفعل ما يشاء  
فنسبة الاضلال اليه تعالى  
مجازي بعلاقة الامارة  
الانزلية و اعطاء القوة  
و القوت و من هذا القبيل  
قول موسى على نبينا و  
عليه الصلوة و السلام ان  
هذا الاقنتك - و مثاله  
و الله المثل الاعلى كوالد ربنا

جواب! یہ صورت اس طرح پر نہیں جو آپ کے  
خیال میں ہے اس لئے کہ اختیار کی معنی ہے دو طرف  
یعنی فعل اور ترک کا برابر ہونا تو جب ان میں سے ایک  
کو دوسرے پر اپنے قصد و ارادہ سے ترجیح دیجائی  
اور جبکو ترجیح دی ہے اس کی سرانجامی کیلئے اعضا  
بھی کام میں لگائے جائینگے تو یہ بندہ کا عمل ہوا  
جس پر جزا موافق عمل بُری یا بھلی مرتب ہو رہی ہے اور  
مجبوری کی نسبت جو اختیار میں حق سبحانہ و تعالیٰ  
کی طرف کی گئی ہے۔ یہ مجازاً ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ  
کا ارشاد ہے جسکو اللہ گمراہ کرے اسکا کوئی رہبر  
نہیں۔ اور جسکو اللہ چاہے گمراہ کرے اور اللہ  
ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے  
ان سب مثالوں میں گمراہی کی نسبت  
اللہ تعالیٰ کی طرف ارادہ ازلیہ اور قوت  
بخشنے اور رزق دینے کے علاقہ سے  
مجازاً کی گئی ہے۔

اور حضرت موسیٰ (ہمارے  
رسول اکرم پر اور ان پر اللہ تعالیٰ  
کی رحمتیں اور سلام ہوں) کا یہ قول  
بھی اسی قبیل سے ہے۔ کہ یہ تمہارا  
نفسہ (آزمائش) ہی ہے۔

اور اس کی مثال یہ ہے (اور  
اللہ تعالیٰ ہی کہنے والے مثال  
(صفت) ہے۔ جیسے کوئی شخص اپنے

ولدك والولد عاق لوالده ويعمل  
 النجاة والوالد مكث على  
 تربيته فيلومر الناس و  
 يقولون له انت اضللتنا  
 فالوالد وان كان يربيتنا  
 لكنه لا يرضى بصلواته  
 كذلك ربنا يربيتنا ولكن  
 لا يرضى بصلواتنا قال الله  
 تعالى ولا يرضى لعباده الكفر  
 قال صاحب الامالية فرید  
 الخیر والشر القبیح : ولكن  
 ليس يرضى بالمحال : رجعتنا  
 الى اصل البحث فالذي  
 يعتقد المجبورية للعبد و  
 يجيبنا بقوله هذا شيء  
 قدره الله على قبل خلق  
 نراه منه مكاني حصول الرزق  
 جميع عمره لا يفتقر عند ساعة  
 حتى انه لا يفرق بين الحلال  
 والمحرّم فان عاتب احد على  
 ذلك الا نهماك يقول يا شيخ  
 نحن مأمورون بالسعي في  
 حصول الرزق وهذا العالم  
 عالم الاسباب او ما سمعت

بیٹے کی پرورش کر رہا ہو۔ اور بیٹا اپنے باپ  
 کا نافرمان ہو اور بد کاریوں میں مبتلا ہو  
 اس حال میں بھی باپ اس کی پرورش و تربیت  
 میں بے حد کوشاں ہو۔ اس پر لوگ باپ کو  
 طامت کریں کہ تم نے اپنے بیٹے کو گمراہ کر دیا  
 باپ اگرچہ اس کی پرورش کر رہا ہے لیکن اس کی  
 گمراہی سے وہ کبھی بھی راضی نہیں۔ اس طرح سے  
 ہمارا پروردگار ہماری پرورش کرتا ہے لیکن  
 ہماری گمراہی سے کسی طرح وہ راضی نہیں چنانچہ  
 حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے کفر  
 سے راضی نہیں۔ قصیدہ امالیہ الی فرماتے ہیں کہ  
 "اللہ تعالیٰ بطلانی اور بُرائی دونوں کا ارادہ کرتا ہے لیکن  
 محال سے وہ راضی نہیں!"

آب ہم پھر اصل بحث کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے  
 ہیں کہ وہ لوگ جو بندوں کی مجبوری کا اعتقاد رکھتے ہیں  
 اور ہمیں ہر سوال پر یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ نے  
 ہماری تقدیر میں ہماری پیدائش سے پہلے ہی لکھ دیا تھا!  
 انکو ہم رات دن رزق کے حامل کر نہیں سہمک پاتے ہیں  
 اور وہ علم بجز اس طلب کے ایک گھڑی بھی غافل نہیں ہوتے  
 یہاں تک کہ اس گرجوشی میں حلال اور حرام کے فرق کو بھی  
 بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ اب اگر کوئی انہیں اس نہاک  
 پر طامت کرنے لگے تو بیدھڑک کہہ دیتے ہیں کہ حضرت!  
 رزق حاصل کرنے کی کوشش پر تو ہم مأمور ہیں اور یہ تو عالم  
 اسباب و غیر اس کے چارہ نہیں اور کیا آپ نے نہیں سنا کہ

قوله صلى الله عليه وسلم  
اطلبوا الرزق من ابوابها و  
انكاسب جيب الله الے  
غير ذلك و ما يحصل له من  
الرزق ينسبه الى سعي نفسه  
و يقول انا حصلت كذا انا  
فعلت كذا و لا يذكر قوله  
هذا شيء قد اره الله علي  
قبل خلقي بعد نفسه مجبوراً  
في الطاعات و ترك الواجبات  
و بعد نفسه مختاراً في حصول  
الامر زاق حلالها و حرامها.  
وان دخل البيت بيته لاخذ  
شيء من ماله يجار به يقاتله  
و ربما يقتله و ان سيته  
احد يسبه باعظ منه  
ولا يلتفت الى عقيدته انه  
مجبور في دخول بيته و سبه  
كما هو بنفسه مجبور في  
ترك الفرائض و الهجيم على  
ما نهى الله تعالى عنه و هذا  
غاية الحماقة و السفاهة نال  
الله تعالى العفو و العافية  
و الاستقامة على منهاج

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا دیا ہے کہ  
رزق کی طلب رزق کے دروازوں سے کرو۔ اور  
آپ فرماتے ہیں کہ کما یوالا اللہ تعالیٰ کا جیب سے  
وغیرہ وغیرہ! تعجب تو یہ ہے کہ جو کچھ کما لیتے ہیں  
اسکی نسبت اپنی ہی کوشش کی طرف کرتے ہیں اور  
کہتے ہیں کہ میں نے یہ چیز کمائی ہے اور میں نے  
یہ کیا ہے اور وہ کیسا ہے یہاں کبھی یہ نہ کہیں گے  
کہ بس اتنا ہی اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے  
پہلے میری تقدیر میں لکھا تھا۔ اپنے آپکو مجبور اور  
واجبات کے ترک میں تو بالکل مجبور سمجھیں لیکن حلال  
حرام رزق کے حال کرنے میں اپنے نفس کو مختار  
کل جائیں۔ عجب حساب ہے۔

اور سنئے! اگر کوئی چور مال اٹھانے کیلئے انکے  
گھر میں گھس پڑے تو خوب داد شجاعت دیکر ان کے  
لڑائی اور جو بس چلا تو گردن مارنے میں بھی دریغ  
نہ کریں گے۔ ایسے اگر انہیں کوئی گالی دے تو اس  
سے بڑھ کر غلیظ گالیاں بننے لگیں گے۔ ایسے مقام پر  
انکی نظرات نفات کبھی اپنے عقیدے کی طرف نہ ٹھیکتی  
کہ وہ بیچارہ بھی گھر میں گھسنے یا گالی دینے میں  
ایسا ہی مجبور ہے جیسا کہ ہم خود فرائض کے ترک اور  
محرمات الہی پر جھک پڑنے میں مجبور ہیں! خود ہی  
سوچو کہ یہ کس قدر حماقت اور سفاهت ہے!  
ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عفو و  
عافیت نصیب فرمائے اور اہلسنت و الجماعت کے طریقہ پر

اهل السنة والجماعة والنجم  
 الرهالة بتا ئية الشيخ  
 اسماعيل المقرئ قال  
 رحمة الله تعالى -  
 انى كمر قادی فی غرور و غفلة  
 و كمر هكذا نوم الى غير لفظه  
 لقد صناع عمر ساعة منه تترى  
 بلا اذ الساء و الاضواء تترى  
 ارضى من اعيان الرغيد  
 مع الملاء الاعلى بجيش البهيمه  
 فيا وترقبين المزال القيت  
 و جوهرة بيعت با بخر قيمة  
 افان بباق تشتري مفاهه  
 و يخطا برضوان ناد اجنته  
 انت صدق ام عدو لنفسك  
 فانك ترميها بكل مصيبة  
 و لو هل الاعداء بنفسك بعضا  
 فعلت لهم لها بعض رحمة  
 لقد بعتهما هونا عليك رخصه  
 و كانت بهذا شك غير حقيقة  
 كلفت بهما دينا كثيرا غرورها  
 تقا بلتاني نصحها بالخديعة  
 انما اقبلت و لت ان هوى  
 اساءت ان صافق بالكذبة

استقامت بخشے :

ہم اپنے رسالہ کو شیخ اسماعیل مقرئ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قصیدہ "تائیہ" پر  
 ختم کرتے ہیں۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں :-  
 (۱) کب تک غرور اور غفلت میں ٹپے رہو گے اور کب تک ایسی نیند سوتے  
 رہو گے جسکی بہتبا بیداری پر نہیں ہوتی (۲) تمہاری ایسی بے بہا  
 عمر ضائع ہو چکی ہے کہ اگر اس کی ایک گھڑی بھی آسمان زمین بھر کر دینے  
 سے خرید سکتے۔ تو اسکو ضائع نہ کہا جا تا (۳) کیا! بہترین زندگی  
 اور اس زندگی کے بدلے جو طار اعلیٰ کیساتھ ہو چو یا یوں کی سنی زندگی  
 بسر کر رہی ہو گئے ہو؟ (۴) افسوس ہے کہ وہ بیٹا کہ زندگی میں  
 پھینکا گیا ہے اور جو ہر بے بہا کو ادنیٰ قیمت پر فروخت کر دیا گیا ہے  
 (۵) کیا سناہت اور نادانی سے تم فانی کو باقی کے عوض اور غضب کو  
 رضائے الہی کے بدلے اور بددینخ کو جنت کے عوض خریدتے ہو؟  
 (۶) کیا تم اپنے نفس کے دشمن ہو یا دوست کہ اسکو ہر ایک مصیبت  
 میں لادیتے ہو؟ (۷) اگر تمہارے دشمن تم پر ان مظالم میں سے ایک  
 حصہ بھی کر گزریں جو تم نے اپنے نفس کے لئے ہیں تو انکو بھی ضرور کچھ نہ کچھ  
 تم پر رحم آجاتا (۸) تم نے اپنے نفس کو بہت ہی سستا بیچا ہے  
 اس لئے کہ وہ تمہارے سامنے بیقرار ہے۔ اور رسالہ اسکی اس  
 قدر بچھری کرنا تمہیں شایان اور مناسب نہیں! (۹) تم نے  
 اپنے نفس کو ایسی دنیا میں مشغول دکھ کر تکلیف دی ہے کہ  
 جس کے دہو کے جیاب میں اور جو خیر خوی اور نصیحت کیجا میں بھی  
 غرور اور بدخوی سے پیش آتی ہے! (۱۰) اسکی توبہ حالت ہے کہ  
 جب سامنے آتی ہے (تو فی الحقیقت) اسکی روگردانی ہوتی ہے اور  
 جب بھلائی کرتی ہے تو وہ رسالہ اسکی برائی ہوتی ہے اور اگر وہ سنا  
 اور سُتھری بجائے تو تم اسکے کدوا اور گندہ ہونی پر یقین رکھو!



وَعِيشَتِ فِيهَا الْفَعَامُ وَيُنْقِضُ  
 كَعِيشَتِ فِيهَا بَعْضُ يَوْمٍ وَبَلِيَّةٍ  
 عَلَيْكَ مَا يَجِدِي عَلَيْكَ مِنَ النَّقِيِّ  
 فَانْتَ فِي سَهْوٍ عَظِيمٍ وَغَفْلَةٍ  
 تَصَلِّيْ بِلا قَلْبٍ صَلَاةً بِمَثَلِهَا  
 يَصِيْرُ الْمَفْتِيْ مُسْتَوْجِبًا لِلْعُقُوْبَةِ  
 تَخَاطَبُهُ اِيَّاكَ نَعْبِدُ قَبْلًا  
 عَلٰى غَيْرِهِ فِيهَا لَغَيْرِ ضَرْوَةٍ  
 وَلَوْ رَدَّ مِنْ نَاجَاكَ لِلْغَيْرِ طَرَفُهُ  
 تَمَيِّزَتْ مِنْ غَيْظِ عَلَيْهِ وَغَيْرَةٍ  
 تَصَلِّيْ وَ قَدِ اْتَمَّتْهَا غَيْرُ عَالِمٍ  
 تَزِيْدًا حَتِيْ طَا دَكَّةً بَعْدَ رَكْعَةٍ  
 فَوَيْلٌ تَدْرِيْ مِنْ تَنَاجِيَةٍ مَعْرُفَانَا  
 وَبَيْنَ يَدِيْ مِنْ تَخْفِئِ غَيْرِ مَحْبُوتِ  
 ذُنُوْبِكَ فِي الطَّاعَاتِ وَهِيَ تَثِيْرَةٌ  
 اِذَا عَدَدْتَ تَكْفِيْدَ عَنْ كُلِّ زَلَّةٍ  
 تَقُوْلُ مَعِ الْعَصِيْبِيْنَ اِرْبِيْ عَافِرٍ  
 صَدَقَتْ لَكِنْ عَافِرًا بِالشَّيْئَةِ  
 وَرَبُّكَ رِزَاقُ كَسَا هُوَ عَافِرٍ  
 فَلَوْ لَوْ تَصَدَّقَ فِيهَا بِالسُّوْبَةِ  
 فَكَيْفَ تَرْجِي الْعَفْوَ مِنْ خَيْرِ تَوْبَةٍ  
 وَ لَسْتَ تَرْجِي الرِّزَاقَ الْاَبْعِيْدَةَ  
 وَمَا هُوَ بِالرِّزَاقِ كَقَلِّ نَفْسٍ  
 وَلَوْ تَكْفُلُ لِلْاِنَامِ بِجَنَّةٍ

(۱۱) (بفرض محال) اگر تم دنیا میں ہزار برس بھی رہو تو وہ بھی اسی  
 طرح گزر جائیگی جیسے تیرا ایک رات اور دن گزر جاتے ہیں؛ (۱۲)  
 اپنے اوپر پرہیزگاری کو اور ان چیزوں کو جو نفع رسان ہوں  
 لازم کر رکھو اسلئے کہ تحقیق تم ایک بڑی بھول اور غفلت میں  
 ہوئے ہو؛ (۱۳) حضور قلب کے سوا تم ایسی نماز پڑھتے ہو جس سے  
 آدمی اور سزا و عقوبت کا مستحق ہو جاتا ہے؛ (۱۴) حق سبحانہ و  
 تعالیٰ کو اس طرح پر مخاطب ٹھہراتے ہو کہ ایاک نعبد، اہم خاص تیری  
 عباد کرتے ہیں) درآنحالیکہ تمہاری توجہ بے ضرورت ماسوا  
 کی طرف ہوتی ہے؛ (۱۵) برخلاف اسکے اگر کوئی شخص جو تم سے  
 سرگوشی کر رہا ہے اگر غیر کی طرف منہ موڑ لے تو فرط غیظ و غضب  
 سے تم اسپر برس پڑتے ہو؛ (۱۶) نماز پڑھ رہے ہو اور اس کے  
 ختم ہو چکی خبر ہی نہیں کہ احتیاطاً ایک رکعت کے بعد دوسری پڑھا  
 دیتے ہو؛ (۱۷) دانئے تمہر؛ کہ جس سے تم سرگوشی کر رہے ہو  
 اسکو روگردان سمجھتے ہو اور جس کے آگے تم ٹھکتے ہو اس ٹھکنے میں  
 بھی عجز و نیاز سے خالی ہو؛ (۱۸) تمہارے گناہ عبادتوں میں  
 ہی اسقدر کثیر ہیں کہ اکھا شمار کرنا ہی کافی ہے دوسرے گناہوں  
 اور لغزشوں کے شمار کی کیا ضرورت ہے؛ (۱۹) تم کہتے ہو کہ گناہوں  
 کی کیا پرواہ میرا پورا پروردگار بخشے والا ہے؛ ہم کہتے ہیں سچ کہتے  
 ہو لیکن بخشش بھی مشیت اور ارادہ کے بعد ہے؛ (۲۰) تیرا  
 رب تو جس طرح کہ بخشے والا ہے ایسا ہی رزق دینے والا بھی ہے  
 پھر کیوں ان دونوں صفوں کی یکساں تصدیق نہیں کرتے ہو؟  
 (۲۱) جبکہ تم رزق کی امید بغیر حیلہ اور جستجو کے نہیں کرتے تو کس طرح  
 عفو کی امید بغیر توبہ کے کئے بیٹھے ہو؟ (۲۲) حالانکہ بار تعالیٰ نے رزق  
 کیلئے اپنے آپکو کفیل ٹھہرایا، لیکن لوگوں کیلئے جنت کا صفا من نہیں

وَمَا ذَلَّتْ تَسْعَىٰ بِالذِّمَىٰ تَدْكُفِيْتَهُ  
وَتَهْلِكُ مَا كَلَفْتَهُ مِنْ وَظِيْفَةٍ  
تَسِيْتِي بِرُظْنَا وَعَنْ تَارَةِ  
عَلَىٰ حَسْبِ مَا يَقْتَضِي الْهَوَىٰ بِالْقَضِيَّةِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّبِّ الْعَزِيزِ  
يُصَفُّونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اللَّهُمَّ أَنْتَ تَعْلَمُ إِنِّي  
مَا أَرَدْتُ بِكِتَابَةِ هَذِهِ  
الرِّسَالَةِ إِلَّا لِصَلَاحٍ  
وَالْعِيَانَةِ لِعَقَائِدِ  
الْمُسْلِمِينَ فَإِنْ كَانَ صَوَابًا  
فَمِنْكَ وَلَوْكَ الْمُنَّةُ وَإِنْ  
كَانَ خَطَاً فَمِنْ نَفْسِي  
وَاسْتَلْتُكَ الْهُدَىٰ آيَةً وَ  
التَّوْفِيقَ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضَىٰ  
وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحَابِهِ وَسَلَّمَ

وَأَمَّا سُئِلَةُ الرُّوحِ  
فَانهَا وَإِنْ كَانَتْ مَوْعُودَةً  
فِي أَوَّلِ الرِّسَالَةِ لَكِنِّي أَعْرَضْتُ  
عَنْهَا وَحَمِيْتُمْ - الْأَوَّلُ قَلْبُهُ

(۲۲) (عجب بتا ہے جن امور میں تیری کفایت اور کفایتگی ہے  
انہیں تو تم ہمیشہ کر شان بہتے ہو اور جن فرہنگ کی بجائی کیلئے ہیں  
تخلیف و گنجی ہے انکو ویسے ہی چھوڑ دیتے ہو" (۲۲) خداوند تعالیٰ نے  
کیسا بھی تو جن ظن سے کام لیتے ہو اور کبھی بدگمانی کرتے ہو مقصد  
یکہ ہر ایک بتا میں اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہو!"

بِسْمِ اللَّهِ الرَّبِّ الْعَزِيزِ  
يُصَفُّونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

آئے میرے پروردگار! تم تو جانتے ہو کہ میں نے  
اس رسالہ کے لکھنے سے صرف اصلاح اور عقائد اہل  
اسلام کی حفاظت ہی کی نیت اور ارادہ کیا ہے اگر  
یہ واقعی ٹھیک اور صواب ہے تو میں اس کو تیرے  
ہی فضل و کرم کا نتیجہ سمجھتا ہوں۔ اور تیرا احسان  
مانتا ہوں۔ اور اگر خطا اور بے جا ہے۔ تو  
اس کو میں اپنے نفس ہی کی طرف سے جانتا  
ہوں۔ اور میں تم سے ہدایت کا سوال کرتا ہوں  
اور جن باتوں سے تم راضی ہوتے ہو اور ان کو  
پسند فرماتے ہو۔ ان کی توفیق چاہتا ہوں۔ و  
صَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
وَاصْحَابِهِ وَسَلَّمَ

سند روح کے بارے میں اگرچہ ہدائے  
رسالہ میں وعدہ کیا گیا تھا۔ لیکن دو وجوہ  
کی بنا پر میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔  
دوہ اول یہ ہے کہ ہم اس مسئلے کو بہت ہی

ادرا کنا لہما و سرود النہی  
 عن بیان ما ہیئتا۔ والثانی  
 راایت الا کا بر قد بحثوا  
 عنہا فی کتبہم کالغزالیؒ  
 وغیرہ من حیث تعلقہا  
 بابدان العباد و  
 محلہا وتصرّفہا فی  
 البدن الی غیر ذلک  
 من احوالہا المعقولة  
 للانسان وقد اشرت  
 الی بعض احوالہا  
 فی کتابی الاصول المرغبة  
 و بعضہم افرودا  
 التالیف

فی بیان مسئلۃ الروح  
 ککتاب الروح للشیخ  
 ابن القیم  
 و کتاب باب الفتوح فی  
 احوال الروح للشیخ  
 عبد الہادی المصری و کتاب البرزخ  
 للشیخ التوکل الہندی وغیرہم  
 فاکتفیت بتصانیف الا کا بر  
 و راایت تکرارہا تحصیل  
 الحاصل فان شئت الاطلاع علیہا  
 فعیک بکتب القوم

بہت ہی کم سمجھ سکتے ہیں۔ اور اس کی ماہیت  
 و حقیقت کے بیان کرنے پر ہی و منع بھی وار  
 ہو چکی ہے!  
 وجہ دوم یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ بزرگوں  
 نے اپنی کتابوں میں اس مسئلہ کا بحث کیا  
 ہے۔ جیسے امام غزالی رحمہ اللہ وغیرہ نے۔  
 لیکن اس حیثیت سے کہ ابدان عباد کے ساتھ  
 روح کو کیا تعلق ہے۔ اور اس کے محل اور  
 اس کے تصرف کو جو بدن میں ہے۔ انہوں  
 نے بیان کیا ہے۔ مقصد یہ کہ یہ اور ان جیسے  
 وہ حالات جو انسان کی سمجھ میں آسکتے ہیں،  
 انہوں نے لکھ دیئے ہیں جن میں سے بعض  
 حالات کی طرف میں نے اپنی کتاب "اصول البرزخ"  
 میں بھی اشارہ کیا ہے۔

بعض بزرگوں نے تو اس مسئلہ پر جداگانہ  
 کتابیں بھی لکھی ہیں۔ جیسے شیخ ابن القیم  
 کی کتاب "الروح" اور شیخ عبد الہادی  
 مصری کی کتاب "باب الفتوح فی احوال  
 الروح" اور شیخ توکل ہندی کی کتاب  
 "البرزخ" وغیرہ۔ اس لئے میں نے  
 انہی کی تصانیف کو کافی سمجھا۔ اور اس  
 مسئلہ کو پھر دہرانا تحصیل حاصل جانا۔ اگر  
 تم اس مسئلہ کے جاننے کا شوق رکھتے ہو  
 تو انہیں کی کتابیں دیکھو!

حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور تہیں نجات دہندہ  
اور پسندیدہ طریقہ پر استقامت بخشنے۔  
والسلام علی من اتبع الهدی  
میں ہوں فقیر محمد حسن فاروقی۔ اللہ تعالیٰ  
اس کی دنیا و آخرت کو بہتر بنائے۔ ۱۳۲۹ھ

سزقنا اللہ وایان الاستقامۃ  
علی الطریقتہ المنجیۃ المرضیۃ  
والسلام علی من اتبع الهدی  
وانا العبد الفقیر محمد حسن  
الفاروقی احسن بحالہ و مالہ آمین ۱۳۲۹ھ

## تقریظ

علاقہ الدھر رئیس لعلاً مولانا عبد الباقی صاحب  
ہمایونی قاضی بلائ سندھ و بلوچستان

من خطہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سبحان من خلق الانسان و علمہ البیان و جعل قلوب العلماء  
ریاضاً تفلح انواراً و انوارها سرا۔ و امطر علیہا من سحاب فیوض  
غیثاً مدراراً۔ ففہدہ علی نعائہ سراراً و جہاراً و نشکرہ علی  
الائہ اعلاناً و اسراراً۔ و نصلی علی سیدنا محمد الذی اصطفاه من  
بنعۃ العرب اصطفاء و اختیاراً۔ و علی الہ واصحابہ الذین جعلہم  
ابراراً و اخباراً۔ و بعد فانی سرائت رسالۃ مسماۃ بطریق النجاة  
کانتہا سر و عنہ اغرست دو حاد و اشجاراً۔ و حدیقۃ تراکت افنانا  
وانوارها سرا۔ فقلت۔ ہذا الکتاب لنقشہ و مدادہ کثبان سک  
ریجہ یتنشق قرطاسہ کایاسمین نضارۃ۔ کوا سدر حکاھا

المنطق طالعة والعين منه قريرة والقلب من فرط انصبابه يخفق من  
 حسنه وجماله وبهائه لمعان فصل كالكواكب يشرق كيف لا وهو من  
 بدائع افكار من فاق في الفصاحة والبلاغة واقره العلماء بالبراعة  
 والتركاوة اجمع الفصحاء على جماله. واتفق الفضلاء على حسن خصاله و  
 هو المجهر الغرير والخبث المطير والبحر الغزير والسيد عام البكر الماهر في العلو  
 الشرعيه والواقف في الفنون الادبية العارف بالله العليم والعالم  
 بقواعد الدين القويم سيدنا وسندا نا حاضرة الخواجة محمد حسن  
 جان المجدى من ظله العالى اللهم متع المسلمين ببقائه ذات ذات  
 العلام انفعهم من تصانيفه المقبولة عند الخواص والعوام بحرمته  
 جيبته سيد الخ نام عليه وعلى اله واصحابه الصلوة والسلام.  
 وانا الفقير عبد الباقي الهمايونى عفو الله عنه.

(٢)

حضرت راس الفضلاء علامه العصر مولانا  
 محمد حسن صاحب استجاده نشين درگاه كشيپا شريف

ومفتي بلوچستان

بسم الله الرحمن الرحيم

حمد لك اللهم بما سبغت علينا من نعمائك العلية وانضت علينا  
 من الاثك السنية وصلوة على من ارسلته رحمة الناس كافة وعلى اله  
 واصحابه الذين هم انبياء البرية واحد فقد طالعت رسالتك كانها  
 حد يقة ذات هجر او روضه من رياض الجنة بقرت ييب وتهدايب  
 مرشيق به ان كثيرة ولفظه وجيز ليس هذا بعترين فانها من تاليف  
 من مرقايد هجر الصائب الى السمات وبلغ الغاية القصوى في الادراك

فاق على المصنفين بالفصاحة والبلاغة وحاز قصبات السبق في  
 صنما البراعة شيخ الاسلام واما الامام حضرة الخواجه محمد بن  
 جان الفاروق السمرقندي ما برعت اقطار فضله ساطعه ونجوم  
 لامعه بحمته سيد الاولين والآخرين عليه صلوة الله وسلامه وعلى  
 اله واصحابه اجمعين وانا الفقير محمد بن الكتيابي تجاوز عنه  
 الله الباري :

(١٣)

سراج العلماء نهر اس لا تقيا، الفقيه المشهور  
 وجزير الميرور مولانا المولى محمد قاسم المتوطن في كرهى بسين  
 بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده وعلى اله و  
 اصحابه الذين صمد قوا وعيده ودعدك وبعد فاني طالعت رسالة عجيبة  
 سماة بطريق النجاة مشتملة على اللطائف والنكات صنفا العالم الترابي  
 والعارف الحقاني البحر الزخار والقيم المدرار شيخ السنة وميت  
 البديعة وهو الذي طفئت شمس فضله شرح الجهالة والعدالة  
 واضلعت في عصية دياجير العبادة والغواية وانيطت عليه عما ثم  
 الفضل من بد الشعر وانيخت لديه مطايا الكرام في العشى والسحور  
 اجمع الفصحاء على فصاحتهم اجماعا واتبع الفصحاء بسنة اتباعا  
 سيدنا وسندا نا حضرة الخواجه محمد بن الفاروق السمرقندي  
 لزالتموس فيو عنده بارعة واقمارا فاضلة لامعة فبادروا ايها الطلاب  
 الى اقتناء ذخائر هذا الكتاب فانه حاو على تحقيقات عجيبة وتقيقات  
 غريبة قاطعة ينشط بفهمها التعبان والكملان فان بقى بعد ذلك  
 ارياب لقوم يحدون قباى حديث بعدك يومنون وانا المصدق

الفقير محمد قاسم المتوطن في كرهى بين صلح سكر السند عفى عن

(٢٢)

العبد لصعيف الراجى رحمة ربه الغنى محمد براهم  
الياسينى عفا عنه الله العلى ناظم جمعية احناف  
صوبه سندھ

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدك يا من ابدعت المخلوق بفضلك العليم وخلقته من بينهم الانسا  
ن في احسن تقويم وجعلت فيهم جيبات الكريم على خلق عظيم وعلمته علم  
الاولين والآخرين عليه صلواتك وسلامك وعلى آله وصحبه اجمعين  
مزداهرات السموات ومهدت الارض الى يوم الدين اما بعد فرأيت  
رسالة عجيبة لهداية اهل الزمان ومضامين غريبة لارشاد من مال  
طبعه الى النجى والطغيان مسماة بطريق النجاة فانها وسيلة لفلاح الدار  
وذخيره في الحياة وبعد الممات مبانيها كأنها الياقوت والمرجان و  
معانيها لم يطهرهن انس من قبل ولا جان ان كنت تبغى سبيل الرشاد  
في الحياة فاشف العليل بما فى طريق النجاة واكمل بتوضيحي عين البصيرة و  
الزم عليك الحق بحسن الثبات والله در من انشاء حد ايقرها وحقق بالحق  
العميق حقائقها وهو الامام المهام والبحر القمام واقف الاسرار الحكيم  
جامع الانوار القدسية حافظ ملك الكلام حاج بيت الله المحرام  
حكيم امة سيد المرسلين شيخ الاسلام والمسلمين سيدى وسندى  
ملاذى ومعتدى حضرتنا محمد حسن الفاروقى المجددى صاحب  
سجادة مجتهد الالف الثانى لانرا الت شمس فيضه بازغة على الاقاصد  
والاداني فهللوا يا اهل النهى لطالعت هذه الصحيفة العظيمة وتعالوا

يا اهل المحي لتناول هذه الهداية العليا وانا المؤيد الراجي رحمة  
ربه الغني محمد ابراهيم الياسيني عفي عنه الله العلي المدرس الاول  
بالمدرسة العربية الواقعة في جيكب اباد سنه .

(۵)

فاضل اجل عالم اكمل مولينا مولانا محمد صاحب

مدرس اول مدرسة عربية شهر پٹ ميان صاحب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي هدانا لهذا الحق والصواب والصلوة والسلام على  
سيدنا صاحب جوامع الكلم وفضل الخطاب اما بعد فدونك  
ايها الساري للحق والجماع الى الرشدا الحق هذا النبراس الذي فيه  
نور وهدى للناس اعني رسالة معظمة مفتحة مسيما بطريق النجاة  
قد افها العلامة التحرير محرز قصبات السبق في التقدير والتحرير العالم  
الامعي والفاصل ليليجي جميع الفضائل منبع الفواصل غصن روضة  
الساحة والبلاغة ثمرة دوحه اللسن والفصاحة من العرفاء العظام  
والشائخ الكرام اعني سيدنا المحضرت الخواجه محمد حسن جان  
السرهندي المجتهد في ابقاه العلي القوي الذي كان غرامض الامرا  
بالنسبة الى ذهنه البرقادهنية ونتائج افكاره بالاضافة الى طبعه النقاد  
بينه ونعم ما قيل لولم يدال الوهم صيت جلاله ما خيل طيف  
خيال سامي حاله بكماله في الاوج بدر كامل بحر محيط زاخر بنواله -  
في كل علم عالم متبحر في فن حلم عالم بجياله سبحان عني في فصاحته  
لفظه معن بديع البخل في افناله - انا الفقير الراجي الى رحمة الله  
محمد حسن علي الهاشمي عفي عنه صدر مدرس مدرسة اسلامية عربية



من فت ميان صاحب :

(۶)

عالم لوزعی فاضل یلمعی مولانا مولوی عبد اللہ صاحب

امام و خطیب جامع مسجد حبیب آباد

بسم الله الرحمن الرحيم

المحمد لله والصلوة على رسول الله وعلى آله وصحبه الذين جاهدوا  
في سبيل الله أما بعد فقد رأيت رسالة عجيبة ومجالة غريبة مسماة بطريق  
النجاة فقد صنفها من هو وارث الانبياء بمصداق صحيح واصفوا العلماء  
بفضل صريح سراج امة سيد المرسلين شيخ الاسلام والمسلمين حضرت الخواجه  
محمد بن جان الفاروقى المجدى مد الله ظله العالى انا الفقير الراجى الى  
رحمة الله سيد عبد اللہ بنی شاہ عفی عنہ

(۶)

زبدۃ الفضلاء عمدة العلماء مولانا مولوی عبد الحمید صاحب

سجادہ نشین درگاہ پٹ ميان صاحب

بسم الله الرحمن الرحيم

تحصت اللهم بالحمد والثناء على ما افضت علينا من النعماء ونصلي على  
جبيبت سيد الانبياء وعلى آله الاتقياء واصحابه الاصفياء اما بعد  
فيا اهل النكات تعالوا الى طريق النجاة فانى يوصلكم الى ثمرات النجاة  
وقد اوجده اكل الكلام افضل الفضلاء البارئ الذى ال اليه كل شيعر  
وشاب والكمال الذى اب اليه جميع ادلى الاباب هادى الناس الى  
رب الاناس مولانا ومقتدا انا حضرت الخواجه محمد بن جان الفاروقى  
الرهندى المجدى زين سجادۃ الامام الربانى فخر اخلا ب الف ثانى

الله تعالى مقامه واتم موامد امين - وانا الفقير عبد الحق  
عفى عنه الله العلى صاحب معجزة خانگاه پت شريف -

(۸)

فريد الدهر و جيد العصر فصيح اللسان بليغ البيان  
مولانا صاحب زاد صاحب سلطان كوتى  
بسم الله الرحمن الرحيم

حمدك اللهم على ما انعمت علينا بلطفك القديم وصلوة على  
من ارسلته الينا وسميته بالترشف الرحيم وعلى الواصلين  
الذين هم حماة الدين القويم اما بعد فقد طاعت الرساله  
المسماة بطريق النجاة فرأيتها كاسمه اذ سيدة للنجاة من  
النيران والفوز في حدايق الجنان فعلى الله اجر مصنفها  
العلام هادي الانام الى سبيل السلام قدوة الاولياء  
العارفين امام العلماء المتقين حامل الراية في ميدان التحقيق  
حائز تصبات السبق في التدقيق شيخ الاسلام والمسلمين وارث  
مقامات الانبياء والمرسلين حضرتنا الخواجه محمد حسن  
الفاروقى المجددى اعز الله بوجوده الاسلام وافاض سبحانه  
جوده على الخاص والعام وانا المصدق الفقير صاحب زاد  
غفر له رب العباد -

(۹)

جامع المعقول والمنقول واعظ الاسلام  
مداح سيد الانام المولوى محمد سليمان سلمه الرحمن  
بسم الله الرحمن الرحيم

عاملاً ومصلياً أما بعد فقد سرائت الرسالة المسماة بطريق  
النجاة فوجدتها كأنها بحر مملو من الدرر البهية وحنديقة قصبية  
بالزهد الزهية كافيته بهداية الانام مفيدة للخاص والعام  
وقد فيها الامام شيخ الاسلام غوث الانام قدوة علماء  
الاعلام مجمع الفضل والكمال مرجع اهل المعارف والحوال  
ذو الكرامات الظاهرة والمقامات الفاخرة منبع النوام  
الباهرة والسرائر الزاهرة حكيم الامة محي السنة مولانا و  
مقتدا انا حضرت الخواجه المجدى لاسرائيل بدور بركاته  
طالعة وشموس هداياته ساطعة.

وانا المقتدر الى الله المنان محمد سليمان واعظ الاسلام

عفى الله العلام

(١٠)

حضرت مولانا الفاضل لكامل العالم العامل المولى  
الحاج المحافظ حضرت بيان لعل محمد صاحب  
ساكن ماري

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي الى طريق النجاة هدايا واصلوة والسلام على رسوله  
الذي الى سواد الصراط دعانا وعلى الود اصحابه الذين هم  
نجوم الاهتداء فافتدائهم كفانا اما بعد فاني قد طالعت  
رسالة عجيبته غريبة وصحيفته شريفة نظيفة مسماة بطريق  
النجاة هل هي الاعين النجاة فاسمها موافق للمسماة من حفظها  
وعل بها فقد بنحى ومدى ومن تركها ولم يعمل بها فقد

عزى وهوى وهذه رسالة مشتملة على الدرر البهية والغرر  
الزكية وعلى اللطائف الحقايق والنكات التربانية وعلى الاسرار  
القرآنية ورموز الاحاديث النبوية وعلى المسائل الشرعية و  
المعارف الالهية فعليكم ان تعضوا عليها بالنواجذ والله <sup>لمصنف</sup> دراهم  
الذى هو البحر الزخار والغيث المدام العالم الربانى <sup>عالم</sup> المستنير  
ماحى البداة شمس العلماء وتاج الكملاء صدر الفعلاء والافتاء  
بدر الصلحاء والاولياء امام العارفين قدوة الواصلين  
جدير لان يكتفى في حقه على ما اوردته العلامة التفتازانى لا يدرك  
الواصف المطري خصائصه وان يك واصله في كل ما وصفها  
تمتع الله المقتبيين بطول بقائه ودوام ظهوره ارشاده حيث  
افاد واجاد في الرسالة بجميع طرق النجاة المفيدة للخاص والعام  
المعينة للكلمة الطيبة لدى الاختتام الحمد لله رب العالمين  
الى يوم القيام

انا المصدق الفقير الى رحمة الله الصمد لعل محمد لمعلوى  
صان القوي عن ذنب الخفي والجليل

(١١)

الفاضل الاجل المولوى الحاج عبد القيتوم  
مدرس العربية في ثنداه سائنداد

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله هو مكرم الانسان ومعلم علم البيان ومهديه  
طريق النجاة والكفران والصلوة علم من هو المنقذ من النيران  
والشفيع المشفع يوم الميزان وعلى الدوا صحابه الذين هم

كما لتقوم لاهل الايمان اما بعد فاني قد قرأت هذا الكتاب  
 المستطاب من اوله الى اخره وطالعت ما فيه من نكات و اسرار  
 فوجدته منطوقا بالحق ومصداقا لما نطق به الصادق وصراطا مستقيما  
 الى الجنة وطريقا ناجيا للانس والجنه فمن اخذ به وعمل عليه  
 اهتدى ونجى ومن اعرض عنه وانكرو به ضل و طغى لانه خلاصه  
 ما انزل من الرحمن ونزله ما و مراد من سيد الانس والجنان  
 فلا ترمه يا ذا الجي فانه يجلو العمى ولن ترى مثله من المؤلفات مشتملا  
 على جميع الكمالات كيف لا ومؤلفه هو الجامع بين الشريعة والحقيقة  
 قيوم الزمان مرجع الانس والجان بحر العلوم العقلية والنقلية  
 محدث الفيوض الربانية برهان الملة والمدين قاطع اعناق الملحدين  
 سيدنا ومولانا ومرشدنا ادام الله تعالى نبوضهم وبركاتهم  
 علينا فربما ايتها الناس الى هذا الثبراس فهو اساس الدين واستيناد  
 امنه قلوبكم لتفوزوا برضا الرحمن يوم يقوم الناس لرب  
 العالمين والسلام اولاد اخر واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين  
 العبد الحقير المهمو عبد القيوم عفا الله عنه المدا من في  
 سنه ١٢٠٥ سائس داد صانها الله عن الشرور والفساد

(١٢)

مولانا الفاضل العارف الكامل مولوى لعل محمد  
 الافغانى مدرس العربى فى كوش بلوچستان

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى جعل الخلق فرقا وشيعا بعد ان كانوا على املة واحدة  
 ليحق الحق بكلماته ويحضر الباطل وخصه كاملة والصلوة على صفوة

جنة المادى خالد فى القصور والغرفيات وانا الفقير الحقير  
 لعل محمد حفظه الله عن موجبات لغو والنكد وكان سواد  
 هذا البياض بثالث عشر شهر محرم الحرام سنة الف  
 وثلثمائة وخمسين من هجرة خير الاولين والاخرين عليه وعلى  
 اله افضل الصلوة واكمل القيات " لعل محمد يقدر خرد -

( ١٣ )

مولانا الفاضل الامعى حضرت محمد نور بخش

الحنفى النقشبندى التوكلى

مصنف تحفة شيعه واقوال الصويحبه وكتاب البرزخ و

شرح قصيد برده بزبان عربى وغيره من ايتضا المفيد

سلمه مراتبه

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على جيبه سندنا  
 ومولانا محمد وعلى اله واصحابه واتباعه اجمعين - اما بعد  
 فقد طالعت الرسالة الوجيزة الموسومة بطريق النجاة  
 للعالم الزباني الخواجه محمد بن القاسم وقى المجددى زين مهادة  
 الامام الربانى محمد دال الف الثانى مرضى الله تعالى عنه فوجدتها  
 مشتملة على اهمات مسائل الكلام والفقه والتصوف المشار اليها  
 فى حديث جبرئيل عليه السلام فيها المصنف العلامة على  
 اسلوب جديد لا تستوعبه الافهام واتي فيها بالبراهين  
 العقلية والدلائل العقلية على اثبات العقائد الصحيحة مع الرتم

الانبياء ونخبة النجباء امر سهل يظهره على الدين كله ولو كره الكافرون  
 وعلى الروايات بالذين سلكوا طريقته وهدية هادون -  
 اما بعد فقد وصل اليك كتاب طريق النجاة والتصيير و  
 توأمة رسالة التنوير في مسئلة التقدير طالعتهما فوجدتهما  
 وضتان بل لمن خاف مقام ربه جنتان افانتهما الكلمتان  
 الفصيحة والبليغة وامر واثمها بعينان تجريان من بحور ابدية العقلية  
 والنقلية وثمارهما التخليص من العقائد الفضيحة الشنيعة  
 تحتويان على صحيح معتقد فرقة الناجية وهدى شبهات فرق النارية  
 خصوصاً من الملاحة الدهرية فهما كاسمها طريقا نجاهة وتنوير  
 لا سيما في زمان صار مصابيح الاسلام طائفة واعلام الكفرة  
 رافعة والناس كالنتيجة للاخر الارذل تابعين فصاير وانهم يمين  
 في عادات المخالفين ثم متأثرين لعقائد المشركين حتى صار الاسلام  
 غريباً كما نطق به الصادق الامين فعليكم ايها الناس ان تصنوا  
 عليها بالنواجذ لان الزمان بمثلها ينجيد كيف لا وهي من فرائد  
 الال لمولانا وبالفضل اولنا جامع اشتات الشريعة والحقيقة  
 مانع بدعات القديمة والحديث الثمر الفائق في الدوحة العلية  
 النقشبندية والنخل الباسق في حديقة الفاروقية المجددية  
 مولانا الحاج حضرت محمد حسن حفظه الله عن موجبات الكد  
 والحزن والحريتي بان يقول فيه اللسن اوتي الفضل والتقوى طراً  
 ذلك فضل الاله من نعمات حاط طبعاً مكارم الاخلاق ناطباً بطبع  
 افسح الكلمات لم يزل مشغله بعلم الدين لم يضع ساعة  
 من الساعات فاهتدى الخلق باستقامته واستنارت بنوره  
 الظلمات ناصر الشرع مقتدى الاسلام فاشترى الدين جامع  
 الاشتات ما رأينا مثله اهدانا دفع الشك باليقينيات رب ادخله

ابلیغ علی الفرق الصّالة لا سيما الدهرانية والرفرافض والخواتم  
والوهابية الهندية وتليها الرسالة الاخرى له ايضا المسماة  
بالتنوير في بيان مسألة التقدير. لله دتره حيث اوضح مسلك  
اهل السنة والجماعة في تلك المسئلة المشهورة. واستدل بنصوص  
الكتاب على ان الصراط المستقيم بين القدر والامر جاء فجزى  
الله عنى وعن سائر المسلمين خيرا الجزاء. هذا ومطالعة كلتا  
الرسالتين نافعة جدا اصلاح العقائد والاعمال. في هذا  
الزمان البدع والفتن والضللال.

اللهم افتح لنا بالخير واختم لنا بالخير واجعل عواقب  
امورنا بالخير وصل على الله تعالى على خير خلقه سيدنا و  
وسيلتنا في الدارين محمد وعلى اله واصحابه اجمعين.  
كتبه العبد الامير بديع الغافل عن عيوبه الراجي رحمة ربه  
محمد نور بخش المحنفي النقشبندی التوكلى. چك قاضيان  
۱۱۔ ربيع الثانى سنة ۱۳۵۰ھ



# تازہ مطبوعات

حضرت خلیفۃ المسیحؒ کی معرکہ الآراء کتاب فقہ اکبر اصل عربی مع ترجمہ  
حضرت خلیفۃ المسیحؒ کی معرکہ الآراء کتاب فقہ اکبر اصل عربی مع ترجمہ

قیمت: ۱۲/- روپے

موضوعات پر عمدہ کتاب ہے۔

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سیلا و شریف پر ایک  
مولود محسن یادگار کتاب ہے پڑھ کر اپنے ایمان کو تازہ فرمائیے قیمت ۲۵/۵ روپے

مشہور شاعر اور مداح رسول جناب فیاض احمد خان کاوش صاحب کا  
نور نکہت نورانی کلام جمہور نعت اسلام، منقبت اور قطعات کا

قیمت: ۵۰/۴ روپے

ہکتا ہوا گلدستہ۔

حضرت غوث پاک قدس سرہ کے روح پرور کلام سے پانچ جواہر  
پنج گنج قادی پائے مع ترجمہ جو صدیوں سے بزرگان دین کا وظیفہ ہیں

۱۔ اوراوقاریہ ۲۔ درود شریف کبریت احمر ۳۔ قصیدہ غوثیہ

۴۔ قصیدہ قطبیہ اور پھل کاف

قیمت صرف ۲۵/۲ روپے

ملنے کا پتہ

اسلامی کتب خانہ اقبال روڈ سیالکوٹ

# ارکان دین

توضیح العقائد (رکن دین : حصہ اول) ۵/۲۵ روپے

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں، یومِ آخرت اور تقدیر

پر ایمان کی مستند تفصیلات اس میں موجود ہیں۔

کتابِ تسوۃ (رکن دین : حصہ دوم) ۶/- روپے ، مجلد ۸/۲۵ روپے

ہر قسم کی ناپاکی سے طہارت، وضو، غسل نیز نمازوں کے اوقات و

مسائل اور تمام دنوں اور سال بھر کی نفل نمازوں کے فضائل و فوائد، باحوالہ

کتابِ الزکوٰۃ (رکن دین : حصہ سوم) ۵/۲۵ روپے

زکوٰۃ و عشر کی فرضیت، فضائل و مسائل اور مصارف و فوائد وغیرہ پر

تحقیقی کتاب ہے۔ اس کا مطالعہ بڑا مفید ہے۔

کتابِ الصیام (رکن دین : حصہ چہارم) مجلد ۱۰/۵ روپے

رمضان المبارک اور پورے سال کے ہر قسم کے فرض اور نفل، روزوں کے

فضائل و مسائل اور فوائد پر جامع کتاب ہے۔

کتابِ الحج (رکن دین : حصہ پنجم) مجلد ۱۵/- روپے

حج و عمرہ اور زیارتِ مدینہ منورہ کے مستند فضائل و مسائل اور عمل کی شرعی

حقیقت اور اسرارِ محبت بھرے انداز میں تحریر فرمائے ہیں۔

سے سوال و جواب کے ط

نیشا

اسا